

حُسَيْن  
سَيِّدِنا

و  
زید

محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کا جواب

از

مولانا محمد یوسف الدھیانوی ضلحہ دہندہ

ڈبہ شیک سنگھ

رض  
حسین

اور

یزید

مولانا محمد یوسف لدھیانوی



اس کتاب ”حسینؑ اور یزید“ کے مصنف مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تھا۔ آپ کے ہم عصر اور ہم نام عالم مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا تعلق کراچی سے تھا جو کہ مدیر ماہنامہ بینات اور نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھے۔ اس کتاب ”حسینؑ و یزید“ پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر بینات مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

حسینؑ اور یزید، مولانا محمد یوسف لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔ صفحات: ۴۹۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، غلہ منڈی، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

حضرت مولف راقم الحروف کے ہم نام وہم وطن ہیں مگر طبقہ میں متقدم! موصوف کی زیر نظر کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہؓ و یزید“ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ عباسی صاحب کے ایک عزیز ٹوبہ میں تھے، عباسی صاحب کی کتاب شائع ہوئی تو اس سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کتاب میں درج شدہ نظریات کی تبلیغ شروع کر دی، اس طرح ایک چھوٹے سے شہر میں عباسی افکار گرما گرم بحث کا موضوع بن گئے۔ اسی ضرورت کی بنا پر جناب مولف کو عباسی صاحب کے خیالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ کتاب میں نہایت متانت و سنجیدگی سے عباسی نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ”بینات“، کراچی، شعبان ۱۴۰۲ھ)

# مختصر سوانح حیات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شجرہ نسب: محمد یوسف بن ولی محمد بن الہی بخش بن جمال دین بن غلام محمد

1925ء کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال سکول میں زیر تعلیم رہے پھر 12 سال درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ اس میں 2 سال قیام پاکستان سے پہلے لکھنؤ (گورنمنٹ) میں مولانا سر فراز احمد صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد دینیؒ کے شاگرد خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا اور قاری طیب صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبید اللہ انور آپ کے ہم سبق ساتھی تھے۔ 1947ء کو ہجرت کر کے نوبلنگھ میں مقیم ہوئے۔ یہاں مدرسہ عربیہ حنفیہ میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1981ء بمطابق 1966ء کو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ حسین ویزید کے نام سے ایک کتاب کی تصنیف کی۔

آپ کے 6 بیٹے اور 1 بیٹی ہیں، سب حافظ قرآن ہیں۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا قاری حافظ محمد یونس صاحب (قاری سجدہ عشرہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی، خودی عرب، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اپنے والد صاحب کی وفات سے مدرسہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمد یعقوب صاحب کانس کاٹی نوبلنگھ میں پروفیسر ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمود الحسن مفتی اور سکول لیچر ہیں۔ 14/8/1408ھ بمطابق 03-06-1988ء بروز جمعہ المبارک وفات پائی اور قریب ہی گوبند پورہ والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

جفا کی تیغ سو گردن و فاشعاروں کی  
کٹی ہو برسرِ میدانِ محرمِ جھکی تو نہیں

طابع و ناشر

محمد علی یوسف زئی

مطبع

کراچی پریس کیسٹریٹ

تعداد اشاعت

ایک سو

قیمت

چار روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ قدوسیہ، ۱۹۔ غلام مند روڈ، لاہور۔

مکتبہ دینیات ۱۳۲ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مکتبہ ممبئی جامع مسجد شریف لائل پور

کتاب خانہ فقیر پور پٹوہریٹ لکھنؤ

کتاب خانہ حقانیہ کارڈن روڈ پٹوہریٹ لکھنؤ

کتاب مندرجہ بالا پتوں سے دستیاب  
ہو سکتی ہے



# فہرست

- مسئلہ خلافت
- انتخاب خلافت کے طریقے ۱۸
- خلافت حضرت علی المرتضیٰؑ ۲۰
- خلافت مرتضوی اور صحابہ کا موقف ۲۳
- افتخار خلافت علی المرتضیٰؑ کا جمالی تعارض ۳۰
- مشاجرات صحابہ کے وجود ۳۵
- خلافت عثمانی و شہادت ۳۸
- اختلافات کی بنیاد ۴۵
- ملا علی قناری اور قصاص ۴۸
- خلافت علی المرتضیٰؑ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں ۵۲
- خلافت علی المرتضیٰؑ پر عدم قیام کے حوالہ جات ۵۳
- مسئلہ قصاص ۵۸
- حضرت عقیل اور میراجِ جدید ۶۱
- امت کی حرارت دینیہ ۶۲
- خلافت مرتضوی پر تنقید کی حقیقت ۶۵
- سیدنا حضرت امیر معاویہؓ ۶۷
- آفتابِ نبوت کی ٹہادت ۶۹
- حضرت امیر معاویہؓ ۷۱
- ردائتِ حدیث ۷۲
- کاتبِ وحی ۷۲
- بشارتِ جنت ۷۳
- مخالفت و عداوت ۷۴
- اعلانِ علی المرتضیٰؑ ۷۹
- سیدنا امام حسنؑ اور ۸۱
- خلافت حضرت امیر معاویہؓ ۸۱
- اختلافِ یزید ۸۲

- دلی عہدی کے سلسلہ میں امیر معاویہ کی انفرادیت ۸۴
- بارہ خلفاء میں یزید کی شمولیت پر بحث ۱۵۷
- دلی عہد اور اس کا فتنہ فحور ۸۵
- نیشاپور مغفرت یزید ۱۶۳
- اہل سنت والجماعت کا مسلک ۸۸
- یزید اور ایک عباسی عالم ۱۶۸
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۸۹
- یزید کی خصوصیت کیسے؟ ۱۷۲
- حضرت امام عالی مقام کا شرعی موقف ۹۶
- یزید کے امیر صحابہ ہونے کی حقیقت ۱۷۶
- ائمہ مجتہدین کا نقطہ اجتہاد ۱۰۵
- تاریخی حوالہ جات کی حقیقت ۱۸۱
- یزید کے ثقہ راوی ہونے کی حقیقت ۱۸۶
- خلافت معاویہ و یزید اور رقابت خاندانی ۱۰۷
- غلاط عباسی ۱۹۱
- حضرت امام حسین کی تیاری اور صحابہ کا مشورہ ۱۱۰
- یزید اور علماء الناس ۲۱۰
- حضرت محمد بن الحنفیہ ۲۱۲
- کیا امام حسین غرور میں متفرق تھے؟ ۱۱۲
- ہشتمہ داریوں سے استدلال کی حقیقت ۲۱۵
- حضرت امام حسین کی روحی اور شہادت ۱۱۶
- واقعہ کربلا اور یزید ۲۱۹
- یزید تاریخ کی کسوٹی پر ۱۲۶
- حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحقیق ۲۲۲
- اعتراف حقیقت ۱۳۵
- کارنامہ یزید کی مثال ثانی ۱۴۷
- حجۃ الاسلام امام غزالی ۲۸۵
- حدیث خلافت کی وضاحت ۱۵۱
- عسمر بن سعد ۲۹۰
- عباسی صاحب اشاعت دوم کو آئینہ ہیں ۱۵۲
- موقف صحابہ رسول ۲۹۵

۳۰۵	خاتون منصور عباسی کا مکتوب	۲۶۶	حضرت محمد بن علی اور برأت حسین
۳۱۰	محمد ہمدی کے نام	۲۶۷	یزید علماء اُمت کی نظر میں
۳۱۰	خلافت مرتضوی کی خلاف	۲۶۸	امیر الامصار عبداللہ بن حنفیہ
۳۱۶	عباسی پردہ بگینڈا	۲۶۹	آئمہ اربعہ
۳۱۶	عباسی پردہ بگینڈے کا جواب	۲۷۰	محقق علماء اُمت و محدثین کے نام
۳۱۹	رقابت خاندانی عباسی صاحب کی	۲۷۱	علامہ ابن عمر بیہقی
۳۲۱	اپنی زبانی	۲۷۲	حضرت مجدد الف ثانی سرسندی
۳۲۱	اتساراع خلافت اموی و	۲۷۳	کامیاب دیکھ کے بارے میں مکتوب گرامی
۳۲۲	قیام خلافت عباسیہ	۲۷۴	حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی
۳۲۲	مورخ دوزی و عباسی کا اتحاد	۲۷۵	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳۲۴	برأت یزید کا دعویٰ	۲۷۶	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
۳۲۵	متفق علیہ عقیدہ کی مخالفت کا فقرہ	۲۷۷	حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۳۲۶	فرق باطلہ کا فقرہ آغاز	۲۷۸	حضرت مولانا رشید احمد لکھنوی
۳۲۷	اسناد اہل حق کی بحث	۲۷۹	حضرت مولانا اشرف علی تھانی
۳۲۸	ایک خط اور	۲۸۰	حضرت معین الدین چشتی اجمیری
۳۲۸	اس کا جواب	۲۸۱	فقیہ یزید
۳۲۸	کتاب خلافت معاویہ و یزید	۲۸۲	علامہ عبدالرؤف ثناءوی کا نظریہ
۳۲۸	فقری از دارالعلوم دیوبند	۲۸۳	سستیہ سنہ کی بحث
۳۲۸	فقری علماء کے اچھی	۲۸۴	کتاب خلافت معاویہ و یزید کا پیش نظر

# اعجاز

المحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده  
دنیا کی آرزو اور باشعور قومیں تجسس و تلاش، ریسرچ اور تحقیق  
میں یہاں تک پہنچ گئی ہیں کہ انہوں نے چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈال  
دی ہیں اور وہ دن رات ایسی ایسی ایجادات کر رہی ہیں جنہیں دیکھ کر  
انسان انکشت بدندان ہیں۔

لیکن — ہمارے یہاں تحقیق و جستجو کی صلاحیتوں کا (یاں مہترقی  
پذیرائی) پورا پورا انداز اس بات پر صرت کیا جا رہا ہے کہ واقعہ شہادت  
کربلا کے بارے میں عوام محنت غلط فہمی کا شکار ہیں اور تاریخ کا اصل واقعہ  
ہنوز تشنہ حقیق ہے۔ حقیق حیدر کی دوست یزید خلیفہ عادلؑ اور امیر المومنین  
تھیں اس کے آثار اور پرہیزگاری کا یہ مقام تھا کہ جلیل القادری اولیاء کرام  
اس کے سامنے دست بستہ تھے

کراچی کے ایک صاحب جناب محمد احمد عباسی خلیفہ خلافت  
صاویہ و یزید نے اپنی کتاب میں واقعہ شہادت کربلا کے بارے  
میں عجیب و غریب باتیں فرمائی ہیں وہ بزع خود تاریخ کے اٹھارہ سمندر  
۱۰ گے اعجاز لگا کر حیدر ایسے اور اقلے کر نمودار ہوئے ہیں جن پر واقعہ

شہادت کر بلا کے صحیح احوال و کوائف مرقوم ہیں۔

چلیے۔ محمد مہر کے لئے تسلیم کہ آج تک عباسی صاحب ایسا کوئی شہر پیدا نہ ہوا جس نے تاریخ کے بحرِ فکار میں اس حد تک رسائی حاصل کی ہو۔ لیکن بعد ادب و احترام اتنی بات دریافت کرنے کی ضرورت جہالت کی جاتی ہے کہ اس غلط فہمی اور تحقیقِ جدید سے آخر امت مسلمہ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟

کیا اس ریسرچ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئیں گے؟ اور وہ قیامت خیز منظر جو میدانِ کربلا میں دیکھا گیا ہے آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا؟ اگر اس تحقیق و جستجو سے نفسِ واقع میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے تو پھر بتلایا جائے کہ سادہ لوح انسانوں کے سامنے ایسے مسائل پیش کرنے سے فائدہ؟

عصرِ حاضر کا تقاضا تو یہ ہے کہ لوگ اپنی جہالت کی بناء پر دین و مذہب کا دامن چھوڑ کر مادیت کے جدید فلسفہٴ حیات پر ایمان لارہے ہیں۔ اسلامی اقدارِ حیات دھیرے دھیرے مٹ رہی ہیں۔ غنڈہ گردی۔ اور بدکرداری نے اخلاق و بشریت کی جگہ لے لی ہے انسانوں نے درندوں کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ ایسے ماحول میں کسی ملک کے مصنفوں اور میوں، خطیبوں، شاعروں اور رہنماؤں کے فرائض اور ذمہ داریوں سے کوئی عقل سے گورا اور منکر و نظر کا اندھا ہی بے خبر اور نا آشنا ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک کے احوال و کوائف کیا ہیں اور ہماری



قوم کو ان دلائل منکر و نظر اور عمل و کردار کے اعتبار سے کس چیز کی ضرورت ہے راقم الحروف کی نگاہ میں محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب کسی بھی حیثیت سے ملکی اور قومی مسائل کا جواب اور حل نہیں ہے بلکہ انہوں نے انتہائی گمراہ کن اور دُور از کار باتیں چھپ کر اس مسئلہ کی تحقیقوں میں مزید الجھاؤ پیدا کر دیے ہیں۔ اور اس گئے گزرے زمانہ میں جن لوگوں کے اعتقادات کی بنیادیں ہنوز قائم ہیں انہیں منہدم کرنے کی سعی کی ہے اس کتاب کی اشاعت پر یہ بھی ہوا کہ جو عاقبت نافذ شیش اور کم ظرف لوگ مات دن یہ رٹ لگاتے نہ تھکتے تھے کہ ہر انسان کو مکمل آزادی دے اسے حاصل ہے یا وہ جس پر چاہے زبان دراز کر سکتا ہے حتیٰ کہ حضرات صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ایسی مقدس اور من شخصیات بھی مستثنیٰ انہیں ہیں تو ان لوگوں کے سامنے جب اسی غلط اصول کے تحت شہید کر بلا کی ذات کو ہدف طعن بنایا گیا اور آزادی اسے کے چپاچ میں ڈال کر چھلنی کرنے کی سعی کی گئی تو وہ سب سٹپا گئے اور جہاں اس عنوان پر گرما گرم بحثیں ہوتی تھیں وہاں ایک امت آفرین سناٹا چھا گیا۔

جب انسان اعتدال کا دامن چھوڑ کر جذبات ہی کو دین و مذہب کی اساس بنا لیتا ہے تو پھر ایسی مثالوں کا وجود ناممکنات میں سے نہیں ہوا کرتا۔ واقعہ شہادت عثمانؓ کے بعد خارجی گروہ کا جنم ایسے ہی جذبات کا تلخ ثمرہ تھا۔

مصنف خلافت معاویہ و یزید کے نظریات بھی انوکھے اور اچنبھے نہیں

میں انہوں نے خارجی گروہ کے افکار و نظریات سے چند چیزیں مستعار  
 لئے کر انہیں تحقیق جدید کے نئے عنوان کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش  
 کر دیا ہے۔ اب یہ ارباب عقل و فکر اور اصحاب دانش و حکمت  
 کا کام ہے کہ صداقت قبول کریں اور کذب و افتراء کا دامن تار تار کر دیں!  
 راقم الحروف کو اپنی علی کم مائیگی اور فکری تہی دامن کا پورا پورا  
 اعتراف ہے اور یہ بھی تسلیم کہ راقم الحروف تحریر و بیان کی اعلیٰ صلاحیتوں  
 کا حامل بھی نہیں ہے۔ لیکن جب یہ صورت حال سامنے آئی کہ ہمارے یہاں  
 مصنف، خلافت معاویہ و یزید کے ایک قریبی رشتہ دار خطیب صاحب نے  
 خطبہ جمعہ میں مناقب یزید بیان کرنے شروع کر دیے اور اس سے عوام میں  
 غلط اثرات پھیلنے لگے تو راقم الحروف نے اس تحقیق جدید کا پردہ چاک کر کے  
 کو نامیر خیال کیا اور علماء تحقیقین کی اصل عبارتوں اور تاریخ کے صحیح واقعات  
 کو حسیں اود یزید کے عنوان سے پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے  
 حضرات قارئین سے متوقع ہوں کہ وہ راقم کی تحریری لغزشوں اور  
 کوتاہیوں سے حرف نظر کر کے کتاب کی نظریاتی غلطیوں اور غیر موزوں باتوں  
 سے مطلع فرمائیں گے تاکہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔

و السلام

محمد یوسف لدھیانوی

ٹوبہ ٹیک سنگھ

۴ رمضان المبارک

۱۳۸۰ھ

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافتِ مہادیہ ویزید کے مصنف جناب محمود احمد صاحب  
عباسی نے اپنی دیانت داری اور علمی قابلیت کا جو ثبوت فراہم کیا ہے  
وہ اس وقت کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس کا مختصر خاکہ آئندہ  
صفحات میں ملاحظہ فرمائیے :

عباسی صاحب نے یزیدی القاء و پارسی اور اس کی خلافتِ شرعیہ  
کے اثبات میں اولاً نظریہ قائم کیا اور پھر اس نظریہ کے تحت کتب  
تاریخ سے ایسے حوالہ جات تلاش کرنے شروع کر دیے جن سے تاریخین  
کو دھوکہ دیا جاسکے : مصنف نے حوالہ جات میں بے جا تصرف  
کر کے انسانی دیانت سے حسین چہرہ کو جس طرح داغدار کیا ہے اس  
کی نظیر نہیں : جہاں کہیں یزید کی تریف میں جملہ نظر آیا اسے لے لیا  
اور اسی عبارت کا دوسرا حصہ ترک کر دیا : جس میں یزید کی تنقیدیں  
ذکور ہیں اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی کی تنقیدیں شان میں  
جہاں کچھ نظر آیا اسے جملہ اٹھا کر نقل کر دیا : بعد باقی عبارت ترک کر دی  
گئی : حالانکہ ایک سلامتی اور تحقیق مضمون میں یہ ہونا جائز کہ اس وقت

مصاب دونوں چیزیں اجاگر کر کے پیش کی جائیں ! نہ یہ کہ مناقب اچالے جائیں اور مصائب پر پردہ پوشی کی جائے ! جیسا کہ یزید اور عمرو بن عبد کے بارے میں طریقہ اختیار کیا ہے اور دوسرے کے فرغی مصائب پیش کئے جائیں جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسینؑ کے متعلق یہ اختیار فرمایا ہے :

عباسی صاحب نے خلافت یزید کے اثبات میں اور حضرت علیؑ کی تنقید خلافت میں جہاندار اختیار کیا گیا ہے اسے سمجھنے کیلئے پہلے مسئلہ خلافت کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ حقیقت معلوم کرنے میں دقت نہ ہو اور نفس واقع کے صحیح خدوخال نمایاں ہو سکیں :

## مسئلہ خلافت

**خلافت** کا مادہ ہے خلف - اور اسی سے ہے خلیفہ : خلیفہ کے لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں : مَن قَوْلِكَ خَلَفْتُ فَلَانًا فَلَانًا فِي هَذَا الْأَمْرِ أَوْ قَامَ مَقَامَهُ بَعْدَكَ یعنی اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب و قائم مقام ہوا تو یہ خلافت ہوئی اور لغت میں اس کو خلیفہ یعنی بعد میں آنے والا اور قائم مقام کہتے ہیں : خواہ یہ نیابت سابق کی موت یا عزل کی وجہ سے ہوئی ہو یا غیبت کی وجہ سے ، یا اپنا اختیار و منصب سپرد کر دینے کی وجہ سے ۔ :

ہی گئے ملت اسلامیہ میں اس کو ایک خاص معنی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ایمان غیب، تقدیر، بعثت، صلوة وغیرہ ایمان کے لغوی معنی یقین و طمانیت اور ذوال خوف و شک کے تھے، لیکن قرآن حکیم نے اس کو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کیلئے استعمال کیا اور اب ایمان قرآن کی اصطلاح میں عام لغوی معنی کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پا گئی :

قرآن کی زبان میں خلافت استخلاف فی الارض معنی ایک خاص قانون کے تحت طاقت و عظمت کا جماد و برگزیدہ افراد کے برابر اثر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کہ دنیا میں نوع انسان کی ہدایت و سادت کے لئے ایک خاص ذمہ دار قزم اور حکومت قائم ہو کہ وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں اس طرح تقسیم کرے کہ کائنات ارضی کا کوئی فرد بھی اس کے فیوضات سے محروم نہ رہے۔ اور ظلم و جور، ضلالت و طغیان کو کرہ ارضی سے نیست و نابود کر دے ! اور امن و سکون اور راحت و طمانیت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے ! اب خلافت کے لغوی و اصلاحی معنی کے لحاظ سے اس کی جامع اور مانع تعریف جو علماء و محققین نے پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے :

خلافت راشدہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نگاہ میں

ہی، الریاسة العامة فی التصدی لاقامة الدین  
 باحیاء العلم الدینیة و اقامة الرکات الاسلامیة



وَالْقِيَامَ بِالْجِهَادِ وَمَا يَتَلَوُّ بِهِ مِنْ تَرْتِيبِ الْجِيوشِ  
وَالْفُرُصِ لِلْمَقَاتِلَةِ وَاعْطَاءِ مَنْ مِنَ الْفَيْئِ وَالْقِيَامَ  
بِالْقَضَاءِ وَاقَامَةِ الْحُدُودِ وَرَفْعِ الْمَظَالِمِ وَالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ  
وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ نِيَابَةً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ (ازالۃ الخفاصہ ۲۸)

یعنی خلافتِ عامہ وہ عمومی ریاست ہے جو اقامتِ  
دین کے لئے بالفعل بحیثیت نیابتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ امور ذیلی  
موضوع وجود میں آئی ہو (ان امور میں) علوم دینیہ کا زندہ کرنا، ارکانِ اسلام  
کا قائم کرنا۔ جہاد اور جہاد سے متعلق چیزوں کا جاری کرنا، جیسے لشکروں کا  
ترتیب دینا، سپاہیوں کو تنخواہ دینا، اور ان پر مالِ غنیمت کو تقسیم  
کرنا، اور قضا و حدود قائم کرنا، مظالم کا دور کرنا،  
اس تعریف کے پیش نظر وہی حضرات شرعی خلفاء، اور آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور قائم مقام سمجھے جائیں گے جو محض احیاء  
علوم اسلامیہ کی خاطر زمامِ اقتدار ہاتھ میں لے کر خادمِ قوم کی حیثیت  
سے قوم کو اوج کمال تک پہنچانے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں؛ جیسا  
کہ حضراتِ خلفاء و اربعہ نے پیش کیا :

# خلافتِ خاصہ

خلافتِ راشدہ خاصہ جس کو خلافت علی منہاج النبوت بھی کہتے ہیں یہ درجہ خلافت کا سوائے ان حضرات کے جو مہاجرین اولین میں سے ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام مشاہد خیر میں مثل بدر، حدیبیہ، تبوک وغیرہ کے شریک رہے ہوں اور آیات الہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عالی مرتبت ہونا بیان فرمایا ہو اور ان کے مستحق خلافت ہونے کی بھی بشارت دی ہو۔

خلافتِ خاصہ میں نبوت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس پردہ بیٹھے ہوئے ہیں اور خلیفہ راشد مثل بے جان لکڑی کے آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جس طرح چاہتے ہیں ان کو حرکت دیتے ہیں اور جو کام چاہتے ہیں ان سے لیتے ہیں۔ یہ مرتبہ عالی خلفاء اربعہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ کو حاصل ہوا ہے اسی درجہ کو خلافت علی منہاج النبوت خلافتِ رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے:

## شروطِ خلافت

خلافتِ شرعیہ کے تحقق فی الخارج کے واسطے

حسب ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

علم، عدالت، کفالت، سلامتی حواس و اعضاء

پورا ملے اور عمل کے لئے از بس ضروری ہے ! اور قریشی النسب ہونا، اور خلافت کے واسطے اجتہادی درجہ کا علم ضروری ہے تقلیدی حیثیت کا علم کافی نہیں۔ اس لئے کہ خلیفہ کیلئے محض تقلیدی علم باعث نقص ہے۔

امامت و خلافت تمام احوال و اوصاف میں کمال کو چاہتی ہے اس کو چھ میں نقص کا لذر نہیں ہو سکتا۔ لہذا خلیفہ کا مجتہد ہونا ضروری ہے۔ شرعاً الت اس بناء پر ضروری اور لازمی ہے کہ خلافت ایک ایسا منصب و حیثیت ہے جو تمام ان منصبوں کی نگرانی کرتا ہے جن میں عدالت شرط ہے تو خلافت میں بدعتہ اولیٰ عدالت شرط ہونی چاہیئے ! لہذا فاسق و فاجر خلیفہ نہیں ہو سکتا شرط کفالت سے یہ مراد ہے کہ خلیفہ حدود شرعی قائم کرنے اور جنگ و صلح میں شریک ہونے میں بے دھڑک اور جبری ہو !

## انتخاب خلافت کے طریقے

طریقہ اول اہل حل و عقد کا انتخاب ہے یعنی اہل علم اور فاضلوں اور سرداروں اور نامور لوگوں کے بیعت کر لینے سے خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے انتخاب خلافت کے واسطے تمام بلاد اسلامیہ کے اہل حل و عقد کا مشفق ہونا شرط نہیں بلکہ انہیں اہل حل و عقد کا بیعت کر لینا کافی ہے جو آسانی سے موجود ہو سکیں۔ کیونکہ یہ محال ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انتخاب

اسی پہلو سے ہوا :-

دوم شواہد اور انتخابِ خلافت کا یہ ہے کہ خلیفہ وقت کسی ایسے  
 شخص کو خلیفہ منتخب کر لے جو شرائطِ خلافت کا جامع ہو اور لوگوں کے  
 اسے اپنے انتخاب کی تصریح کر دے اور تمام مسلمانوں کو اس کے اتباع  
 اور نیت کرے ، قوم کو لازم ہے کہ اسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے !  
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انتخاب اسی طریقہ سے ہوا ۔

انتخابِ خلافت کا تیسرا طریقہ مجلسِ شوریٰ کا قیام ہے کہ خلیفہ وقت  
 یہ معاملہ جامعینِ شرائطِ خلافت کی ایک جماعت کے سپرد کر دے کہ اس جماعت  
 میں سے جس کو اہل مشورہ منتخب کر لیں وہی خلیفہ ہوگا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 کی خلافت کا انفرادی طریقہ سے ہوا تھا ۔

چوتھا راستہ استدلال ہے کہ انتقالِ خلیفہ کے بعد کوئی شخص اہل  
 حل و عقد کے منتخب کئے بغیر اور بلا انتخاب خلیفہ سابق خلافت پر قابو پالے  
 اور عوام کو تابع قلوب یا جنگ و پیکار سے اپنا مہمزا بنالے یہ شخص بھی  
 خلیفہ گردانا جائے گا اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا ہر شخص پر لازم  
 ہوگی بشرطیکہ اس کے احکام خلافِ شریعت نہ ہوں ، اس طریقہ کی دو مثالیں  
 ہیں ایک یہ کہ طاقت سے غلبہ پا لینے والے کے اندر خلافت کی تمام شرطیں  
 پائی جاتی ہوں اور صلح و تدبیر کے ذریعہ کسی ناجائز امر شرعی کا مرتکب ہونے  
 بغیر مخالفین کی مدافعت کرتا ہو تو اس قسم کا انتقاد بھی ضرورت کے وقت  
 جائز ہے ۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت کا انتقاد حضرت علی

المرتضیٰ رحمہ کی وفات اور حضرت حسن رحمہ کے صلح کر لینے کے بعد اسی طریقہ پر ہوا تھا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ قوت سے غلبہ پالینے والے کے اندر خلافت کی شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور مخالفین خلافت کے ساتھ قتل و غارت گری اور ارتکاب جرم سے کام لے یہ قسم ناجائز ہے اور اس کا مرتکب گنہگار (یہ تمام چیزیں انالۃ الخفا سے لی گئی ہیں) !

## خلافت حضرت علی المرتضیٰ رحمہ

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کے متعلق جناب محمود احمد صاحب عباسی نے جو خیال آرائی فرمائی ہے اس سے ان کے مذہبی نقطہ نظر کی پوری عکاسی ہوتی ہے کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ؟ اور اہل سنت والجماعت کے عقاید و نظریات سے وہ کس قدر لبید ہیں فی الحقیقت اسلامی نظریات وہی تصور کئے جائیں گے جو خیر القرون سے لے کر آج تک بالتواتر بالاتفاق ہر دور کے اہل حق کے تعامل سے ہم تک پہنچے ہیں محض کسی چیز کا کسی کتاب میں مذکور ہونا اس کی صحت کیلئے کافی نہیں، تاہم قلیک علماء و محققین کے تعامل سے اس کی تصدیق نہ کرائی جائے بلکہ ان کے تعامل کے برعکس جو چیز بھی پیش کی جائے گی وہ محض گمراہی ہوگی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ سُبُلَ الْمُؤْمِنِينَ فَاُولَٰئِكَ مَا تَأْتِي



وَلَفُئِلِيْهِ جَهَنَّمُ وَ سَاعَاتُ مَصِيْرَاهُ  
 اور جو بھی عامۃ المسلمین کے طریق زندگی کو چھوڑ کر کوئی دوسرا  
 راستہ اختیار کرے گا ہم اسے ادھر ہی لٹا دیں گے جہر  
 وہ جا رہا ہے اور ہم اسے جہنم داخل کر دیں گے جو بہت ہی  
 برا ٹھکانا ہے :-

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے  
 لَا يَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ ط  
 کہ میری اُمت گمراہی پر کبھی مجتمع نہیں ہوگی !  
 دیکھنے یزید اور اس کی خلافتِ شرعیہ کے بارے میں بعض  
 یہی نہیں کہ صرف علماء و ربانی یزید کے فتن و فحور اور اس کی خلافت  
 غیر شرعیہ کے قائل و معتقد رہے ہوں اور تاریخی ثبوت اس کے  
 خلاف ہو بلکہ جہاں تاویل اُمت سے یزید کا فتن و فحور ہم تک پہنچا  
 ہے وہاں صحیح و معتدل تاریخی شواہد و واقعات کے انبار موجود ہیں  
 جن سے خود جناب محمود احمد عباسی صاحب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ  
 رہ سکے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اور حوالہ جات کے پیش کرنے  
 میں حقائق پر پردہ ڈالنے کی جو ناکام کوشش کی گئی ہے وہ  
 حقیقت شناس حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا مختصر خاکہ  
 اور عباسی صاحب کے ریسرچ کی حقیقت آئندہ اوراق میں ملاحظہ کیجئے  
 سب سے پہلے حضرت علیؑ کی خلافتِ راشدہ کے بارے

میں تحریر ملاحظہ ہو اور ساتھ ساتھ اصل واقعات سے بھی روشناس  
ہونے چاہیے :۔

یہ بیعت چونکہ باغیوں اور تائیکوں کی تائید بلکہ  
امراء سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان  
ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق  
قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی۔ نیز قاتلین  
سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا تھا اور نہ  
قصاص لئے جانے کا کوئی امکان باقی رہا تھا کیونکہ  
یہ باغی اور قاتل اور اس گروہ کے بانی سبائی عبداللہ  
بن سبا مباہلین کے گروہ میں نہ صرف شامل بلکہ  
سیاست و وقت پر اثر انداز ہے اکابر صحابہ نے بیعت  
کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی  
(خلافت معاویہ دینید مست)

ناظرین کرام مذکورہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں کہ  
عباسی صاحب نے یہاں اور اس کے علاوہ جہاں بھی حضرت علی المرتضیٰ  
کی خلافت کا تذکرہ کیا ہے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ  
حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت محض سبائی گروہ کے اثر کا نتیجہ ہے  
ورنہ حقیقت اس کے برعکس تھی، اسی لئے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے  
بیعت کرنے سے گریز کیا بلکہ مزید براں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے قتل میں حضرت علی المرتضیٰ کا ہاتھ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے  
 جیسا کہ ان کے اس بیان "اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے  
 محبوب خلیفہ راشد کو ظلم اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی  
 تھی" سے ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا کہ  
 سبائی گروہ کی طاقت کے بل بوتے پر اپنی خلافت کو قائم کیا، اب ابی بصیرت  
 حضرات اندازہ لگائیں کہ اگر واقعی صورتِ حالی یہی تھی جو عباسی صاحب نے بیان  
 فرمائی ہے تو پھر صحابہ کرام اور دیگر صلحاء امت کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی  
 اللہ عنہ کی ذات سے عدم مخالفت اور خلافت پر اعتراض نہ کرنے کا موقف کیسے اور  
 کیوں کہ صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس لئے کہ ایسے حالات میں امت پر  
 مزہوری تھا کہ حضرت علی کی ذات گرامی اور ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر  
 شدید ترین بینواری کا اظہار فرما کر احکام اسلامی کے منشاء کی تکمیل فرمانے  
 بلکہ ان حضرات کا موقف جو عباسی صاحب نے پیش فرمایا ہے خصوصی ترجمہ کا  
 محتاج ہے

### خلافت مرتضوی اور صحابہ کا موقف

عباسی صاحب فرماتے ہیں :- ان صل و عقد کو جس میں صحابہ کبار کی  
 جماعت شامل تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات سے کوئی مخالفت نہ تھی اور نہ  
 ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر کسی قسم کا اعتراض تھا (خلافتِ سعادیہ دینید  
 عباسی صاحب کے اس بیان کے پیش نظر اگر قیام خلافت حضرت علی المرتضیٰ

کے بارے میں جو ادبیاریاں ہوا ہے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ان اہل حل و عقد جن میں اکابر صحابہؓ رضی اللہ عنہم کی جماعت شامل تھی کے مستحق کیا رائے قائم کی جائیگی کیا ان کی حرارتِ دینیہ ختم ہو چکی تھی؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت کا اثر ان کے قلوب سے زائل ہو گیا تھا؟ کیا وہ مدائین فی الدین تھے؟ کہ وہ ایسے شخص کی ذات اور اس کے خلیفہ منتخب ہونے پر مسترضی نہ ہوئے کہ جس کی خلافت ہی حضرت عثمانؓ جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گردہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی،

عباسی صاحب کے اپنے اقرار کے مطابق صحابہ کرام کا حضرت علیؓ اور ان کے خلیفہ منتخب ہونے پر مسترضی نہ ہونا اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ ان کی خلافت کے بارے میں عباسی صاحب نے محض کذب و افتراء سے کام لیا ہے

## رلسیرچ یا رقابتِ خاندانی؟

خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق عباسی صاحب کے مذکورہ بالا حوالہ کے علاوہ بری ذہنیت کا جو مظاہرہ کیا ہے اور رقابتِ خاندانی کی جو بری مثال قائم کی ہے غسوسی توبہ کی محتاج ہے۔

حضرت موصوف کی یہ رائے اجتہادی تھی یا بے بسی اور بھوری نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی سمیت پر تمام امت مجتمع تھی، اتحاد و اتفاق تھا، کفار کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیاں تھیں، بڑے بڑے ملک فتح ہوئے مگر

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ کوئی جہاد ہوا نہ کوئی شہر اور ملک  
فتح ہوا نہ ملت ان کی سبقت پر مجتمع ہوئی آپس میں ہی تلواریں  
چلتی رہیں خلافت مادیہ دیریدر صد ۴۰

اس سے آگے فراتے ہیں ۔

” سبائیوں کی من مانی حرکات دیکھ کر کہ جو چاہتے حضرت  
علی رضی اللہ عنہ سے کرا لیتے ہیں ان کے بعض عزیز قریب بھی بیزار  
ہو گئے : حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر بزرگ حضرت عقیلؓ کی  
دور بین نگاہوں نے اس صورتِ حال کا جائزہ لے لیا تھا اور  
سمجھ گئے تھے کہ ان کے گرد و پیش جو لوگ سبائی پارٹی کے ہیں  
وہ ملت کا بیڑا غرق کئے بغیر نہ رہیں گے (ع ۵)

عباسی صاحب نے خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو خامہ فرسائی  
کی ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں خلافت کی  
عظیم ترین ذمہ داریاں سمجھانے کی قابلیت نہیں تھی جس کی ذمہ داریاں ان  
کے دورِ خلافت کے واقعات ہیں ۔ بلکہ وہ نہ سبائی گروہ کے غرضوں میں  
گھسکتے رہے ، سبائی گروہ جو جائزہ ناجائزہ کام کرنا چاہتا تھا ان سے  
کر دالیتا ، جس کی وجہ سے ان کے بعض عزیز قریب بھی حضرت علی رضی  
اللہ عنہ سے بیزار ہو گئے جیسا کہ حضرت عقیلؓ کے الگ ہونے کی ذمہ داریاں موجود  
اب ان کی جرأت کا اندازہ لگا لیے کہ خاتم الخلفاء والراشدین  
حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق اس قدر غلط اور ناجائز پردہ پیگندہ کہ جس سے



ایک ادنیٰ مسلمان کا دل بھی لرز جاتا ہے کہ جس کی تطہیر خود رب العزت  
نے اپنی کتاب لاریب میں

يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الرِّجْسَ أَهْلَ  
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

بیان فرمائی ہو کہ اے اہل بیت ! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دور کر دے  
تم سے ہر قسم کی ناپاکی اور آلائش کو اور یہ کہ تم کو بالکل پاک کر دے !  
اس آیت کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ رضی  
حضرت علی رضی حضرت حسن رضی اور حضرت حسین رضی کو ایک کھیل میں لے کر  
بھیجے گئے ! اور ہاتھ اٹھا کر دربار ایزدی میں دعا کی کہ یا اہلی یہ میرے  
اہل بیت ہیں تو انہیں ہر قسم کی ناپاکی سے پاک فرما !

اب فرمانِ ربانی اور دعائے محبوب سبحانی کے پیش نظر کیا اس  
خاندانِ دہلید اہل بیت مثلاً ازواجِ مطہرات میں سے کسی ایک کے متعلق  
مجھے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی ناجائز فعل کا مرتکب ہوتے رہے  
ہوں یا کسی گروہ کے ہاتھوں میں کھیلنے رہے ہوں، کسی دشمنِ اسلام  
گروہ کے ہاتھ میں کھیلنے والا خلیفہ راشد کیسے ؟ اور نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی دعا مبارکہ کا کیا اثر ہوا ؟ جبکہ فرمانِ ربانی کے متعلق ایمان و  
یقین کی کیا صورت ہوگی ؟

حاکم نے ام سلمہ رضی سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولِ خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ قرآن

قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے، یہ دونوں ایک دوسرے  
 سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں،  
 ازالة الخفاء حصہ سوم ص ۲۵

### معارضہ

اب ہم جناب محمد و احمد صاحب عباسی کا بیان جو انہوں نے حضرت  
 امیر معاویہؓ کے حق میں اشاعتِ دوم میں دیا ہے کہ ان کے اس بیان  
 کے معارضے میں پیش کرتے ہیں۔ اولاً محض غم کہ ملا علیؒ فرمائیے !  
 ایک عالم نے اموی فرماؤں کی حکومت کے بارے میں حقیقت  
 سے نقاب کشائی کے پیش نظر ایک بیان سپرد قلم کیا جس  
 کا حصہ نقل کر کے عباسی صاحب نے تنقید فرمائی ہے  
 ”اموی فرماؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت  
 نہ تھی، ان کی حکومت اپنی روح میں اسلام کی روح سے  
 ہٹی ہوئی تھی ان (۶۶) فرق کو ان کی حکومت کے آغاز  
 ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا چنانچہ اس حکومت کے بانی امیر  
 معاویہؓ کا اپنا قول یہ تھا انا اول الملوك دیں سب سے  
 پہلا بادشاہ ہوں،“

اس پر عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ اموی خلافت کے ان بہترین  
 اور مستور ترین ایام کو بدترین اور سیاہ ترین ثابت کرنے کی کوشش  
 کی جا رہی ہے۔ ہمارے زمانے کے ایک فاطمی عالم صاحب نے جو

اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کا معتقد اور دین کا پیشوا سمجھتے ہیں یہ باور  
 کرنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مہذا اللہ ناکام رہی اور  
 آپ کی امت تیس چالیس برس بھی آپ کا برپا کردہ نظام آپ کے بعد برقرار  
 نہ رکھ سکی۔

اس سے چند مسئلے آگے فرماتے ہیں

گو یا اللہ تعالیٰ نے جس ذات گرامی کو کھام بربر (عق) میں  
 شامل فرمایا یعنی بہت ہی بزرگ اور پاکیزہ گروہ میں اور جن کے متعلق خدا فرمایا  
 وَكَلَّمَ اللَّهُ الْحَمْدُ ان سب سے اللہ نے حسن سلوک کا  
 وعدہ کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے بارے میں دعا فرمائی  
 کہ اللہ تعالیٰ انہیں درپردہ ہدایت بنائے، صحابہ کرام جنہیں اپنا متفق علیہام  
 مانا، اور ان پر اجماع کو اپنا مبارک دور جانا، حضرت حسن، حسین، زین  
 اور دوسرے اکابر اہل بیت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ  
 بن جعفر طیار، وغیرہ ہم نے جن سے بیعت کی وہ ان صاحب کے نزدیک  
 جمہوریت اس، ظالم اور مبتدع تھے

(خلافتِ مہادیہ دیرپا شائع دوم)

حضرت امیر مہادیہ کو اگر ایک حیثیت سے بادشاہ کہنا جرم ہے کہ جس  
 کی وجہ سے آنحضرتؐ کے برپا کردہ نظام اور دعوت ناکام ہوئے پر محمول  
 کیا جاسکتا ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کی ذات اور ان کی خلافت  
 کے بارے میں جناب عباسی صاحب نے جو کچھ سپرد قلم کیا ہے وہ رلیسرح



کا نتیجہ ہے یا رتابتِ خاندانی کا بدترین مظاہرہ ہے ۔

عقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لفظ بادشاہ استعمال کرنا ہی حرمتِ اسلام اور آپ کے برپا کردہ نظام کے باقی نہ رہنے کے مترادف ہے تو

میر خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق یہ تحریر کرنا کہ ان کی خلافت

ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے محبوبِ خلیفہ راشد کو ظلم اور

لاحق قتل کر کے سبائی کردہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی ، اور سبائی کردہ

جو چاہتا ان سے کروالیتا جس کی وجہ سے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کے بار بزرگ ان سے علیحدہ ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے

اور یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانہ خلافت میں نہ کوئی ملک فتح ہوا

اور نہ جہادی سرگرمیاں رہیں بلکہ مسلمانوں کی آپس میں تلواریں چلتی رہیں

کیا حرمتِ اسلام اور آپ کی دعوت کی کامیابی پر محمول کیا جائے گا غالباً

عباسی صاحب ایک آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ انہیں جہاں

حضرت امیر معاویہ کے مناقب نظر آتے ہیں وہاں حضرت علی کے فضائل

کیوں نظر نہیں آتے ؟ رتابتِ خاندانی کی عینک لگانے کا نتیجہ تو یہی ہوگا

ذَٰلِكَ هَبَّ اللَّهُ رِيحَهُ وَ تَوَكَّهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصَرُونَ

اللہ تعالیٰ نے ان سے روشنی چھین لی اور انہیں ایسے

اندھیروں میں چھوڑ دیا گیا جہاں کچھ نظر نہیں آتا ۔

اربع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی خلافت کے انعقاد کا طریق

کار اور دیگر واقعات کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے ، اس کے بعد عباسی صاحب

کے پیش کردہ حوالہ جات کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ حقیقت واضح ہو جائے

## التقاء خلافت علی المرتضیٰ کا اجمالی تعارف

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ثانی کو جب ایک بد بخت نصرانی غلام ابو لؤلؤ نے فخر سے زخمی کر دیا اور شہادت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے تو امتیار و مصلحت کے تقاضے پر آپؑ نے انتخاب خلیفہ کیلئے چند حضرات کو اہل شوریٰ مقرر کر کے یہ فرما دیا کہ ان میں سے جس کو مناسب سمجھو خلیفہ منتخب کر لیا۔ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر  
حضرت عبدالرحمن، حضرت سعد،

حضرت عمر فاروق اعظم کے دفن و کفن سے فارغ ہونے پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا کہ خلافت کا کام تین حضرات کے سپرد کر دو، تاکہ انتخاب خلیفہ میں سہولت ہو جائے :

حضرت زبیر نے اپنے حقوق حضرت علی المرتضیٰ کو سونپ دئے اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے حقوق دیدئے، اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا کہ میں خلافت کا خواہش مند نہیں ہوں۔ اب خلافت کے حقدار اہل محل و عقد کے اجماع سے عرف حضرت عثمانؓ رہا اور حضرت علی المرتضیٰؓ رہا باقی رہ گئے : ان دو حضرات میں سے جب تک کوئی بھی زندہ رہے گا وہی حقدار خلافت

سمجھا جائے گا۔

چنانچہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خواہش پر انتخاب خلافت کے لئے مقدم رکھے گئے لیکن بعض مسلمان نہ یہودی حضرت عثمان ذی النورین کی خلافت کو نا کام بنانے میں مصروف رہے، ان کی خلافت کے بعض واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا اور نوبت بایں جا رسید کہ بلوایوں نے حضرت عثمان ذی النورین کے مکان کا محاصرہ کر لیا، بعض صحابہؓ نے بلوایوں کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی اور بعض اقباء امت نے تو بلوایوں سے برا کر جام شہادت نوش کر لیا لیکن دیگر صحابہ کرام کی کوششوں کے باوجود بلوائی اپنے غلام فاسد سے باز نہ آئے !

تو حضرت علی المرتضیٰ نے جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت حسن و حسینؓ کو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کے دروازہ پر نگران مقرر کیا تاہم ان کرام اندازہ لگائیں کہ جس شخصیت کے سپرہ دار حضرت حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں وہ ہستی خالق کائنات کے نزدیک کتنی محبوب و مقبول ہوگی ؟

اسی طرح حضرت طلحہ و زبیرؓ نے بھی اپنے صاحب زادوں کو حضرت عثمان ذی النورین کے دروازہ پر سپرہ دار مقرر کیا تاکہ بلوائی اندر نہ داخل ہو سکیں لیکن حضرت عثمانؓ غنی رضی اللہ عنہ کے ایک متصل مکان میں داخل ہو کر اور دیوار پھانڈ کر ایک جماعت ان کے مکان کے اندر داخل ہو گئی ! ان میں سے کنانہ بن لبشیر تھے آتے ہی تلوار چلائی لیکن حضرت عثمانؓ غنی رضی اللہ عنہ

کی جیوری ناکہ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا ان کی انگلیاں کٹ کر الگ  
جا پڑیں پھر دوسرا دیکھا جس سے آپ شہید ہو گئے، اس وقت آپ تلاوت قرآن  
کریم میں مصروف تھے، خون کے قطرات اس آیت پر گرے  
فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی جنتی نور جنانوں کی نگرانی میں جنت الفردوس  
میں جا گریں ہوئے رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ،

اور خلافت کی ڈنگمگاتی ہوئی کشتی کو سنبالنے کے واسطے اکابرین امت  
حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو خلافت کا بارگاہ  
اٹھانے پر مجبور کیا۔ علامہ ابن حجر رحمہ نے اس وقت کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ  
بلاشبہ لکھنؤ ہے :

وَجَاءَ النَّاسُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ فَقَالُوا  
يَا فَمَدِيدُكَ يَا فَمَدِينُكَ يَا فَمَدِينُكَ  
عَلَيْهِمْ كَيْسٌ ذَاكَ الْيَوْمَ انْتَابُوا إِلَيْهِ  
کہ عروسی آئی اسی دن

إِلَى أَهْلِ بَلَدٍ مِنْ رَضِيَ بِهِ أَهْلُ بَلَدٍ  
نَهْوَ خَلِيفَةٍ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَلَدٍ  
إِلَّا قَامَ عَلَيْهِ فَقَالُوا مَا نَرَى أَحَدًا  
بِهَا عَمَلُكَ فَمَدِيدُكَ يَا لَيْعًا  
سوا حق مقررہ ملک سے زیادہ خلافت کا حقدار اور کسی کو نہیں  
دیکھتے ہیں پھیلاؤ اپنا ہاتھ : سمیت کریں ہم آپ کی پس بیت کی ان تمام نے حضرت علی کی

## شرح عقائد نسفی

امام اہل سنت والجماعت معنف شرح عقاید نسفی نے حضرت  
علی المرتضیٰؑ کی خلافت کا جو اجمالی نقشہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے ناظرین  
فاجتمع کبار المہاجرین والانصار علی علیؑ والتمسوا منه  
قول الخلافۃ ویا یعُوہ لہما کائن افضل اہل عصوۃ و  
اہل الخلافۃ و ما وقع من المخالفات والمحابات  
لہ یکن من نزاع فی خلافتہ بل عن خطایہ فی الاجتہاد  
شرح عقائد نسفی ص ۱۱

پس جمع ہوئے اکابر مہاجرین اور انصار حضرت علیؑ کے پاس  
اور انہوں نے ان سے خلافت قبول کرنے کی، اور صحبت کی انہوں نے حضرت علیؑ  
سے کیونکہ آپ اپنے معاصر سب افضل تھے، اور سب سے زیادہ مقدار  
تھے ان سب سے خلافت میں اور وہ اختلافات اور لڑائیاں جو آپس میں  
ہوئیں وہ خلافت مرتضوی میں نزاع نہ تھا بلکہ خط و اجتہاد ہی کی بنا پر یہ  
اختلافات وقوع پذیر ہوئے !

شرح عقاید نسفی تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے جس سے  
اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، حضرت سیدنا علیؑ کی شخصیت محتاج  
تعارف نہیں انہوں نے خلافت علی المرتضیٰؑ کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ خصوصی  
توجہ کا محتاج ہے !



فعرضوا الخلافة على علي بن ابي طالب فامتنع عليهم واعظم قتل عثمان و  
 لزم بيته ، ثم عرضوها لبعده علي طلحة فاجبه بذلك وكرهه  
 ثم عرضوها على الزبير فامتنع ايضا اعظاما لقتل عثمان فلما  
 مضت ثلثة ايام من قتله اجتمع المهاجرون والانصار  
 وسالوا عليا وناشدوه بالله في حفظ الاسلام وصيانة دار الهجرة  
 (النسخة من الله عليه وسلم) فقبلها بعد شدة راجع انه رآه مصلحة  
 لهم وعلم انه اعلم منهم بفتح من الصباية وافضلهم واولهم  
 به ذبايحوه ، (شرح فقه اكبر ص ۵)

پیش کیا انہوں نے خلافت کو حضرت علی بن ابی طالب ، حضرت عثمان  
 کے ساتھ قتل کرنا اور عظیمی کیرجہ سے پس حضرت علی نے قبول  
 خلافت سے انکار کر دیا اور کمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی ، پھر  
 پیش کیا حضرت طلحہ و زبیر تو انکار کیا انہوں نے یہی اور بُرا جانا  
 قبول خلافت کو ، پھر پیش کیا خلافت کو حضرت زبیر بن  
 انہوں نے یہی ساتھ عظیمی کیرجہ سے انکار کر دیا ،

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین روز بعد تمام  
 مهاجرین اور انصار جمع ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے  
 خلافت قبول کرنے کی التجا کی ، اور قسم دی انہوں نے  
 (صحابہ کبار نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حفاظت اسلام  
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالہجرت یعنی مدینہ منورہ

کے بچاؤ کی ، پس قبول کیا خلافت کو شدتِ مطالبہ کے بعد  
اور اس میں معلوم کرنے کے بعد ، اور یہ کہ حضرت علی رضی  
المرتنی تمام باقی صحابہ سے زیادہ علم والے سب سے  
افضل اور ان تمام سے زیادہ لائق ہیں امور خلافت میں ، پس  
سبیت کی تمام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی کی ،

مذکورہ بالا حوالہ جات کے پیش نظر خلافتِ حضرت علی المرتضیٰ رضی نصف  
النہار کی مانند اپنی اصلی صورت میں سامنے آ جاتی ہے ، حضرت علی المرتضیٰ رضی  
نے صحابہ کرام کے اصرار پر خلافت کی ذمہ داریاں اٹھانے کو قبول فرمایا تھا  
اور جو لوگ انتخابِ خلافت کے اہل نہیں تھے ان کو صاف جواب دے دیا تھا  
کہ تمہارا انتخاب کہہ کر ہی حیثیت نہیں رکھتا ،

### مشاورتِ صحابہ کے وجوہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اور حضرت  
امیر معاویہ رضی کی سرگرمیوں اور حضرت ذہبیہ و حضرت طلحہ رضی اور حضرت علی رضی  
کی لڑائیوں کو ہم لوگ نہ مانہ کی مخالفتوں اور لڑائیوں پر قیاس کر کے بہت  
کچھ دھوکے اور غریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں ، ہم ان حضرات کے اخلاق  
کو جنہوں نے براہِ راست معلومِ اخلاق و رحمت کائنات و فیوضات سے  
اپنے گماہز باطن کو مستنیر فرمایا ہو اور جو سید الانبیاء و خاتم الرسل  
کے فیضانِ صحبت سے اس قدر کمالاتِ عالیہ پر فائز المرام ہوئے کہ  
تمام امتِ مسلمہ کے مسائلِ آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار دئے گئے ہیں

اپنے اخلاقی سپہ سالاروں سے ناپا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے  
بلکہ مقام غرور ہے کہ جنگِ حمل کے موقع پر حضرت طلحہ و زبیرؓ نے کس عزم  
و ہمت کے ساتھ مقابلہ اور موکہ آزمائی کی تیاری کی تھی، لیکن جب انکو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد دلائی گئی تو کس طرح عین وقت پر جبکہ  
ایک زبردست فوج جاں نثاروں کی ان کے قبضہ میں تھی وہ میدانِ جنگ سے  
جدا ہو گئے اس پر ان کو غیرت بھی دلائی گئی اور بزدلی بھی کہا گیا حالانکہ  
وہ لڑائی اور میدانِ جنگ کو کھیل تماشے سے زیادہ نہ سمجھتے تھے، ان کی  
خیمیشہ عیشہ بڑے بڑے میدانوں کو سر کرتی رہی، مگر انہوں نے کسی  
چیز کی بھی دین و ایمان کے مقابلہ میں پروا نہ کی، صرف ایک حدیث کو  
سننے ہی اپنی تمام کوششوں اور تمام امیدوں، اور تمام اولوالعزمیوں  
کو یک لخت ترک کر دیا، لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اندر  
جس قدر محالغیتیں اور لڑائیاں آج بھی پائی جاتی ہیں ان کے اسباب  
نفسانی خواہشات کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔

**ہادے** قلیلہ من عبادہ الشکور کے پیش نظر ایک عبادت  
اہل حق کی ضرور موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی لہذا الحب  
فی اللہ والبلضہ للہ کے مصداق اس کی محبت اور دشمنی بعض  
رضا واپنی پر مبنی ہے ان کی ہر صلاح اور لڑائی احکامِ اسلامی کے منشاء  
کے مطابق ہے، ان کا غا ہر باطن ایک ہونے کی وجہ سے مشابہت  
معاہدہ نہیں کوئی ایسی چیز ان کو نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے اختلاف کو



اسلاف سے بدظن کیا جاسکے ،

اس کے برخلاف بن کی ہر لڑائی اور ہر صلح نفسانی خرابیہاں پر  
 مبنی ہے اور دین کو دنیا پر قربان کرتے ، ہتے ہیں وہ اسلاف کے  
 لڑائی جگڑوں کو اپنے اوپر قیاس کر کے اخلاف کو اسلاف سے بدظن  
 کرنا شروع کرتے ہیں جیسا کہ عباسی صاحب یا ان جیسے دوسرے  
 افراد جو صحابہؓ پر ظلم و تشویش کرنے میں مصروف رہتے ہیں یہ محض ان کے  
 قلبی امرا من کا نتیجہ ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی بحکم ہدایت  
 ہے ، لیکن آئینہ میں جیسا کسی کا چہرہ ہوگا ویسا ہی نظر آئے گا ۔ لہذا  
 صحابہ کرام کی لڑائیوں کو اپنے اوپر قیاس کر کے نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا  
 صحابہ کرام کے مشاجرات سے ان پر محبت نبویؐ کا اثر نہ ہونے کا پردہ بگینہ  
 کرنا کہ ان حضرت کے بعد ان کی حالت تبدیل ہو گئی تھی ، سراسر گمراہی اور  
 بے دینی ہے بلکہ صحابہ کرام کے تمام اختلافات ان کے اجتہادات پر مبنی  
 تھے ، ان میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوئی تو وہ اجتہادی غلطی تھی ،  
 منیت اور ارادے پر مبنی تھی ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و  
 دانستہ شریعت اسلام اور احکام خداوندی اور ارشادات نبویؐ  
 کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا ، ان میں سے جس نے بھی جو کچھ کیا وہ اپنے  
 نزدیک حق سمجھ کر کیا ،

ان اختلافات کے رہنما ہونے اور قرن اولیٰ ہی میں آپس کے  
 مشاجرات سے شدید خون ریزی کے آخر کو لئے اسباب تھے جن

کی وجہ سے اس قدر متحرک آرائی ہوئی کہ ہزار ہا قیمتی جانیں ضائع ہوئیں  
اور ہر گزراہ و بے دین کو اپنی دوکانداری کو فروغ دینے کا موقع  
مل گیا الا اننا بترشحہا بینہ کے مطابق ان کے مذہبی اختلافات  
کی وجہ سے ایک جاہل مطلق بھی حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین  
کے خلاف غلط پروپیگنڈا کر کے محقق و بے لاگ ہونے کا مدعی بنے اور  
دارالتقیف قائم کر کے مسلمانوں کی مصالح و مفاد کو ہٹا پھرتے ،

اصلی واقعات کے پیش نظر کسی بھی صحابی روز کے متعلق سوء ظن کا  
ایک ادنیٰ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ؛ اختلافات کے اسباب سمجھنے  
کے واسطے خلافت عثمانی رض کے آخری دور اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
کی شہادت کے پیش آنے کے واقعات کا اوجہالی تہارف ضروری ہے

## خلافت عثمانی و شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاج تہارف نہیں  
ان کی مفضیلت کا محض اس ایک واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں  
گزرے جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں ، یہ رتبہ  
صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملا کہ ان کے عقید میں سید الانبیاء و خاتم  
المرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ان کی

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دامادی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہ

وفات کے بعد حضرت کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم آئی : اسی وجہ سے ان کو ذی النورین کہا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ ان کے اس قدر فضائل ہیں کہ جن کیلئے ایک دفتر درکار ہے ، باقی ان کی خلافت کے انتقاد کا طریقہ پہلے درج کیا جا چکا ہے ، ان کی خلافت بارہ سال رہی ، نصف اول میں حالات بہت اچھے رہے لیکن نصف آخر میں جب مسلم نما یہودیوں نے اپنے غلط عقاید کے پیش نظر ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت معرکہ کوفہ اور لجرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایات میں مدینہ والوں کے پاس پہنچا کر پھیلنے شروع کئے ، ساتھ ہی لجرہ والوں نے کوفہ اور لجرہ سے خطوط ارسال کئے کہ یہاں کے گورنروں نے ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھا ہے اور رعایا پر عرصہ عیات تنگ کر رکھا ہے ،

اسی طرح لجرہ اور کوفہ سے معرہ والوں کے پاس خطوط ارسال کئے اور لجرہ ، دمعہ و دمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط پہنچنے لگے ، چونکہ

بقیہ حاشیہ ص ۱ - پیغمبر کی بیٹیاں نہ تھیں ، بلکہ خدیجہ کی بیٹیاں پہلے شوہر سے تھیں ، مگر یہ قول بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے ، نبی البلاغت میں ہے کہ جب جناب امیر سفیدان خواہوں کی طرف سے وکیل بن کر عثمانؓ کو سمجھانے گئے اور اس وقت حضرت عثمانؓ کے بہت سے مناقب بیان کئے تو مسجد ان کے یہ بھی فرمایا و قد نلت من مصدرة الایالات ، اور بے شک پایا تو نے شرف رسولؐ کی دامادی کا جو ٹھہرنے نہ پایا تھا ، خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں لکھا ہے زادہ شد برائے ادا ضرر کہ پیش از رسالت او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم ،

کسی بھی جگہ عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا لہذا ہر جگہ کے باشندوں نے یہ سمجھا کہ ہمارے سوا تمام صوبوں اور شہروں کی رعایا پر ظلم و تشدد اور بے انصافی روار کھی جا رہی ہے اور حضرت عثمانؓ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدہ پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

اس قسم کے غلام پر دہکندہ اسے ملک میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور اکثر مسلمان اس کو حقیقت پر بخوبی کر کے حضرت عثمانؓ رحمہ سے بدظن ہونا شروع ہو گئے، دوسری طرف حضرت عثمانؓ رحمہ غنی عند التحقیق اپنے عاملوں کو چونکہ بے قصور پاتے لہذا وہ ان کو سزا دینے یا معزول کرنے میں سائل کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مدینہ منورہ میں حضرت عثمانؓ رحمہ غنی کے متعلق سرگوشیاں ہونا شروع ہوئیں !

صحابہ و غیر صحابہ اس بدترین عنف کی اسلام دشمنی اور ان کے عزائم فاسدہ سے بالکل بے خبر رہے ادھر یہ سازشکار گروہ عام مسلمانوں کو خلیفہ وقت سے متنفر کرنے اور ہر جگہ اپنے اکینٹ مقرر کرنے میں مصروف رہے۔

حضرت عثمانؓ ذی النرین نے ایک مجلس میں تمام اعتراضات کے جوابات دئے جو ان پر کئے جاتے تھے، تمام مقررین کو ساکت ہونا پڑا

لے ہاں جس کے متعلق ثبوت مہیا ہو جاتا اسے معزول کر دیتے !



اس لئے کہ ان کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جوابات کو رد کرنے کی کوئی دلیل نہ تھی لیکن شر پسند عناصر کو کچلنے کے بغیر مہیا بی سے بھگنا ہونا مشکل تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ میں اسی قدر سزا دے سکتا ہوں جب قدر قرآن و حدیث نے مقرر کی ہے ؛ جب تک میں کسی کو علانیہ مرتد ہوتے ہوئے نہ دیکھوں اس وقت تک کیسے کسی کو قتل کر سکتا ہوں ، باقی اپنے خلاف ہر ایک نقتے کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنے کا عزم رکھتا ہوں ،

دشمن اسلام گردہ عام مسلمانوں کو اس بات پر اپنا ہتھیال بناتا رہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے قابل نہیں ہیں اب ان کو مسز دل یا قتل کر دیا جائے اور اس گردہ کے آدمی جو مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ائمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے نام سے بہت سے خطوط لکھ کر کوفہ و بصرہ و مصر کے ان لوگوں کے نام روانہ کئے جہاں بزرگوں کے نام سے عقیدت رکھتے تھے ،

ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قابل نہیں رہے کہ ان کو تخت خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے ؛ مناسب یہی ہے اور امت مسلمہ کی فلاح و نجات اسی میں ہے کہ اس آئے واسے ماہِ ذی الحجہ میں اس ضروری کام کو سرانجام دیا جائے ؛ یہی وجہ تھی کہ ان تینوں صوبوں کے قافلے یہ مشہور کر کے کہ ہم حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں ہر ایک صوبہ سے ایک ایک ہزار آدمی مدینہ منورہ میں فساد مچانے اور قتل و

غارت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کو نے اہل  
مدینہ کے خواص کو اپنے ہتھیال نہ پا کہ مصلحت اندیشی پر عمل کیا اپنے  
عزائم فاسدہ کو پورا کرنے کی خاطر یہ تجویز پاس کی کہ تین وفد تمیزوں حضرات  
حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کریں  
کہ ہم موجودہ خلیفہ کو کسی صورت بھی پسند نہیں کرتے آپ ہم سے بیعت  
خلافت لے لیں، لیکن ان حضرات نے ان کی اس فرمائش کو سختی سے  
رد کر دیا جب کوئی صورت حال نظر نہ آئی تو مصر والوں نے حضرت علی رضی  
اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد چونکہ ظالم ہے ہم اس  
کو معزول کر کے بغیر مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے،

بلوایوں کے اصرار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صید پوری کرنے کا مشورہ دیا  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی تجویز پر محمد بن ابی بکر  
کو مصر کا عامل مقرر کر کے امارت مصر کا فرمان لکھ کر دیدیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ  
نے ان کو رخصت کر دیا کہ جاؤ تمہاری صید پوری ہو گئی، لیکن رخصت کرنے  
کے تیسرے یا چوتھے روز بعد باغیوں کی ساری حمیت تکبر کے نعرے بلند کرتی  
ہوئی مدینہ منورہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا غاصرہ کر لیا  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر انہوں نے بتلایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے  
ایک خط اپنے غلام کے ہاتھ عبداللہ بن سعد کے پاس مصر کی جانب روانہ  
کیا تھا جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب تمہارے پاس محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور

فلاں فلاں شخص پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا اور ہم نے وہ خطرہ سنبھال لیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلیفہ اس خط سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا لیکن بلوایوں نے مروان کا مطالبہ کیا کہ یہ اس کی شہادت ہے لہذا اس کو ہمارے حوالہ کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ جب اس خط کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور قتل از وقت ہی یہ خط پکڑ لیا گیا اور کوئی نقصان نہیں ہوا پھر اس کے کاتب کو سزائے قتل، یا ان کے سپرد کرنا جو اس کو قتل کر دیں کسی صورت بھی صحیح نہیں لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مردان کو ان کے حوالے نہ کرنے پر سہم رہے جس سے بلوایوں کے عزائم کو مزید تقویت حاصل ہونا شروع ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایوں نے شہید کر دیا۔

اب یہاں نہ حضرت عثمان کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی تباہی ہے جو کچھ کیا وہ اسی بدترین عنصر نے کیا جس نے اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے کہ خالی الدین انسان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے متنفر ہو کر بلوایوں کے ہتھیار نظر آنے لگے، اکابرین صحابہ بھی مطالبہ مروان، یعنی مروان کو مسلمانوں کے سپرد کرنے پر سہم رہے تاکہ مروان سے خط مذکورہ کے وجوہ منظر عام پر لا کر عوام الناس کی شورش اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بد اعتقادی کے غلط تاثر کو ختم کیا جائے دوسری جانب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ مروان کو ان کے سپرد کرنے کا بھی انجام ہو گا کہ وہ اس کو قتل کر دیں گے جو شرعی مہربان



کی گرد سے ناجائز ہے کیونکہ قبل از وقت خط کا پکڑا جانا جبکہ اس کی وجہ سے کوئی خود مرئی نہ ہوئی ہو خط لکھنے کے صلہ میں قتل کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟ دوسرے اس کا یقینی ثبوت بھی کوئی نہیں کہ واقعی اس کا لکھنے والا مروان ہی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ جعلی ہو اور بعض بلوائیوں کی سازش کا نتیجہ ہو جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اس کے جعلی ہونے کا اقرار کیا ہے ۔ تو ایسے حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موقف کی ہرگز تغلیط نہیں کی جاسکتی :

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں واقعہ مروان کی وجہ سے سبھا خوات عام مسلمانوں کے قلوب کو متاثر کر چکے تھے وہ اگرچہ غلط تھے لیکن ظاہری اعتبار سے حقیقت حال مشتبہ ہونے کی بنا پر عواماً مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں اس نظریہ کی تائید ہوتی تھی ، کہ مروان کو حوالہ نہ کہنے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قصور وار ہیں ۔

اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف مروان کے بارے میں جو کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اگرچہ درست تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر آخری لمحات تک ثابت قدم رہے ، اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہم مطالبہ مروان میں ان کے ساتھ تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ادلیٰ القدر بھی ان کے دہم و گمان میں نہ تھا اور نہ ہی بلوائیوں سے ان کو یہ امید تھی کہ واقعی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد کو قتل کر دیں گے ،

شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو اختلافات صحابہؓ میں پیدا ہوئے وہ سبھی اسی شہادت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے !

## اختلافات کی بنیاد ! شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی ذمہ داریاں

حضرت علی المرتضیٰ کی جانب منتقل ہو گئیں اس کے متصل ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص کا مطالبہ شروع ہوا کہ جن لوگوں نے ناحق خلیفہ مراءتہ کو قتل کیا ہے ان سے قصاص لینا ضروری ہے لیکن خلیفہ وقت حضرت علی المرتضیٰ وقتی حالات و مقتضیات کے پیش نظر اس میں متائل تھے ! طابین قصاص اس سے اسی شبہ میں مبتلا ہو گئے تاخیر قصاص کو جانب داری پر محمول کرنا شروع کر دیا اور ظاہری حالات بھی حضرت علی المرتضیٰ کے خلاف تھے !

باغیوں کا سردار محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پروردہ تھے اور شہادت عثمانی کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا انتقاد اور مطالبہ قصاص کے پورا کرنے میں تاخیر یہ ایسے امور تھے جن کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق سوءظنی کا پیدا ہونا مستبعد نہیں تھا ، یہ خطرا اجتہادی کا نتیجہ تھا تاخیر قصاص اور دوسری جانب طلب قصاص میں یہ دونوں امور اختلافی حدود کی تفسیح کا سبب بننے ، گو یا یہاں سے دو نظریے شروع ہوئے طابین قصاص کا نظریہ یہ تھا کہ جب تک طابین سے قصاص نہ لیا جائے حرمت خلافت برقرار نہیں رہ سکتی ، حضرت علی المرتضیٰ کا موقف بھی یہی تھا ، لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ فریق اہل ظہر اجتہادی کسی بناء پر موجودہ خلافت کے قیام کا ناگہی ہی نہ ہوا تھا

حضرت علی المرتضیٰ رحمہ فرماتے تھے کہ جب اہل مدینہ نے بیعت خلافت کر لی ہے تو خلافت مکمل ہو چکی ہے اب تمام پر بیعت خلافت لازمی اور ضروری ہے ورنہ حریت خلافت برقرار نہیں رہ سکتی :-

نتیجہ بحث یہ نکلا کہ طالبین قصاص اجتہادی خطا کی بناء پر موجودہ خلافت کے عدم قیام کے شبہ میں خلافت کے متقاضیوں میں طلب قصاص کے فرض سے نکل پڑے اور خلیفہ وقت حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے پیش نظر میدان میں صف آرا ہوئے : لیکن دونوں فریق محض دینی نقطہ نظر کے سامنے رکھ کر میدان میں نکلے تھے ، یہ ہے بنیادی اختلاف کا اجمالی نقشہ : باقی ابھی ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی سو و فنی بلکہ اس کا ادنیٰ تصور بھی ضبط اعمال کے لئے کافی ہے اس لئے کسی امتی کو کسی صورت میں بھی اپنے آقا و جوار مدینہ عبد الصلوٰۃ والسلام کے کسی بھی صحابی رحمہ کے بارے میں ان کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے حرف شکایت زبان پر لانا کسی طرح زیب نہیں دیتا ۔ یہ مشاجرات موافق مصالح ملیہ کے پیش نظر دم عثمان غنی کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے اور خلافت پر کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی : اور نہ خلافت کی وجہ سے یہ مشاجرات پیدا ہوئے :

یہاں اس سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ آخر تاخیر قصاص کی کیا وجہ تھی ؟ اگر حضرت علی رحمہ المرتضیٰ ثانیین سے قصاص لینے میں تاخیر نہ فرماتے تو ملت نقصان عظیم سے محفوظ رہتی :

## ایک اہم سوال !

جب حضرت عثمان ذی النورین رحمہ کو باغیوں نے غلام شہید کر دیا تو حضرت علی المرتضیٰ رحمہ پر لازم تھا کہ حضرت طلحہ رحمہ، حضرت زبیر رحمہ و ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رحمہ جیسے حضرات طلب قصاص میں پیش پیش باغیوں کو اس کی پاداش میں قتل کر کے ملت کو نقصانِ عظیم سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے تو حضرت علی رحمہ بجائے قصاص کے اس میں کیوں مانع رہے۔۔۔ ؟

**جواب !** امور مذکورہ کی وجہ سے جو خلیفہ راستہ حضرت عثمان غنی رحمہ کی شہادت کا سبب ہوئے عموماً ایسی فضا پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے قصاص میں عظیم دشواریاں پیدا ہو گئیں اس لئے کہ حالات اس قدر خراب ہو چکے تھے کہ خط مذکورہ کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رحمہ کے قتل کو تاویلِ باطل سے مباح سمجھا جانے لگا :

ایسے حالات میں اہلِ نبی کے واسطے شرعی قانون یہ ہے کہ اگر وہ امام اور اصحابِ عدل کے مطیع و فرمان بردار ہوں ایسی صورت میں جو ان سے جانی و مالی نقصان ہوا ہے اس کی وجہ سے نہ کوئی مواخذہ ہو گا اور نہ ہی ان کو قصاصاً قتل اور نہ دلی الدم کے ان کا حوالہ کرنا ضروری اور لازمی ہے خلیفہ وقت پر اہلِ نبی سے قصاص وغیرہ لینا اس وقت ضروری ہے

جب کہ ان کا دبدبہ ختم ہو چکا ہو اور ان کی جماعت متفرق ہو چکی ہو؛ اور  
اس کی وجہ سے امن و امان میں خلل واقع ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو لیکن  
یہاں صورت حال بالکل برعکس تھی کہ ان کی شرکت و دبدبہ اور ان کی طاقت  
برقرار تھی اور جو شخص طلب قصاص کا ارادہ کرے تو م کے عزائم اس کے  
خلاف خروج کرنے پر پختہ تھے ایسے اسباب کے مہیا ہونے پر ان سے  
انگامی اور اعراض ہی بہتر تھا

اور دوسرے یہ کہ قاتلین اور سازش قتل کے شرکاء کا تعین شہادتوں  
کے ذریعہ امر مشتبہ کی وجہ سے آگے بڑھ کر یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا تھا  
بنیہ یقین قصاص لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟  
ان وجوہ کے پیش نظر قصاص نہیں لیا گیا :

### ملا علی قاری اور قصاص !

حضرت ملا علی قاری حنفی نے قصاص نہ لینے کا برنقہ پیش کیا ہے

وہ یہ ہے !

وَالْمُتَّاعِلُ يَقْتُلُ عَلَيْهِ قَتْلَةُ عَمَانٍ لَا نَهْمُ كَاؤًا بَعَاثًا إِذَا  
الْبَاغِي لَهُ مَنَعَةٌ وَتَادِيلٌ وَكَافَا فِي قَتْلِهِ مَتَاوَلِسِينَ وَ  
كَانَ لَهُمْ مَنَعَةٌ فَانْهَمُ كَاؤًا لِيَسْتَحْلُوْنَ ذِالْلَةَ بَمَا نَقَوَانَهُ  
مَنْ أَلَامُوا وَالحَكْمُ فِي الْبَاغِي إِذَا انْقَادَ الْإِمَامُ وَاهْلُ  
الْعَدْلِ أَنْ لَا يَأْخُذَ بِمَا سَبَقَتْ مِنْهُ مِنْ أَلَا ذِالْلَةِ أَوَّلِ الْخَلِ



العدل وسفلت دما لہم وجرح البذلہم فلم یحییٰ علیہ قتلہم  
ولادفعہم الی الطالب ومن یرحم الباغی مواخذہ البذلک فانما یحیی  
علیہ الامام استغناء ذالک منهم عند انکسار شوکتہم وتفرقہم ووقوع  
الامر علی اثار الفتنة وکمر بکینہ شیئا من هذه المعانی حاصل بل كانت  
شوکتہم باقیة باحیة والمنعہ قائمہ جاریة وذلک لم یلزم علی الخروج  
علیہ من طالہم بل منہ دلائل صافیة و عند تحقیق هذه الاسباب انما یقتضی  
تدبیر المصائب الالغیاء منہم والامراض منہم (شرح قصہ اکبر ص ۸)

اور نہیں قتل کیا حضرت علیؑ نے تاثرین عثمانؓ کو اس لئے کہ وہ باغی تھے  
اگر باغی کے پاس طاقت اور تادیل ہو اور تھے وہ اس کے (عثمان رضی) قتل  
میں تادیل کرنے والے ، اور تھی ان کے واسطے طاقت پس حلال سمجھتے  
تھے وہ اس کو (حضرت عثمان رضی) کے قتل کو ۔ بسبب ان امور مکروہات  
کی وجہ سے ، اور حکم باغی کے بارے میں جب کہ وہ مطیع پر امام اور صاحب  
کا ۔ یہ کچھ مواخذہ کیا جائے اس سے جو گزر چکا اپنی عدل کے امور  
تلف کرنے سے اور ان کے خون بہانے سے اور ان کے بدن زخمی  
کرنے سے ۔ پس نہیں واجب ان پر قتل ان کا ۔ اور نہ دفع کرنا انکا  
مقابلہ کرنے والے کی جانب اور جو شخص باغی کے بارے میں (ان نقصانات)  
کی وجہ سے مواخذہ کا حکم دیتا ہے پس امام پر ان نقصانات کا ایسے پورا  
کرنا اس وقت واجب ہے جب کہ انکا وہ بہ ختم ہو چکا ہو اور ان کی طاقت  
متفرق ہو چکی ہو ۔ اور امن و امان کے باقی رہنے کا پورا یقین ہو اور

کوئی چیز بھی ان امور سے حاصل نہیں تھی، بلکہ ان کی شکر ت کھلے بندوں  
باقی تھی، اور طاققت بھی قائم و دائم تھی، اور جو شخص ان سے خون کا مطالبہ  
کرے تو م کے عوام اس کے خلاف خروج کرنے پر تیار

ان اسباب کے موجود ہونے پر تدبیر مائب کا مقتضی یہی تھا کہ ان  
سے چشم پوشی اور اعراض کیا جائے :

یہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر جس کی وجہ سے قصاص میں تاخیر کی گئی  
باقی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ صرف خطا و اجتہاد ہی کا  
نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات بھی اصحاب اجتہاد تھے، اور ظاہری اعتبار  
سے دلائل قتل عمر اور حرمت خلافت کو یا نکال کرنے والوں سے قصاص لیکر  
ان کے کلی استعمال کے وجوب پر دلالت کرتے تھے، لیکن تاویل ناسدہ کہ  
تاویل صحیح سے الحاق کرنے پر عدم مواخذہ کا جو علم خفی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا، اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے :

عن ابی سعید بن الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قال لعلي انك تقابل علي ناديل القرآن كما تاملت شلم تنزله  
(صواعق محرقة ص ۷۷)

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو قتل کرے گا تاویل قرآن پر جیسا کہ قتال کیا  
میں نے نزل قرآن پر :



حسن طرح حضور کا تمزلی قرآن پر قتال صحیح اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کا  
تازیلی قرآن پر قتال صحیح تسلیم کرنا پڑے گا :-

اگر قصاص فرمودی ہی تھا جیسا کہ مولف کتاب خلافت مادیہ و دینیہ کا دعویٰ ہے  
تو پھر بتلایا جائے کہ حضرت امیر مادیہ و دینیہ جب ولی الدم بھی تھے اور اسی واسطے  
وہ میدان میں نکلتے تھے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسنؑ کے صلح  
کے لینے کے بعد اپنی خلافت میں تاہین عثمانؓ و مذ سے قصاص کیوں نہ لیا ؟  
بلکہ یہ حضرات بھی حضرت علی المرتضیٰؑ کے موقف کو سمجھ گئے تھے اور  
اسی واسطے ان میں سے اکثر حضرات کا اپنے نظریہ سے رجوع بھی مذکور ہے  
جیسا کہ حضرت عائشہؓ و مذ سے منقول ہے کہ

کاش ! میں ایک ترش بخ ہوتی جنگ جمل میں نہ جاتی اور حضرت  
زبیرؓ نے حضرت علیؑ کے ایک حدیث یاد دلانے پر میدان  
جنگ سے اپنی سواری کا رخ پھیر لیا۔ اور واپسی پر ایک شخص نے  
ان کو شہید کر دیا :-

اور اسی طرح حضرت طلحہؓ و مذ کے مستحق ثور بن جبراءؓ بیان کرتے ہیں کہ  
جنگ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے میرا گدھا اسی وقت ہوا  
جب کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تھتھے، مجھ سے یہ دریافت  
فرما کر کہ میں حضرت علیؑ کے گدھے کا آدمی ہوں، میرے ہاتھ پر حضرت  
علی المرتضیٰؑ کے لئے بیعت فرمائیے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان  
کی روح قبضِ عسری سے پرواز کر جاتی ہے :

تفصیل کیلئے ازالۃ الخفا کی جانب رجوع کیا جائے !  
 عباسی صاحب کے بعد خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق حوالہ جات میں بدویا سنتی کہ  
 ثبوت دے کر جس طرح انسانی دیانت کے حسین چہرہ کو غدار کیا ہے وہ قابل  
 ملاحظہ ہے :

## خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نظر میں !

قبل اس کے کہ ازالۃ الخفا مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۶۰۰  
 سے جو حوالہ جات پیش کرنے میں عباسی صاحب کی دیانت سے نقاب کشائی  
 کی جائے ، اولاً شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نظریہ خلافت بدیہ ناظرین ہے !  
 ناظرین اس بحث میں غلطی نہ کھائیں اور اس دقیق نکتہ کو بغور سمجھیں کہ  
 اور اسے اس کے محل پر رکھیں نہ غیر محل پر

میری غرضی اس نکتہ کے بیان سے یہ نہیں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 خلیفہ نہ تھے یا شرعاً آپ کی خلافت مستند نہ ہوئی تھی ، اور یا ان حروب  
 اور جنگوں میں جو آپ کو پیش آئیں آپ کی سعی و جہد اللہ نہ تھی

اعوذ باللہ من جمیع ما کرہ اللہ ! (ازالۃ الخفا مصنفہ اول مشق)

خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا نظریہ  
 کس قدر بے غبار ہے جس کی کسی صورت میں بھی تردید نہیں کی جاسکتی !  
 اس سگہ باوجود عباسی صاحب نے ازالۃ الخفا سے عبارات میں قطع و برید

کر کے غلط تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے :

## خلافت علی المرتضیٰؑ پر عدم قیام کے حوالہ جات

عباسی مصاحب نے ازالۃ الخفا کی عبارت نقل کر کے اُمتِ مسلمہ کو دھوکہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ قابلِ ملاحظہ ہے :

شہادۃ اللہ محدث دہلوی نے ایک موقع پر ازالۃ الخفا میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درلبیارسے از احادیث متواترہ جو یہ لطریق مستردہ بیان فرمودہ کہ اُمت بر حضرت مرتضیٰ جمع نہ شد لکھا ہے

خلافت برائے حضرت مرتضیٰ خلافت حضرت مرتضیٰ کے لئے قائم  
نہ قائم نہ شد زیرا کہ اہلِ علی نہ ہوئی کیونکہ اہلِ علی عقد نے اجتہاد  
عقد عن اجتہاد و نصیحتاً للمسلمین سے اور مسلمانوں کی نصیحت کی غرض سے  
بیعت نہ کر رہے : ان سے بیعت نہیں کی :

ازالۃ الخفا ص ۲۴۹ جلد ۲ - (خلافتِ معاویہ ویزید ص ۲)

ناظرینِ کرام، ریسرچ جدید کی حقیقتِ کاذبہ کا صرف اس ایک حوالہ سے اندازہ لگائیں کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے : اول جو عبارت کہ آپ حضرت م درلبیارسے از احادیث متواترہ جمع نہ شد نقل کی ہے یہ کتاب کے کسی دوسرے حصہ سے نقل کی گئی ہے لیکن جہاں سے آئندہ حوالہ نقل کیا ہے وہاں اس عبارت کا نام و نشان تک نہیں ہے

اسبہ ازالۃ الخفا کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وزیرِ روم کا خطاطی فی الاجتناب اور ان کا مغیور اور  
من ذمۃ من اجتنب فقد اخطأ، وقلہ اجتر واحد (یعنی جس شخص نے اجتناب کیا اور  
اس میں خطا کی اس کیلئے ایک اجر ہے) ہر نماز سے پہلے کہ وہ شبہ  
تہمت کے لئے اگرچہ اس سے قہری دلیل موجود تھی اس شبہ کے پیدا ہونے کے لئے  
سبب ہیں۔ ایک یہ کہ خلافتِ مرتضیٰ نے اس کی منقذ نہ ہوئی تھی، اس لئے کہ  
اہلِ حل و عقد نے غزوہٴ فکراور مسلمانوں کی مصلحت دیکھ کر معیت نہ کی تھی،  
(ازالۃ الخفا حصہ سوم ص ۲۵۱ اردو)

اس کے بعد فاضل موصوف حضرت عثمان غنی کے منظرانہ قتل کے انتقام  
نہ لینے پر ریمارک کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

تمام عالم اسلام میں خلیفہ شہید، غنی کے منظرانہ قتل سے اک آگ  
سی لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرہ بلند ہوا یہ  
صورتِ حال بہت حد تک سمجھ سکتی تھی اگر قصاص لینے کی تدبیر  
کی جاتی مگر قصاص نہ لیا گیا۔ محدث دہلوی رح فرماتے ہیں

دوم آنکہ قصاص خونِ است و حضرت دوسرے یہ کہ قصاص لینا سنی ہے  
مرتضیٰ قادر است براخذ قصاص اور حضرت مرتضیٰ ذی القدرین کے قصاص  
ذی النورین واخذ آلِ علی کند بلکہ بالغ لینے پر قادر ہیں لیکن نہیں لیتے، بلکہ اس  
آلِ است و حضرت مرتضیٰ نیز بخلاف آلِ علی ہیں اور حضرت مرتضیٰ دہلوی نے بھی  
اجتہادِ حکم فرمودہ ازالۃ الخفا ص ۲۵۹ خطا و اجتہاد سے کام لیا۔  
(مخلاف معاویہ و زید ص ۳)

## فاضل مصنف کی قابلیت

ناظرین کرام! صاحبِ دیسریج کی علمی قابلیت کا اندازہ لگائیں کہ آنجناب پر یہ مثال کس طرح چسپاں ہوتی ہے: یہ تو نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملاحضہ ایمان والی مثال ہوتی!

اگر مصنف بننے کا ہی شوق لا سنگیر تھا تو کچھ قابلیت تو پیدا کرنی چاہیے تھی یہ جملہ کہ حضرت مرتضیٰ نیز بخدا اجتہادی حکم فرمود اور حضرت مرتضیٰ نے بھی خطا اجتہادی سے کام لیا مابعد عبارت سے تعلق رکھتا ہے اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے اس جملہ کا یہاں نقل کرنا درست اور نہ ہی اس کا ترجمہ صحیح ہے جیسا کہ اصل عبارت سے معلوم ہو گا:۔ ازالۃ الخفاء کی اہلِ عبادت یہ ہے: دوسری وجہ شبہ کی یہ تھی کہ قصاص حق ہے اور حضرت علی المرتضیٰ قصاص لینے پر قادر ہیں، پھر ذی القدرین کا قصاص نہیں لیتے، بلکہ اس سے مانع ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کی خطا اجتہادی کے قائل تھے، ابو بکر نے ابو الجہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اصحابِ بکاء کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ مشرک ہیں آپ نے کہا شرک کا تودہ چھوڑ چکے ہیں لوگوں نے کہا کیا وہ منافق ہیں آپ نے کہا منافق خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں لوگوں نے کہا چرہ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا وہ ہمارے بھائی ہیں، انہوں نے ہم پر نبوت  
کی اور آپ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں اور وہ ان لوگوں  
کی طرح ہونگے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
وَنَزَّلْنَا مَا فِي صُورِهِمْ مِنْ بَرَكَةٍ ۖ اُورِهِمْ نَفْسًا ۖ وَكَانَ  
اِحْمَانًا عَلٰی سِرِّ خِفَاتٍ ۝ دیا بھائیوں کی طرح آنے سے مختصر  
پر پیٹھے ہیں !

۳۵۵  
۳۵۶

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے :

اب اصل عبارت کا ماقبل اور مابعد فاضل موصوف کے پیش کردہ کوالرچا  
سے تقابل لیجئے اور مدعی مستحق کا اندازہ لگائیے کہ کس طرح صریح بددیانتی  
کی ہے ! حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ کی عبارت کا تو مطلب یہ ہے کہ حضرت  
عالمہ رحمہ اور حضرت طلحہ رحمہ و زبیر رحمہ کے منتفق حضرت علی المرتضیٰ رحمہ سے قتالی  
کونے کی وجہ سے کسی قسم کی برگانی نہیں کی جاسکتی ! اس لئے کہ وہ خطائے  
اجتنابی کی بنا پر معذور تصور کئے جاسکتے تھے ! کیونکہ وہ شبہ سے متسلک تھے  
اگرچہ اس شبہ سے قوی دلیل موجود تھی

آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے اس شبہ پیدا ہونے کے دو سبب ذکر  
کئے ہیں آخر میں حضرت شاہ صاحبؒ نے خود حضرت علی رحمہ کا نظریہ ان حضرات  
کے بارے میں پیش کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رحمہ بھی ان حضرات کی خطائے اجتہادی  
کے قائل تھے ! اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص ان حضرات کے بارے میں غلط  
نظریہ رکھے تو پھر یقیناً جہنم کے وہ اپنے نفس کا بندہ ہے !



لیکن فاضل موصوف نے اپنی علمی قابلیت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو اصل عبارت سے کاٹ کر ماقبل سے جوڑ دیا اور پھر ترجمہ بھی غلط کیا ہے ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس سے بخوبی واقف ہے کہ حضرت مرتضیٰ رحمہ اللہ نیز بخاطر اجتہاد ہی حکم فرمود کا صحیح ترجمہ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے بھی خطا و اجتہاد کا حکم فرمایا ہی قرار دیا جاسکتا ہے ؛ لیکن مدعی تحقیق ترجمہ یوں کرتے ہیں ”اور حضرت علی رحمہ اللہ خطائے اجتہاد ہی سے کام لیا !“ کیا یہ علمی قابلیت کا ثمرہ ہے یا ریسرچ کا نتیجہ !

### حقیقتِ حال

فاضل موصوف خلافت حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اللہ کی جس قدر کمزور پوزیشن دکھانے کی ناسودگو شش کی ہے کہ ان کی خلافت ہی سبائی گروہ کے غلبہ و اثر سے قائم ہوتی تھی اور سبائی گروہ اپنے اثر کی وجہ سے جو جانتا حضرت علی المرتضیٰ سے کہ والیت اسی وجہ سے اُمت کی جاری اکثریت نے سیت کرنے سے گریز کیا اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ان کی خلافت شرعی نہ تھی بلکہ سبائی گروہ کے اثر کا نتیجہ تھی ۔

لیکن آگے بڑھ کر دور اقتدار کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد فاضل موصوف کی ریسرچ کی حقیقت کا اندازہ لگائیے ؛ کہ راشدین کے عہد سے لے کر اموی دور کے آخر تک یہ اصول کار فرما رہا کہ ہر علاقہ اندرونی حیثیت سے خود مختار ہو

نظم نسق کے امور دہیں کے لوگوں کے ہاتھ میں رہیں اور اپنی  
 عسکری قوت بھی ہر علاقہ خود مہیا کرے۔ حکومت کا نظام  
 اگر مستبدانہ ہوتا یا کوئی اور خرابی پیدا ہو گئی ہوتی جو مذہبی امور  
 میں خلل انداز ہوتی تو حکومت کے خلاف فوجی قوت مہیا کر لینا  
 کچھ بھی دشوار نہ تھا !

(خلافت مادیہ و دینیدارۃ)

ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب مذہبی امور میں خلل اندازی کی صورت میں  
 حکومت کے خلاف فوجی طاقت مہیا کر کے اس کو ختم کرنا کچھ بھی دشوار نہیں تھا  
 تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کی خلافت سبائی گروہ کے اثر سے کیسے قائم ہوئی  
 اور کچھ فوجی طاقت مہیا کر کے اس کو ختم نہ کیا گیا ؟ اور سبائی گروہ کے اثر کو  
 امت مسلمہ نے کیوں کر بھرا دیا ۔ کیا امت مسلمہ کی حرارت تبلیغ ختم  
 ہو چکی تھی ؟

جب راشدین کے دور میں بھی یہی اصول کار فرما تھا جو یزید اور دیگر اموی  
 فرما زداؤں کے دور میں رہا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کی خلافت راشدہ کے  
 ساتھ یہ امتیازی سلوک ریسرچ کا نتیجہ ہے یا رقابت خانہ دانی کا ؟

## مسئلہ قصاص !

مؤلف کتاب خلافت مادیہ و دینیدارۃ حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کے بارے  
 میں حضرت عثمان ذی النورین رحمہ کا قصاص نہ لینے پر فرماتے ہیں :

کہ تمام عالم اسلام میں خلیفہ شہید کے مظلومانہ قتل سے اک آگ سی  
 لگ گئی اور ہر طرف سے انتقام انتقام کا نعرو بلند ہوا یہ صورت حال  
 بہت حد تک سمجھ سکتی تھی اگر قصاص لینے کی تدبیر کی جاتی؛  
 مگر قصاص نہ لیا گیا؛ (ص ۷)

اس کا جواب تو پہلے گزر چکا کہ حضرت علی المرتضیٰ نے کیوں تاخیر فرمائی؟  
 لیکن عباسی صاحب نے یہ تحریر نہ فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر کیوں  
 قصاص نہ لیا؟ کیونکہ قصاص کی فرضیت تو ان کی خلافت میں بھی برقرار تھی؛ اور  
 وہ ولی الدم بھی تھے؛ اگر قصاص لیا تو اس کا ثبوت ضروری ہے لیکن کتب  
 تاریخ اس سے خالی ہیں؛

آخر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس وقت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قصاص  
 میں تاخیر فرمائی اپنی وجوہات کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص  
 نہیں لیا۔

## کیا اسی کا نام ریسرچ ہے؟

خلافت سے معزولی اور شہادت کے تحت عنوان عباسی صاحب فرماتے ہیں  
 کہ ثالثوں نے اتفاق رائے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مصفب خلافت  
 سے معزول کر کے نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ اہل صل و عقد کے  
 مشورہ پر منحصر کیا۔

اس سے کچھ آگے حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اور یہ سانچہ پیش نہ آتا تو امت کے مشورہ سے نئے خلیفہ کا  
انتخاب ہوتا اور تاریخی واقعات کا رخ ہی دوسرا ہوتا۔ بہر حال جو  
مقرر تھا پیش آیا :- (خلافتِ مادیہ دیزید ص ۱۳)

ناظرینِ کرام اندازہ لگائیں کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحسب تحریر عباسی صاحب  
منصبِ خلافت سے معزول کر دئے گئے تھے تو سانچہ شہادت پیش آنے کی وجہ  
سے نئے انتخاب میں کونسا امر مانع آیا ؟ کہ ایک ضروری اور لازمی امر کو امت مسلمہ  
نے قابلِ التفات ہی نہ سمجھا جب سید الانبیاء فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے انتقال کی وجہ سے مدینہ منورہ میں قیامت برپا تھی اور آفاقی جدائی سے تمام  
عالم اسلام بے بسی کے عالم میں تھا ! سرورِ عالم و عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات  
سے اور کونسا دن مسلمانوں کے لئے غم و اندوہ کا باعث ہو سکتا ہے ؟

جب اس وقت مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہ  
محض مصالحِ مملکت اور مقتضیاتِ احکام اسلامی کے پیش نظر انتخابِ خلیفہ کے کام  
کو اولین سرانجام دینے میں معمولی تاخیر بھی برداشت نہ کی تو پھر حضرت علیؑ کی شہادت  
کا سانچہ پیش آنے کی وجہ سے جبکہ وہ معزول ہی کر دئے گئے تھے کسی خلیفہ کا  
منتخب نہ کرنا کیسے اور کیوں کہ صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟

بلکہ مزید برآں سانچہ شہادت پیش آنے کی وجہ سے تو انتخابِ جدید  
میں مزید سہولت پیدا ہو گئی تھی ! تو پھر کیا وجہ ہے کہ جدید انتخاب نہ ہوا اور  
نہ ہی تاریخی واقعات کا رخ دوسری جانب ہوا۔

جب باقرِ فاضل معصوم خلافت کے بارے میں تاریخی واقعات کا رخ

بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل سنت و الجماعت کے موقف کی تائید کرتا ہے  
تو کیا پھر خلافت راشدہ کے بارے میں نہ مکمل ہونے یا ان کے معزول کرنے  
کا پردہ پھیلنا ملحوظ رہوش کا نتیجہ ہے یا خدائی رقابت کا ثمرہ :

رہ واقعہ تنجیکم۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ تاریخ دان حضرات غیبی واقف  
ہیں کہ وہ پائیز تکمیل تک نہیں پہنچا تھا اور خود واقعات بھی اس کی تفسیر کرتے ہیں  
ورنہ تمام صحابہ و تابعین حضرات کو مداحی فی الدین کہنا پڑے گا ! نمودار شرم و الحک  
خود کہ نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد !  
جو چاہے آپ کا حسن کہ شہ سنا کہے !

### حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور لیسر رقیع جدید !

فاضل معروف نے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی  
رفاقت چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی جرحہ پیش کی ہے وہ  
ملاحظہ کیجئے !

سبائیں کی من مانی حرکات دیکھ کر کہ جو چاہتے حضرت علی رضی اللہ عنہ  
سے کرا لیتے ہیں ان کے بعض عزیز فریب بھی بیزار ہو گئے !  
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ بزرگ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی دور بین نگاہوں سے  
اس صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا اور سمجھ گئے تھے کہ ان کے  
بھائی کے گرد و پیش جو لوگ سبائی پارٹی کے ہیں وہ ملت کا بیڑا  
غرق کئے بغیر نہ رہیں گے اس ضمن میں وہ غامضین سے کہتے ہیں کہ

اور کتنی ہی پھتیاں کسی ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار کا امکان  
 نہیں کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی بزرگ  
 خاندان تھے وہ اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر ان کے مد مقابل حضرت  
 معاویہؓ کے پاس جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی الدم اور طالب قصاص  
 تھے پہلے گئے ! (خلافت معاویہ ویزید ص ۸)

اگر اس تحریر پر صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے الگ ہونے  
 کے مذکورہ بالا اسباب ہی نہیں تو قابل غور یہ چیز ہے کہ پھر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے علاوہ  
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و دیگر صلحاء و ائمتہ جو حضرت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ تھے اور آخر  
 وقت تک ساتھ نہیں چھوڑا ان کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا جائیگا ؟  
 اس سلسلہ میں فاضل موصوف کا نظریہ پیش کرنا ہی زیادہ موزوں ہے :

### ائمت کی حرارت و حیثیت

ائمتِ مسلمہ میں آج بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت یہ کٹ مرنے  
 کا جذبہ فانی نہیں ہوا حالانکہ علم و تقویٰ، قوت ایمانیہ، اور اخلاق و  
 کردار میں انہیں سلف صالحین سے دور کی نسبت بھی نہیں۔  
 بڑی سے بڑی جاہر حکومت کو سب سے زیادہ مشکل اگر  
 کہ فی کام نظر آتا ہے تو وہ ہے مسلمانوں کو محکومی پر راضی رکھنا  
 انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود نہایت باجہد و قوت سے  
 ٹھکر لیا اور اس کے لئے مسلمانوں کو مجتمع کر لینا مشکل نہیں ہو کیسے



بادر کیا جاسکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اور کبارِ صحابہ اور کبار آلِ بیت کی  
موجودگی قرنِ اول کے وہ مسلمان جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو ہزیمت  
دی اور بڑے حایے میں کافروں اور باطل قوتوں سے جانکر لئے اس  
وقت دین سے ایسے برگشتہ اور تقاضائے ملیہ سے اتنے  
بے پردا ہو گئے تھے کہ انہوں نے ایک فاسق اور جاہل کو اپنے  
ادب پر مسلط رہنے دیا ! (خلافتِ معاویہ و یزیدیت)

اے ناظرینِ کرام عباسی صاحب کے دونوں مضامین کا غور سے مطالعہ  
کریں کہ اگر اقتدارِ یزید کے خلاف صحابہ کرام کا خدوچ نہ کرنا دین سے برگشتہ اور  
اور تقاضائے ملیہ سے بے پردا ہونے کا ثبوت ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ  
جو سبائی گروہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے اور ہر جائز و ناجائز کام سبائی گروہ  
کے کہنے پر کر گدڑتے تھے، صحابہ کرام اور دیگر صلحاء امت کا ان تمام چیزوں  
کے باوجود ان کی صحبت پر مستقیم رہنا اور زندگی کے آخری لمحات تک انکا ساتھ  
نہ چھوڑنا دین سے برگشتہ اور تقاضائے ملیہ سے بے پردا ہونے کا ثبوت  
کیوں نہیں؟ اگر اقتدارِ یزید میں انکا خاموش رہنا اگرچہ یہ بھی غلط ہے یزید  
کے اقتدار اور پارسائی کی دلیل ہے تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی کی خلافت پر صحابہ  
وغیر صحابہ رضی کا آخری دم تک مستقیم رہنا ان کے اتفاق و پارسائی کا ثبوت  
کیوں نہیں؟

باقی رہی حضرت عقیل رضی کی حضرت امیرِ معاویہ رضی کے پاس جانے کی  
اصل حقیقت وہ صرف مالی مشکلات کے پیشِ نظر ہاں تشریف لے گئے تھے

انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے تقاضا بھی کیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر کہ میں آپ کو دوسرے غریب مسلمانوں کے ساتھ بیت المال سے تمہارا حصہ دے سکتا ہوں ان کے اصرار پر آپ نے جواب دیدیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنے بھائی کی اعانت فرما سکتے تھے کیونکہ وہ اعانت کے مستحق تھے لیکن حالات اجازت نہیں دیتے تھے اس لئے کہ ان کے اس صحیح اور جائز فعل کو بدشتہ دار ہونے کی وجہ سے امتیازی سلوک پر محمول کرنے کا اندیشہ تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس چیز کا اندیشہ نہیں تھا اس بناء پر وہاں تشریف لے گئے ! (صواعق محرقة ص ۷۹)

یہ بھی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اصل حقیقت ! اگر فاضل موصوف کے کذب و افتراء کو صحیح مانا جائے تو نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذوات مقدسہ اور نہ ہی دیگر صلحاء و ائمہ اور نہ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صحیح معنی میں مسلمان قرار دے جاسکتے ہیں ! (نور بالشر من ذالک)

## خلافتِ مرتضوی پر تنقید کی حقیقت !

فاضل موصوف نے خلافتِ راشدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی کی پسند لین کر دہی کے کیلئے جو روئے اختیار کیا ہے اس کی ایک اور مثال ملاحظہ کیجئے !  
 کہ خلافتِ حضرت خلیفۃ ثلاثہ کو جن کی سمیت پر تمام امت مجتمع تھی  
 اتحاد و اتفاق تھا ، کفار کے مقابلہ میں جہاد میں سرگرمیاں تھیں ، بڑے  
 بڑے ملک فتح ہوئے مگر حضرت علی رضی کے زمانہ میں نہ کوئی جہاد  
 ہوا نہ کوئی ملک و شہر فتح ہوا نہ ملت ان کی سمیت پر مجتمع ہوئی  
 آپس ہی میں تلواریں جھتی رہیں

خلافتِ ہمارے وزیرِ صدق

اس سے عباسی صاحب کا مقصد ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی خلافت  
 کے اہل نہیں تھے ، حالانکہ یہ چین یا اکل غلط وجہ بنایا دے گئے ۔ کیا کوئی  
 مسلمان حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ جہارت کر سکتا ہے  
 کہ سارے نوسو برس تبلیغ کرنے پر جس چیمبر پر صرف چند افراد ایمان  
 لائے وہ بھی ان کے اپنے خاندان کے ہوں کہ وہ منصب رسالت کے اہل  
 نہیں تھے ، نمود باللہ من ذالک !

جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بادِ عباد اس قدر طویل مدت تبلیغ کرنے

پرتوم کے ایمان نہ لائے کی وجہ سے ان کی رفعت شان میں سوء ظنی کا تصور بھی اسلام کے نزدیک کی موت میں برداشت نہیں : تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کے بارے میں مشاجرات کیو جو ان کی منقہات شان و عدم الہیت پر استدلال کرنا کیسے اور کیوں کر صحیح تصور کیا جا سکتا ہے ؟

اس لئے کہ جب قلت ظہور ہدایت شان رسالت میں تداخل نہیں تو پھر عدم انتظام خلافت یعنی وجود مشاجرات غلیفہ راشد کیلئے کیونکر تداخل تصور کئے جا سکتے ہیں ؟

باقی عباسی صاحب نے اس سلسلہ میں جو حوالہ جات منہاج السنۃ اور ازالۃ الخفا سے پیش کئے ہیں ان کی یہ غرض ہرگز نہیں جو عباسی صاحب بیان فرما رہے ہیں ان کی غرض تو صرف اتنی کہ ان کے زمانہ میں اس طرح ہوا - باقی یہ کہ اس سے ان کی شان خلافت میں منقصت کا کوئی پہلو بیان کرنا ہرگز مراد نہیں :

حضرت علی رحمہ المرتضیٰ کی خلافت تشریف خلافت و شہ الرضا خلافت اور انتقاد خلافت کے طریقہ گویا کہ ہر اعتبار سے جامع اور مانع ہے جس طرح خلفاء ثلاثہ رحمہ کی تنقیص شان کا کوئی پہلو اسلامی حدود میں برداشت نہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ غلیفہ راشد کی منقصت کا ادنیٰ تصور بھی حرارت ایمانی کے نزدیک جرم عظیم سے کم نہیں — !

## سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

قبل اس کے کہ یزید کے چہرہ سے نقاب کشائی کی جائے اس ناخلف بیٹے کی وجہ سے غلط شہادت کی بنا پر مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہونے والے اور نور نبوت کی شاموں سے فیض یاب ہونے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو مورد الزام ٹھرایا جاتا ہے اولاً اس کے متعلق چند موضوعات پر یہ ناظرین ہیں :

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی محبوبہ مجاہدین و کما لات ہے آپ نے بلاد اسطہ ہدایت کے سراج منیر سے اپنے ظاہر و باطن کو منور فرما کر دربار رسالت سے ہادی مہدی ہونے کا جو شرف حاصل کیا ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جس پاک و مقدس جماعت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ داخل نہیں ان کے بارے میں شہادت قرآنی ملاحظہ فرمائیے :

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِينَ اور تم بہتر امتوں سے ہو  
تَا مَعْرُوفٍ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ جیسے گئی ہے عالم میں۔ علم کو تنہی  
وَتُحْسِنُونَ بِاللَّهِ (الایہ عمران) نیکی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور  
وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسِيلًا لِّتُذَكَّرُوا ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

شہداء علی الناس (۱) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت مقبول :  
(بقولہ) تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمٌ بَيْنَهُمْ وَرَءَاهُمْ رُكْعًا  
مُحَمَّدٌ أَيْدِيهِمْ فَيَنْصِلُونَ فَلَا مَنْعَ لَهُ  
وَأَرْضًا نَازِلِهِمْ فِيهِمْ وَجْهَهُمْ مِنْهُ  
أَثَرُ السُّجُودِ

محمدؐ اللہ کا رسول اور اس کے ساتھ  
میں نور آور ہیں مگر کفر پر نرم دل میں تمہیں  
توڑ دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے  
ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی،  
پہچان ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کا اثر

ہے ۔

(فتح)

وَأَعْلَمُوا أَنَّهُ نَذِيرٌ رَسُولُ اللَّهِ كَوْنُ  
لُطَيْفٍ حَكِيمٌ فَهُوَ كَسِيرٌ مِنْ  
الْأَمْرِ لِحُذْمٍ وَكَوْنُهُ اللَّهُ حَبِيبٌ  
الْيَكْرُ الْإِيمَانُ وَزَيْنُهُ غَيْرُهُ كَجِبِ  
دَكْرُهُ الْيَكْرُ الْكُفْرُ وَالْفُشُوقُ وَ  
الْيَضْيَاعُ أَدَالِكُ هُمُ الرَّاشِدُ  
فَعَلَا تَبِيتُ اللَّهُ رَاحِمُهُ وَاللَّهُ  
مُعْلِمٌ حَكِيمٌ

اور جان لیا کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر وہ  
تہا ہی بات مان لیا کرے بہت کاموں میں  
تو تم پر مشکل پڑے۔ پر اللہ نے محبت ڈال دی  
تہا سے دلوں میں ایمان کی اور اچھا دلایا  
اس کو تہا سے دلوں میں اور نفرت ڈال دی  
تہا سے دل میں کفر لگتا اور مافوقی کی  
وہ لوگ ہی ہیں ایک راہ پر اللہ کے فضل سے  
اور احسان سے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے  
اور حکمت والا ہے ۔

(تجوید)

يَوْمَ لَا يَخَفُ فِي اللَّهِ الشَّيْءُ وَالَّذِينَ  
أَسْنَوْا مَعَهُ فَوَدَّعَ كَيْدَهُمْ بَيْنَهُمْ  
وَبَيْنَا نَحْمُ يَتَوَدَّعُ رَبَّنَا أَلَمْ لَنَا  
فَوَدَّعَ عَمَلًا لَنَا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

جس دن کہ اللہ نہیں نہ کر گیا نبی کہ اور  
ان لوگوں کو جو عہد عین لستے ہیں ان کے ساتھ  
ان کی دشمنی رو ڈتی ہے ان کے آگے اور  
ان کے دہنے۔ کہتے ہیں کہ اسے دے دے ہوا

(تجوید)



پوری کر دے ہم کو تیری روشنی - اور صاف  
کہ ہم کو بے شک نہ سب کچھ کر سکتا ہے !

(سورۃ تحریم)

انہی آیات اور ان جیسی دوسری آیات کو جو قطعی طور پر صحابہ کرام و انصار  
و علیہم السلام کی اعلیٰ درجہ کی صفات کالیہ پر شہادت دیتی ہیں اور جن کے مصدق  
اتل یہی حضرات ہیں گو غور سے پڑھیے اور اس پاک و مقدس تیس جہت  
مکہ فضائل و مناقب و دربار باری میں ان کی مقبولیت آفتاب نبوت کے  
فیضان صحبت سے اس قدر ترقی پذیراتی ہوئی کہ خالق السموات والارض نے اپنی  
کتاب لاریبیہ میں رضی اللہ عنہم و عنہم کا خطاب صرف انہی علیہم السلام  
کی ذوات مقدسہ کے بعد تمام کائنات سے افضل ترین اسی پاک باز گروہ کو شمار  
کیا ہے :-

## آفتاب نبوت کی شہادت

شہادت قرآنی کے بعد آفتاب نبوت کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے :-  
اَعْلَامُ مَا نَجْمُ يَا هُمُ الْمُتَّقِينَ  
میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں ان  
میں سے جس کی تم اقتدا کر دگے ہر بات  
پاؤ گے :- (الحديث)

خَيْرُ الْقَوْمِ قَوْمِي ثُمَّ الَّذِينَ  
يُؤْمِنُونَ (الحديث)  
سب سے بہتر میرا نام ہے پھر جو اس  
سے متعلق ہے - پھر جو اس سے متعلق ہے !

اللَّهُ أَكْبَرُ فِي أَمْرِهِمْ إِنَّهُمْ لَفِي سَكَنٍ مِنْ رَبِّهِمْ أَهْلُونَ  
 رَبُّهُمْ يُدْعُوهُمُ  
 رَبُّهُمْ يُدْعُوهُمُ  
 رَبُّهُمْ يُدْعُوهُمُ

رکھتا ہے اور جو دشمنی رکھتا ہے ان سے  
 (الحديث)

بیب میری دشمنی کے دشمن رکھتا ہے !

فَلَا تَزِدْ لَهُ مَلَأَةً إِنَّهُ يَكُونُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِي هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفْعَلُونَ  
 (الحديث)

باب پینچہ !

انہی روایات کے ہم معنی اور بہت احادیث صحیحہ کتب احادیث میں  
 موجود ہیں جو کہ عامۃ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعلیٰ مناقب پر دلالت  
 کرتی ہیں۔ پھر اس کے ساتھ اجماع اہل سنت کو لیجئے ! کہ جس شخص نے ایمان  
 کے ساتھ ایک مسئلہ کیلئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر لی اور  
 ایمان کے ساتھ اس کا خاتمہ برادرہ بعد کے تمام ادبیاں اللہ، الفقہاء اہل سنت  
 قطب و ابدال سے افضل ہے :

صحابہ کرام کے مذکورہ بالا فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے کسی ایک  
 صحابی کے متعلق بھی بدگمانی کرنا احکام اسلامی کی تفسیر ہے ! خواہ وہ حضرت  
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہو یا حضرت امیر مہادیہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت !

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی مجددہ محاسن و کمالات ہے :  
 قدرت نے جہانگیری و جہانبانی کے علاوہ جو اوصاف آپ کی ذات پاک  
 میں درجیت فرمائے وہ اپنی مثال آپ ہیں !

آپ کے فضائل کے لئے تو مستقل تفسیر کی ضرورت ہے لیکن یہاں  
 صرف ایک دو چیزیں مزید ناظرین ہیں !

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرابت خاندانی کے علاوہ فضیلت صحابیت  
 اور فضیلت مصاہرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے ساتھ ام حبیبہ ام المومنین  
 کے بھائی ہونے کی وجہ سے : حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس رشتہ کی بنا پر حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماسوں ، اور صاحب زادگان حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے نانا  
 مانے جاتے ہیں ! ان کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ خَازِنًا وَ

مَدِينًا (ترمذی شریف)

اے اللہ ! اس کو امانت و کتاب اور حباب کا

واقعہ العذاب علم سکھادے اور اسے عذاب سے محفوظ

رکھنا ! (کنز العمال)

حضور کے پہلے ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف ہدایت کرنے والے بلکہ خود بھی ہدایت یافتہ تھے ؛ اور دوسرے ارشاد سے محاسن دنیوی و اخروی کے جامع اور مناسب دنیا و آخرت سے مجتنب رہنے کی جانب اشارہ فرمایا ہے ۔ مگر یا کہ محاسن کی تمام اقسام کے جامع ہونے کی دعا فرمائی ہے ۔ اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ آپؐ کو بہت عزیز تھے :-

### روایتِ حدیث !

ذخیرہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہوئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ایک سو تیس احادیث ہیں ان سے روایت کرنے والے ابن عباسؓ ، ابن عمرؓ ، ابن زبیرؓ ، ابوالدرداءؓ وغیرہ صحابہ اور ابن المسیبؓ ، حمید بن عبد الرحمنؓ ، تابعین حضرات کی جماعت ہے !

### کاتبِ وحی !

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی بھی تھے علامہ طبری نے وحی قرآنی کی کتابت کرنے والے تیرہ حضرات کے نام تحریر کئے ہیں :

حضرت صدیق اکبرؓ ، فاروق اعظمؓ ، عثمان غنیؓ ، علی مرتضیٰؓ ، عامر بن فہیرہؓ ، عبد اللہ بن ارقمؓ ، ابی بن کعبؓ ، حضرت ثابتؓ ، خالد بن سعیدؓ ، حنظلہؓ ، زید بن ثابتؓ ، حضرت معاویہؓ ، شرجیلؓ ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،

لیکن حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضورؐ کی محبت میں رہتے۔ اور سب سے خاص مہارت کے کاتب تھے :

## بشارتِ جنت !

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جہدِ بیا میں جہاد کرے گا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اس لشکر سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے اس لئے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں بحری جہاد اپنی کے لشکر نے کیا :

مذکورہ بالا فضائل و مناقب کی موجودگی میں حیرت و استحجاب کا مقام ہے کہ بعض مسلمان اس عظیم ترین شخصیت کو غلط طریقہ سے ہدفِ مطاعن اور موردِ الزام ٹھہراتے ہیں :-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ اور اختلافِ یزید کی وجہ سے ان کو موردِ الزام ٹھہرانا کسی صورت میں صحیح نہیں :-  
اسے سلسلہ میں چند منقذات ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں ؛ اور جو احادیث صحیحہ ان کے متعلق وارد ہیں وہ اگرچہ قطعیت کا درجہ نہیں رکھتیں لیکن وہ اسانید کے لحاظ سے اس قدر قوی ہیں کہ تاریخی روایات ان کے سامنے بیچ نہیں ہیں۔ اس لئے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تضاد ہو تو تاریخی کو غلط کہا ضروری ہے !

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ معصوم نہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے ان کی روحانی اور قلبی اس قدر اصلاح ہو گئی ہے اور ان کی نسبت باطنیہ اس قدر قوی ہو گئی کہ مابعد کے ادبیا و اللہ سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی دامن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اجماع امت ہر صحابی کی افضلیت کا بلند والوں پر منفق ہے۔ اسی واسطے حضرت امام شافعی رحمہ سے جب پوچھا

گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ؟  
آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس گھوڑے کی سختیوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے عمر بن عبدالعزیز رحمہ سے افضل ہے!

۳۔ معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے بڑا گناہ ہو جاتا ہے مگر یہ گناہ صورتاً ہی گناہ ہے حقیقت میں نہیں! حقیقت میں اس کو گناہ نہیں کہا جائے گا!  
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وارثی اور سرپرستی کو کھینچنا ایک پیچیدگی (وہ بھی بڑا بے باک سخت اہانت ہے) جو کہ دوسری جگہ میں کفر بلکہ شدید کفر ہے۔ مگر یہاں گناہ بھی شمار نہیں کیا گیا!

محشر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی قتل کرنے کی وجہ سے مقام شفاعت عامہ میں اقدام کرنے کی جھجک ہو گی مگر یہ امر لینی



حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ایسا سلوک اس وقت باعثِ خوف نہ ہوگا  
حالانکہ وہ قبیل کا فر تھا، ملک دار الحرب تھا، دشمنِ خدا اور رسول کا ہم قوم اور  
رشتہ دار تھا حالانکہ طریقہ پر اسرائیلی پر غلبہ کرتا ہوا ستارہ تھا، اور حضرت موسیٰ  
علیہ السلام نے قتل کا ارادہ بھی نہ کیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد صافی مانگ لی اور صافی  
بیدی گئی !

قال رَبِّ انِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ۚ  
فاغفر لی ۚ و غفر لہ اندہ ہوا الحق  
الرحیم ۝  
بخبر یا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے  
مگر اس ذنب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغفار بھی مستولی نہیں ،  
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو چھینک دیا  
والقہ الا الواح (سورہ اعراف)

کتاب کو چھینکا اور پھر وہ کتاب اللہ جو انہی کو دی گئی ہو، جس میں کوئی شبہ  
نہیں کس قدر بڑا گناہ ہے ، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوئی مواخذہ نہیں ہوا  
اور یقیناً یہ دونوں امور اس غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان کو حضرت ہارون علیہ السلام  
سے ہوئی تھی اور اس جوش نے یہ سب کچھ کرایا تھا جو عشقِ خداوندی سے شرک  
کی حالت کے مشابہ سے پیدا کیا تھا ! یہ جوش اس وقت پیدا نہیں ہوا تھا  
جب کہ طور پر خبر دی گئی تھی

وانا قد فتنتا قومک من بعدک

واضلعم السامری !

اگر معصوم غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بڑے بڑے امور کا رنگبہا ہو سکتا ہے تو  
غیر معصوم خواہ وہ کتنا ہی بڑی منقبت والا کیوں نہ ہو غلط فہمی میں کیوں مبتلا نہیں  
ہو سکتا ؟ اور اگر اس غلط فہمی کی وجہ سے نبی اللہ اور کتاب اللہ کی اہانت  
اور باغی پائی پر مواخذہ نہیں ہوتا تو پھر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اور صاحب زادوں  
سے جنگ و جدال پر کیا مواخذہ متروک نہیں ہو سکتا ؟  
اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عقدہ بھائی پران کی رشتہ داری اور  
قرابت قریبہ کی وجہ سے تیز ہو سکتا ہے ؟ تو نبی ہاشم ، اور حضرت علی المرتضیٰ  
اور صاحب زادوں پر حضرت امیر مہادیہ رحمہ کا عقدہ کیوں تیز نہیں ہو سکتا ؟  
ہر دو ابناء علم ہی تو ہیں تو پھر کسی اور کو مدخلت کا حق کیسے ہو سکتا ہے ؟

## مخالفت و عداوت

ان حضرات کی باہمی مخالفت سے ان کی باہمی عداوت پر محمول کرنا  
کسی طرح جائز نہیں اس لئے کہ مخالفت اور عداوت میں فرق ہے کیونکہ  
مخالفت کو عداوت لازم نہیں ۔

یہ امر ظاہر ہے کہ دو مسلمانوں میں امور دنیاوی میں مخالفت ممکن ہے  
اگرچہ سبقتاً ضائع ایمان وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں لہذا  
مخالفت عداوت سے عام ہوگی کہ جہاں مخالفت ہو عداوت کا دہاں ہونا  
لازمی نہیں ؛ لیکن اس کے برعکس کہ جہاں عداوت ہو مخالفت دہاں ضرور ہوگی !

ان کی آپس کی مخالفت و آزر دگی سے کسی شخص کو دخل دینے کا مطلقاً  
 جواز نہیں ہے۔ کیا کوئی صاحب ایمان حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اور حضرت سیدہ  
 المنصورہ فاطمہ رحمہ ان دونوں کی آپس میں آزر دگی کی وجہ سے مداخلت کر سکتا ہے؟  
 جیسا کہ حضرت علی رحمہ کی کنیت ابو تراب ہے کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت  
 علی رحمہ حضرت فاطمہ رحمہ سے آزر دہ خاطر ہو کر مسجد میں لیٹے ہوئے تھے نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر قُمُ یا ابوتراب جہ فرمایا !

باد جہود مساوات درجہ و مرتبہ کے تقاضائے بشریت پر محمول کیا جائیگا  
 جیسا کہ ملا رفیع نے از علماء شیعہ اس واقعہ کو نقل کیا ہے :

اس تمام بحث کے پیش نظر انصاف کی نگاہ سے فیصلہ کیجئے کہ اگر  
 محض غلط فہمی کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ رحمہ سے جنگ کرنے والے حضرات  
 اس قدر مستوجب اور مورد الزام ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت موسیٰ کلیم اللہ  
 علیہ السلام کے حق میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے ؟ کہ انہوں نے حضرت  
 ہارون علیہ السلام سے محاربہ میں کوئی قصور نہ فرمایا یہاں تک کہ حضرت ہارون  
 علیہ السلام زاری سے پیش آئے اور فرمایا

یا بنی ام لاناخذ بلحیتہ ولا برائمہ !

اے میرے بھائی نہ پکڑ میری داڑھی ، اور نہ میرا لڑائی میں  
 ان کے علاوہ اور کیا چیزیں ہو سکتی ہیں ؟

## نتیجہ بحث !

حضرت علی المرتضیٰ بھی بمطابق ارشاد نبوی اُنْتُمْ مَعِيَ لِنَزَلَا  
هَارُونَ مِنْ مَوْسٰی : وہ رتبہ رکھتے تھے ۔

ادھرام المؤمنین زوجہ مطہرہ رسول و دیگر اصحاب رسول اللہ مثلاً  
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے حضرات جن کی شان  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے

(مَعَالِجُہُ كَالْحِجْرِ بَاتِيَهُم اَقْتَدَا بِتَصْرَافِہِمْ)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتدا کر دے گئے ہدایت پاؤ گے  
ان حضرات نے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا حامی اور

اجراء و قضا میں سستی کرنے والا سمجھ کر غلط فہمی کی بنا پر ان سے لڑائی  
کی تو ہرگز ان کے متعلق سورۃ فلقی نہیں کی جاسکتی ! جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے حضرت ہارون علیہ السلام کو گوسالہ کے پرستانہ رویوں کا حامی حدود و تعزیر  
میں سستی کرنے والا جان کر اپنے بڑے بھائی اور پیغمبر کی داغ بیل اور سر کو  
پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا اور کتاب اللہ کو پھینک دیا !

لہذا اگر محض لڑائی ہی کفر و ظلم و تشنیع کا سبب ہوتی تو

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نموذ باللہ ، ثم نموذ باللہ کا فروع

لجاعت میں شامل ہوتے :-

اسی طرح سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا معاملہ ہے آپ کے ساتھ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدد پہنچانا اور انہی سے کیا کم تھا، تر ثابت ہوا کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر کسی سے برسرِ پیکار ہونا ہرگز طعن و تشنیع کا سبب نہیں ہو سکتا، اسی واسطے حضرت علی المرتضیٰ رحم نے امیرِ مادیہ رحم کے واسطے اتفاق پر میرٹھ گاری کو تمام آلائش و نقائص سے پاک و صاف ہونے کا اعلان فرما کر امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، جنگِ صفین کے بعد اپنے زیرِ حکومت علاقہ میں جو اعلان بذریعہ گشتی مراسلہ بھیجا گیا، پنج البلاغت جو شیعہ حضرات کی مشہور کتاب ہے کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے :

### اعلان علی المرتضیٰ رحم

ومن کتاب لہ علیہ السلام اور جناب امیر کا مکتوب ہے انہوں نے  
کتبہ الیٰ الیٰ اعلیٰ الامصار رقیقین تمام شہروں کو لکھا اس میں وہ ماجرایا  
فیہ عاجز و بینہ و بکینہ اہل کرسٹہ ہیں جو ان کے اور اہلِ صفین کے  
صفینے و کانے بدلتے امرنا اتنا درمیان واقع ہوا اور اعتبار اس  
التقینا و اقوام منہ اہل الشام معاملہ کی یہ ہوئی کہ ہم اور اہلِ شام  
والظاہر و رتبنا و احد و نبینا و احد کا گروہ مقابل ہوئے اور یہ کلی بات  
و دعوتنا فیہ الاسلام و احدۃ ہے کہ ہم دونوں کا رب بھی ایک ہے

اور یہی پانچین حضرت امیرِ مادیہ رحم کی حضرت علی رحم کے ساتھ جنگ کی تیسی کی بنا پر ان کو ہرگز مدد و اعانت  
نہ ہو سکتی تھی



لا تفرقوا بين من آمن بالله و  
 التصدق بقرآنه ورسوله ولا يتزودوا  
 والامراء احد الا ما اختلافه من  
 دم عثمان وفتح منه براءۃ

فتح البلاء ص ۱۶۶ تھے۔ پس ہم دونوں کا سالہ ایک تھا

مگر اس میں اختلاف پڑ گیا خون عثمان دم

کی دھب سے اور ہم اس سے بری ہیں !

اس اعلان کے ہوتے ہوئے حضرت امیر مہادیوؑ کو ہدف مطاع بنی

الزام مٹھانا خود حضرت علی المرتضیٰؑ کی تکذیب ہے جس کا صاف مطلب

یہ ہو گا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے غلط اور خلاف حقیقت اعلان فرمایا

حضرت امیرؑ نے یہ اعلان فرما کر کہ سوائے خون عثمان دم کے ہمارا

کسی چیز میں اختلاف نہیں، نہ ایمان باللہ، و تصدیق رسول اللہؐ میں کوئی

اختلاف اور نہ ہی دعوت اسلامی میں کوئی تباہی اور نہ ہی حصول اقتدار کی

بنیاد پر یہ حرکت آرائی :-

حضرت امیر مہادیوؑ دم پر تمام اعتراضات و شبہات کی حقیقت کو واضح

فرمادیا :- !



## سیدنا امام حسنؑ اور خلافت حضرت امیر معاویہؓ

حضرت حسنؑ نے حضرت امیر معاویہؓ کے امور خلافت سپرد کر کے ان کی شخصیت فی الاسلام کا جو عملی ثبوت پیش فرمایا ہے وہ پہلی سلام کے لئے درس عبرت ہے

لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب علی معاویۃ  
عنه العج سفيان بن عجلون عليه السلام فلانه لعنه الله  
بعينه !

(احتجاج طبرسی ص ۱۹۳)

جب حضرت حسنؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی تو لوگ عداوت کرنے لگے کہ آپؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت کیوں کر لی؟

فقال والله انه معاویۃ خیر لى من هؤلاء ! احتجاج ص ۱۹۳

آپؑ نے فرمایا واللہ! حضرت امیر معاویہؓ میرے لئے ان سے بہتر ہیں! باوجود فوجی طاقت کے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرنا اور بے سرو سامانی

کے سیدنا امام عالی مقام حضرت حسینؑ کا یزیدی اقتدار کو چیلنج دینا باپ اور بیٹے کی اہلیت و نااہلیت پر مہر تصدیق نہیں تو اور کیا ہے؟

یعنی اگر حضرت امیر معاویہؓ کا دامن اتفاق و درامی مشکوک ہوتا تو حضرت

امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہرگز صلح کی توقع نہیں تھی ! جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
یزید کی نااہلیت کے پیش نظر جان دیدی لیکن اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں  
دینا گوارا نہ کیا !

سردار نہ داد دست در دست یزید  
حقا کہ بنائے لا الہ الاست حسین !

## استخلاف یزید !

یزید کو ولی عہد بنانے کی وجہ سے بھی ان کو ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا  
جاسکتا اس بارے میں ابن خلدون رحمہ اللہ کی تحقیق پیش کی جاتی ہے !  
اور حقیقت میں یہ عمل بدگمانی و بدظنی سے بہت دور ہے خصوصاً  
جبکہ کسی خاص مصلحت کا تقاضا تھا اس کے ساتھ شامل ہو یا کسی  
خاص فتنہ و فساد سے بچاؤ و مد نظر ہوتا ایسے وقت تو بدظنی کو سرے  
سے گنجی ٹٹس نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے  
بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے  
ارباب حل و عقد کا اتفاق ان کے لئے کافی محبت تھا اور اسی اتحاد  
و اتفاق کی مصلحت کو سامنے رکھ کر انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ  
کر یزید کو اپنی جانشینی کے لئے چنا ،

یہ حقیقت ہے کہ بنی امیہ اس وقت یزید کے سوا اور کسی کی  
 ولی عہدی کے لئے رضامند ہونے والے نہیں تھے ، اور وہ  
 قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبت اپنی پشت پناہی میں رکھتے  
 تھے ، خود با اثر تھے ، اور ہاشوکت ، لہذا انہیں حالات کے  
 پیش نظر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اور بہنہ لوگوں کو چھوڑ کر یزید کا انتخاب  
 کیا اور فاضل و بہنہ کو نظر انداز کر کے مفضول و کمتر کو مسند  
 سلطنت پر لائے ، صرف اس لالچ سے لوگوں کا اتحاد و اتفاق  
 اور ان کی رائے میں یک جہتی کہیں ہاتھ سے نہ جاتی رہے  
 جس کی بقا کو شارع علیہ السلام نے بہت ہی اہمیت دی ہے  
 ورنہ اس کے سوا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور کیا کہا جاسکتا ہے  
 کیونکہ ان کی مسلمہ عدالت و صحت نبوی کو دیکھتے ہوئے زبان  
 ان کے بارے میں بدگمانی کا خیال ظاہر کرنے سے گنگ ہے  
 مزید براں صحابہ کبار کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں  
 سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہر نبی سے پاک  
 ہیں اور ان کو الزام نہیں دیا جاسکتا ، نہ تو صحابہ کبار کی وہ شخصیت تھی  
 کہ وہ حق کے اظہار سے خاموش رہتے ، نہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس  
 مزاج کے تھے کہ وہ عزت و شان مملکت کی خاطر حق کو اختیار  
 کرنے سے باز رہتے ، ان بزرگوں کی عدالت ایسی غلط کاریوں  
 سے بہت غندہ باللاتر ہے ۔

## دلی عہدی کے سلسلہ میں امیر معاویہ کی انفرادیت

اپنے لڑکے کو دلی عہد بنانے کے بارے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلفاء  
 اربعہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہونے کی سبب ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ؛  
 اس بارے میں بھی علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے ؛  
 اور یہ کہنا کہ ان کا یہ عمل خلفاء اربعہ کے عمل سے خلاف تھا تو ان کی  
 حالت و شان کو خلفاء اربعہ کی شان و حالت سے کیوں ملایا  
 جائے ؟ حضرات خلفاء اربعہ ظاہر ہے ایسے دور میں تھے کہ  
 خلافت پر سلطنت کا رنگ مطلق نہ چڑھا تھا خلیفہ محض مذہبی  
 و دینی آدمی ہوتا ۔ اور دین ہی کی روشنی میں اپنے حکام کو انعام  
 دیتا ۔ اسی لئے خلفاء اپنا دلی عہد صرف اسی کو بناتے جس کو دین  
 و مذہب میں سب پر پیشوائی غیب ہوتی ؛ اور خلافت کا سہرا  
 اسی کے سر باندھتے ،

اب ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو زمانہ سنہ  
 اپنا رنگ پٹا سلطنت کی آن بان بڑھی اور دینی حکومت کی شان  
 گھٹی ۔ اور اب ایسے فرمانروا کی ضرورت محسوس ہوئی جو سلطنت

میں یکتا اور عصیت میں بے ہمتا ہو ، لہذا اگر مواد یہ روح عصیت کے تقاضے کے خلاف یزید کے علاوہ کسی اور کو مستدامت پر لاتے تو اس کی امامت کون قبول کرتا ؟ اور دیکھتے دیکھتے وہ ختم ہو ہوا جاتی ، اور قوم اختلاف کا جو شکار ہوتی وہ بھی فنا ہو جاتی ۔  
مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۱

### دلی عہد اور اس کا فسق و فجور

یہی بات کہ یزید کے فاسق و فاجر ہونے کے باوجود اس کو دلی عہد بنا کر کس طرح امیر مہمہ رضی اللہ عنہ کی نیک نیتی پر محمول کیا جاسکتا ہے ؟ اس بارے میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنے بلکہ ابن خلدون ہی کی تحقیق پر یہ ناظرین ہے :

اب انتخاب دلی عہدی کے سلسلہ میں چند امور ایسے ہیں جو قابل بیان ہیں تاکہ اس میں حق و ناحق ، صواب و غیر صواب کی تمیز ہو سکے ۔

اشارے یہ کردہ فسق و فجور یزید سے اس کی خلافت کے عہد میں صادر ہوا کیادہ بروقت تغوی دلی عہدی مواد یہ رضی اللہ عنہ کی حقیقت یہ ہے کہ مواد یہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت باعتبار فضیلت و عدالت اس بدگمانی سے پاک ہے ، اور بالکل بری ، بلکہ وہ نرا اپنے عین حیات میں یزید کو گانا سننے سے سختی سے روکارتے

تھے جو دیگر امور نسخ میں جس کا یزید نے ارتکاب کیا محم درجہ ہے !  
 پھر سماع کے بارے میں خود صحابہ مختلف انجیال و اقوال رہے ہیں  
 (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۲)  
 اب اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی !

### خلاصہ بحث !

تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر مہادیو رضی اللہ عنہ کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ محض خطا و اجتہادی اور وہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی کے قصاص کے بارے میں وقوع پذیر ہوئی جس کی وجہ سے ان کو ہرگز مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ! جیسا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکتوب گرامی سے ظاہر ہو چکا ہے ۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں حضرات میں سے کسی ایک کے متعلق کوئی کیا کہہ سکتا ہے ؟ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و حضرت امیر مہادیو رضی اللہ عنہ دونوں حضرات فیضانِ صحبت نبوی و رشتہ داری کے لحاظ سے ایک ہی باغ کے دو مختلف قسم کے پھول ہیں ۔ اگر ایک کو دامادی کا شرف حاصل ہے تو دوسرے کو مصاحبت یعنی اُمّ المؤمنین رُتْمِ جلیبہ مذبحہ معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے اگر ایک چچا زاد بھائی ہے تو دوسرا کون کئی غیر ہے وہ بھی چچا زاد بھائی ہے فرق صرف قرب اور بُعد کا ہے ان امور کے پیش نظر کسی کو کیا حق ہے



کہ وہ ان میں سے کسی ایک کے متعلق لب کشائی کرے !  
 اور یزید کی دلی عہد ہی وہ بھی بہت سے مصالح کے پیش نظر تھی اس  
 لیے کہ جنگ جمل و جنگ نہروان وغیرہ حضرت امیر معاویہؓ کے  
 سامنے تھے ، بنی امیہ تقریباً کافی عرصہ پر پہنچے ہوئے تھے ،  
 قریش اور دیگر مسلمانوں کی حمایت بھی ان کو حاصل تھی ، بنی امیہ  
 کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اقتدار ان سے  
 نکل کر کسی دوسرے خاندان میں چلا جائے ، ایسی صورت میں  
 کسی دوسرے شخص کو دلی عہد بنا نا خود امت مسلمہ میں فساد  
 ڈالنے کے مترادف ہے ۔

اگرچہ یزید کے علاوہ ایسی شخصیات بے مثال ہستیاں موجود  
 تھیں جو کہ تقویٰ اور خشیت الہی کے آفتاب تصور کئے جاتے تھے  
 محض سفکِ دماغ اور اضاعتِ امراں اور فساد فی الارض کا  
 سد باب کرتے ہوئے اہل بیتؑ کو اختیار فرما کر یزید  
 کو دلی عہد بنا یا گیا ۔ !

اور باقی سچیں تاریخی روایات کہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ  
 حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اس کے  
 باوجود انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے  
 اس لئے مؤرخین کی روایتیں عمرؓ بے سرو پا ہوتی ہیں ، نہ  
 راویوں کا پتہ ، نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ، نہ اتصال و

انقطاع سے بحث ہوتی ہے ، ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے ۔ کیونکہ صحابہ کرام و رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ان قلعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں تاریخی روایات کو ناقابلِ اعتبار سمجھ کر رد کر دیا جائے گا ۔

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں حقیقتاً تاریخی روایات پر یہ کہ سلف بالذات ہونے کے بارے میں منقول ہیں وہ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ جو صحابہ کرام کی شان میں وارد ہیں کے مقابلہ میں قبول نہیں ؛ لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جاسکتا ۔

## اہل سنت والجماعت کا مسلک !

اہل سنت والجماعت کا مسلک مشاہیر صحابہ کرام کے بارے میں یہ ہے کہ حق حضرت علی المرتضیٰ کی جانب تھا ۔ دوسرے صحابہ کرام ظہار اجتہادی کی بنا پر مذکور تصور کے حائز تھے ؛ اور دونوں فریق عداوت و ملاحضت کے اعلیٰ مقام پر فائز الحرام ہیں ، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت زین رضی اللہ عنہ کے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک غلیفہ برحق ہیں ۔

ایسے حالات میں کسی ایک کے متعلق بھی لب کشائی کرنا خود اپنی عاقبت پر باد کرنا ہے ۔ اس لئے کہ یہ تمام آفتابِ نبوت کے ستارے ہیں ؛

## سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں کہ آپ اس گھرانے کے چشم و چراغ ہیں جس کی محبت و مودت رب المودت نے اپنی کتاب پاک میں تمام عالم اسلام پر قیامت تک کے لئے لازمی اور ضروری قرار دی ہے۔ اور ان کی پاکیزگی اور نفاست کے بارے میں شہادت ربانی ملاحظہ فرمائیے !

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ  
وَيُطَهِّرَ كُمُ تَطْهِيرًا

اے اہل بیت ! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے دُور کر دے ہر قسم کی رجس و آلائش کہ اور یہ کہ تم کو بالکل پاک کر دے !  
اس آیت کے معنی کے غنڈہ دل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، رضی اللہ عنہم کو ایک کھیل میں لے کر بیٹھ گئے اور ہر گناہ کا ذکر بار بار ایزدی میں التجا کرتے ہیں کہ  
یا اللہ ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو انہیں ہر قسم کی آلائش سے پاک فرما !

جس خاندان کی مدح سرائی میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث خیرات  
اس کثرت سے ہوں وہاں نہ کسی کی زبان اور نہ کسی کے قلم کی رسائی  
ہو سکتی ہے۔ ان کی تشریف و توصیف اور ان کے فضائل و کمالات  
کا بیان تو درکنار انکا تصور بھی ہمارے ناقص خیال میں نہیں آ سکتا !  
خاندان نبوت کا تہارف تو ایسا ہے کہ جیسا دن کے وقت سورج  
کا تہارف چراغ سے کرایا جائے !

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیام قیامت تمام گھرانوں سے  
اور تمام اوصاف عالیہ میں ممتاز و منفرد ترین گھر نہ صرف ہمارے آقاؐ  
نادر، نامدار مدینہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر نہ ہے ۔  
حضرت ام شامیہؓ فرماتے ہیں !

یا اهل بیت رسول الله حمکم  
فرمئے من الله فی القرآن انزلہ

حفاکم من عظیم المذراکم !

منہ لعل علیکم لاصغر لعلہ !

ترجمہ : اے خاندان نبوت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں  
فرض عہدائی ہے : تمہارے عظیم المرتبت ہونے کے واسطے  
یہی کافی ہے جو تمہارے اوپر درود نہیں بھیجتا اس کی ناز نہیں !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
ارشاد فرماتے ہیں :

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
الْحُسَيْنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا نِسَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ،

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ  
الْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ رَجِيحَا نَتَاجِيهِ مِنَ الدُّنْيَا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو جہانِ حبیب کے سردار ہیں :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ حسن اور حسین دونوں میرے بھول ہیں دنیا میں :

انہی احادیث کے علاوہ ان کی شان میں اس کثرت سے احادیث

ہیں کہ اس کے لئے ایک ملبوہ کتاب کی ضرورت ہے :

حضرت امام عالی مقام جس نے مقدس ترین ماحول میں پرورش پائی۔

جس کو خطابت، شجاعت آفتابِ نبوت سے براہِ راست ملی، اور جس  
کی حسن سیرت و صورت کو آفتابِ ہدایت کی نورانی شعاعوں نے منور فرما کر  
خزائنِ اسرار کا مرکز بنایا اور شیوہ تسلیم درخشا جس کے خیر میں تھا :

حضرت معین الدین شمسِ حقیقی امیرِ عالمِ شام امام حسین رضی اللہ عنہ

الفاظ بیان فرماتے ہیں :

شاہِ بہت حسین پادشاہِ بہت حسین دینِ بہت حسین دینِ پناہِ بہت حسین



سردار نہ داد دست و دست یزد حقاکہ بنائے لالا اہست حسینؑ  
حضرت امام حسینؑ نے ملت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر اپنے اور اپنے  
معصوم بچوں کے خون سے میدانِ کربلا کے سینہ پر جو کچھ تحریر کر گئے تھے انہوں  
کو مسلمانوں نے اسے فراموش کر دیا : اور ان کی علیم ترین قربانی کے مقصدِ اٹلی  
کو قابلِ التفات ہی نہ سمجھا ۔

حضرت امام عالی مقام کا اقتدار یزد کے خلاف خروج کا جو نقشہ علامہ  
ابن خلدون نے پیش کیا ہے ملاحظہ کیجئے !

اب حضرت امام حسینؑ کا واقعہ : تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب  
یزید کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکار ہو گیا تو طرفدارانِ  
اہل بیتؑ نے کوفہ سے حضرت امام حسینؑ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ  
تشریف لائیں ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں حضرت امام حسینؑ  
نے سوچا کہ یزد کی بدکاریوں کی وجہ سے یزد کے خلاف اٹھنا تو  
ہے ہی خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہو تو چلتا خیر کبریا کی جائے  
اور آپ نے اپنے میں اس کی اہلیت بھی پائی اور شوکت بھی  
اہلیت تو بہر حال آپ میں آپ کے خیال سے بھی زیادہ ہی تھی  
لیکن شوکت کے اندازہ میں آپ صحیح نقطہ نظر پر نہ پہنچ سکے ۔ کیونکہ  
مصر کی غصبیت قریش میں کارفرما تھی ۔ اور عبد مناف کی غصبیت  
بنی امیہ میں ۔ قریش اور سبھی لوگ اس حقیقت کو خوب جانتے  
تھے اور کسی کو اس سے مجالِ انکار نہ تھی ،



اس سے حضرت امام عالی مقام کے شوق کی پوری وضاحت ہوتی ہے کہ انکا خدوچ مذہبی نقطہ نظر سے اقتدار یزید کے خلاف جہاد عظیم تھا۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

مَعْنَى عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ تَصِيبُ أُمَّتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شِدَائِدٌ لَا يَنْجُو مِنْهَا إِلَّا رَجُلٌ غَرَضَهُ حَزِينٌ اللَّهُ فَمَا هُوَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهِ وَبِيَدِهِ وَقَلْبِهِ فِذَلِكَ الذِّعَى سَبَقَتْ لَهُ السَّوَالِمَةُ

(مسئلہ) حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے انہوں نے کہا فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیغمبریں گے آخری زمانہ میں میری امت کو سختیاں نجات نہیں پائے گا اس سے مگر وہ شخص جو کہ پہچانے اللہ کے دین کو پس جہاد کیا اسی سے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ

اور اپنے دل کے ساتھ ایسے ہی شخص ہے جو نیکیوں میں سابق القلم ہے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ کا ظالم بادشاہ کی سختیوں

سے نجات کی بنیاد ہی جہاد پر رکھی ہے جس میں جابرؓ فرماں روا کے ساتھ جنگ کرنا بھی جہاد شمار کیا گیا ہے :

یہ حدیث بظاہر ان احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے جن میں کفر کے سوا بادشاہ و قوت کے خلاف ہر قسم کا ٹھکانا کسی صورت جائز نہیں بلکہ ہر حالت میں اس کی اطاعت و فرماں برداری ضروری و لازمی ہے جیسا کہ مذہبِ نبیل

حدیث کے الفاظ سے واضح ہے !

والاستاذع امر اھلہ الا انہ تروا کفر اباہا عندکم منہ

اللہ فیہ برحان

اور یہ کہ نہ جھگڑا کریں برسرِ اقتدار شخص سے مگر یہ کہ اس سے  
کھلا کفر دیکھیں۔ اور اللہ کی جانب سے اس میں قطعی دلیل موجود

ہو اور آئمہ دین کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی مسلم ہوتا ہے !

لا توحی الخروج علی الائمتہ ولو جاوروا !

حاکمانِ وقت کے خلاف خروج جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں !

بظاہر اگرچہ احادیثِ باہمی تھامنے مسلم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں کوئی

تھامنے نہیں ! اس لئے کہ اگر کسی فرمانروا کے ظلم و ستم سے کسی کی دنیاوی

حیثیت مجروح ہوتی ہو تو ایسی صورت میں جوشِ انتقام سے منسوب ہو کر

اس کے خلاف ہاتھ اٹھانا کسی صورت میں جائز نہیں !

لیکن اگر کسی صاحبِ اقتدار کے غلط اور ناجائز طرزِ عمل سے ملتِ اسلامیہ

کا کوئی گوشہ مجروح ہوتا ہو جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے فتنہ و فساد

اور تعدی کا شکار ہونے کی وجہ سے نظامِ ملی اور ملکی کے درہم برہم ہونے

کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سامانِ جہاد کے فراہم ہونے پر خروج کرنا

اسلامی نقطہ نظر سے جہادِ عظیم شمار کیا جائے گا۔ ورنہ ان حضرات کو کیا کہا

جائے گا جنہوں نے غلط کارفرمایانِ رواؤں کے ظلم و استبداد کے پھجیہ سے قوم

کو نجات دلانے میں اپنی عزیز ترین متاعِ دنیاوی کو ملک و ملت کے مفاد پر قربان

کر دیا۔ خصوصاً صحابہ کرام اور تابعین و حضرات جنہوں نے واقعہ کربلا کے  
 صرف تین سال بعد ینہ منورہ میں یزید کی غلط کاریوں کے پیش نظر اس کی سبیت  
 فرغ کر کے عظیم جہاد بلند کیا۔ کیا ان حضرات کو شہید نہیں کہا جائے گا؟  
 خلاصہ یہ کہ صاحب اقتدار کے مجاہد بالغت ہونے کی صورت میں  
 مناسبت عظیمہ کی پیش بندی کے طور پر اس کے خلاف خروج کی کوئی ممانعت  
 نہیں ہے۔

ممانعت خروج صرف ذاتی اور دنیاوی حیثیت کے مجروح ہونے کی  
 صورت میں صحیح تصور کی جاسکتی ہے اس لئے کہ اس صورت میں مناسبت عظیمہ  
 کے پیدا ہونے کا شدید ترین خطرہ ہے لہذا غرض شامع علیہ السلام کی دونوں  
 جگہ مناسبت عظیمہ کے نتائج بد سے قوم کو محفوظ رکھنا ہے۔ اور حدیث اہل  
 نبی شائد سے مراد شائد دینیہ ہیں یعنی ظاہر ہونا خواہش و  
 منکرات شرعیہ کا جیسا کہ

لَا يَجُوزُ مِنْهَا إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ دِينَ اللَّهِ

کے جملہ سے ظاہر ہے کہ جس فتنہ سے نجات کی صورت محض معرفت  
 دینی پر مبنی ہو وہ فتنہ دینیہ ہی مراد ہو سکتا ہے نہ کہ دنیوی !  
 کہ بادشاہ وقت کی مخالفت سے نجات محض عارف دین کو حاصل  
 ہو سکتی ہے نہ کہ جاہل کو !

باقی رہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا طرز عمل اس کے متعلق چند ضروری باتیں پیش  
 کی جاتی ہیں !

## حضرت امام عالی مقام کا شرعی موقف !

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام خروج کے عدم جواز پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں پہلے وہ ذکر کئے جاتے ہیں !

۱۔ کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ امیرِ اولی الامر کی اطاعت ضروری و لازمی ہے ۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ملاحظہ کیجئے !  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاطِيعُوا أَوْلِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ !

اسے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تمہارا امیر (اولی الامر) ہے اس کی !  
ارشاداتِ نبوی ملاحظہ فرمائیے !

فمن اراد ان يفرق امر هذه الامة و همى جميع  
واصوله بالسيف لكانا من كاذب

اور اگر کوئی شخص اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو تو توار سے اس کا گلاڑا دو بخوار دہ کوئی ہند !

والا ننتازع امر اهلہ الا ان تروا کفرا بواحدکم  
من اللہ نبیہ برہانہ

اور یہ کہ حکومت کے بارے میں ہم برسرِ اقتدار شخص سے جھگڑانہ کریں

جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو اور اللہ کی جانب سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو !

۲۔ دوسری دلیل حضرت امام حسینؑ کے موقف کے خلاف دیگر اکابرین صحابہؓ کے طرز عمل کو پیش کیا جاتا ہے ؛ جناب محمد داہد صاحب عباسی فرماتے ہیں :

کہ امت مسلمہ میں آج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر کٹ مرنے کا جذبہ فنا نہیں ہوا حالانکہ علم، تقویٰ، قوت ایمانیہ، اور اخلاق و کردار میں انہیں سلف صالحین سے دور کی نسبت بھی نہیں !

بڑی سے بڑی جاہر حکومت کو سب سے زیادہ مشکل اگر کوئی کام نظر آتا ہے تو وہ ہے مسلمانوں کو حکومت پر راضی رکھنا ؛ امتیازی جے سرسامانی کے باوجود نہایت باجبروت قوت سے فکر لینا اور اس کے لئے مسلمانوں کو مجتمع کر لینا مشکل نہیں ۔ پھر کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ازواج مطہرات اور کبار صحابہؓ رہا اور اکابر آل البیتؑ کی موجودگی

قرآن اقول کہ وہ مسلمان جنہوں نے قیصر و کسریٰ کو ہر کمیت دی اور جڑے میں کافروں اور باطل قوتوں سے جا ٹکرائے اس وقت بین

ایسے برگشتہ اور تقاضائے ملیہ سے اتنے بے پرواہ ہو گئے

تھے کہ انہوں نے ایک فاسق اور جاہل شخص کو اپنے اور مصلحت پرستہ

خلافت معاویہؓ پر مزید صحت - ۸۳ - ۸۴

دیا -



خلاصہ یہ کہ اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کے خلاف جواز خروج کی کوئی وجہ متحقق نہیں تھی ورنہ ان صحابہ کرام کی پوزیشن مجروح ہوتی ہے جنہوں نے بھی اقتدار یزید کو قبول کیا !

۳۔ تیسری دلیل کہ جب حضرت امیر مصلیہ رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنا گئے اور ان کی وفات کے بعد جمہور امت یزید کے ہاتھ پر بیعت عامہ کر چکے اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے !

۴۔ چہارم یہ کہ آئمہ مجتہدین کا سوائے بعض حضرات کے یہی مسلک ہے کہ خلیفہ بسبب فسق معزول نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر خروج کیا جاسکتا ہے ۔ جیسا کہ آئمہ سے منقول ہے

لَا تُخْرَجُ الْخُرُوجُ عَلَى الْأَمَّةِ وَلَا وَجَارُهَا

یعنی ہم حاکمان وقت کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظالم ہوں !

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے احکام اسلامی اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے اس کے باوجود ان کے اقدام خروج کو کیوں کر جواز پر محمول کیا جاسکتا ہے ؟

### جواب

سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جہاد غلطی کے بارے میں کلام کرنا تاریخ اسلامی سے ناواقفیت کی دلیل ہے ؛ اس لئے کہ احکام اسلامی میں مخالفت خروج اس وقت ہے جب کسی کا وقتدار مکمل طور پر ملک میں جم چکا ہو



اور تو اس کے اقتدار کو لینے کسی مزاحم کے طوعاً یا کرہاً تسلیم کر چکی ہو جیسا کہ الفاظِ حدیث و صحیح جمیع سے ظاہر ہے۔ لیکن اقتدار یزید اجماعاً ناممکن تھا اس لئے کہ اہل مدینہ و اہل کوفہ تا حال اقتدار یزید سے راضی نہ ہوئے تھے مثلاً جب کہ خواص امت حضرت امام حسین و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عمرہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے کسی چیز کی صحت و عدم صحت کا مدار صرف خواص امت پر ہوا کرتا ہے نہ کہ عوام الناس بہ! لہذا عوام الناس کا اقتدار یزید کو قبول کرنا کوئی وقت نہیں رکھتا جب کہ خواص امت اس کے خلاف ہوں۔ جو ایسی صورت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو ناجائز قرار دینا کیوں کہ صحیح قرار دیا جاسکتا ہے!

بالغرض اگر اقتدار یزید استغلاف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا بیعت جہالت کی بنا پر عام تسلیم ہی کر لیں کہ اقتدار یزید مکمل ہو چکا تھا تو پھر بھی حضرت امام عالی مقام کے خروج میں عوام نہیں کہا جاسکتا؟ کیوں کہ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو کافر سمجھ کر اس پر خروج کیا تھا جیسا کہ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہی اس کے کفر کی طرف گئے ہیں!

اور بعض علماء محققین شیخ امام جوزی اور ملا سعد الدین افغانی اور حضرت مولانا شاہ عبداللہ بانی پتہ رحیم اللہ تعالیٰ بنیر کفر یزید کے قائل ہیں اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید کی حالت تبدیل ہو گئی تھی مثلاً ترک نماز و دیگر غیر شرعی امور کا ارتکاب علاوہ ہونے لگا تھا۔ اور شراب کو حلال سمجھنے لگا جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبداللہ بانی پتہ تفسیر منطہری میں اس کے اثبات نقل کر رہے ہیں

ایک شعر ملاحظہ فرمائیے !

فان حرمت یوما علی درینے محمد

فخذ حاکم علی درینے المسیح بن مریم

تغیر منبری ص ۲۱۹

پس اگر شراب حرام ہو گئی کچھ دن معصومہ کے دین میں ! تو نوش کر

اس کو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم ص کے دین پر !

اور دوسرے کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہو اور

دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ ایسا ہی اس پر خروج کرنے میں اختلاف

ہو جائے گا اور تکفیر تفسیق، تعدیل اور جرح وغیرہ پر کسی کا اتفاق کرنا

مذہب یا مذہب یا بدیہات عقلی سے نہیں ہے تاکہ غدر و معذرت کی ضرورت

پیش آنے کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیوں خاموش رہے ؟

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و گزائی

(والا یتنازع امر اہلہ الا انہ تروا حکم انوارا)

یہ کہ نہ جھگڑا کریں ہم پر ہر اقتدار شخص سے جب تک کہ اس سے

کھٹا کفر نہ دیکھیں !)

سے مراد ہی صحابیان خداوندی ہے نہ کہ حقیقی کفر، جس سے کہ انسان

عدو و اعداؤں سے خارج تصور کیا جاتا ہے ! بسیا کہ محض الجار میں اس کی تصریح

موجہ دہے !

والجہاد بہ المحاصی اہل لا یتنازعوا الولا الا انہ تروا

منہم منکرًا محققا فانکروا ،

بجہ الجار ص ۱۲۱ ج ۱۔

اور مراد اس سے معاصی ہیں یعنی نہ جگہ و حکامانِ وقت سے مگر  
یہ کہ دیکھو ان سے برائی ظاہر۔ پس نیکو کہہ اس پر  
اب اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان  
انہ تصیب لے تھے فی آخر الزمان من سلطانہم  
شدائد لا یجوز منها الا رجل عرفہ ربہ اللہ  
فیما حد علیہ بلسانہ و بیدہ و قلبہ فذلک الذی  
سبقتم لہ السوالفت (الحديث) (سنن)

(کہ آخر زمانہ میں میری امت کو ان بادشاہوں کے ہاتھوں  
سے بہت کچھ تکلیفیں پہنچیں گی ان سے وہی شخص نجات پائیگا  
جس نے خدا کے دین کو پہچان لیا۔ ہجرت کے لئے اپنی زبان سے  
اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے دل سے جہاد کیا پس یہی شخص ہے  
جو نیکوں میں سابق القدم ہے)

کہ ملا کر نتیجہ نکالے کہ حضرت امام عالی مقام کا خود برجِ زمانِ نبوی کے  
پیشِ نظر اقتدارِ یزید کے خلاف جہادِ عظیم تھا حدیث کی تشریح قبل انہیں ذکر کی  
جا چکی ہے

باقی رہا دیگر صحابہ کرام کا طرزِ عمل کہ یزید کے فسق و فجور کے ہوتے ہوئے  
وہ خاموش رہے بلکہ حضرت امام حسینؑ کو بھی روکنے میں کوشاں رہے

تو یہ اختلاف اہل کوفہ کی حمایت کے دعووں کی بناء پر ظاہر ہوا۔  
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کے دعووں پر کامیابی اور مدد کے امید  
دکھائی دی۔ خدا پر توکل کر کے اذا عزمت فتوکل علی اللہ کے پیش نظر  
سیدان میں نکل پڑے۔ دوسرے حضرات کو اہل کوفہ سے ایسے عہد کی  
امید نظر نہ آئی۔ اس لئے وہ حضرت امام عالی مقام کو بھی مدد کرنے میں کوشاں  
رہے نہ یہ کہ اصل نفل کے جائز و ناجائز کی بنا پر کوئی اختلاف ہوا۔

جیسا کہ خود محمود احمد صاحب عباسی کے پیش کردہ حوالہ سے ظاہر ہے  
شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید نے محمد بن الحنفیہ سے ملاقات  
کے دوران حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خدو ج کے بارے میں اپنے  
خیالات کا اظہار کیا اس پر محمد بن الحنفیہ نے یزید کی جو تردید فرمائی  
ہے اس کا آخری حصہ عباسی صاحب کے اپنے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے  
حسین رضی اللہ عنہ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو برا بھلا کہو ! اور  
بر ملا ان کی مذمت کرو ! امید المؤمنین ! میں درخواست کرتا ہوں  
کہ حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیے جو مجھے ناگوار ہو  
خلافت سادیہ و یزید ص ۱۸۲

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ یزید کے خلاف اقدام  
خروج کو ناجائز سمجھتے تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج واقعی ان کے  
نزدیک احکام اسلامی کے پیش نظر ناجائز تھا تو پھر انہوں نے حضرت امام  
حسین رضی اللہ عنہ کی برأت کیوں اور کس لئے فرمائی ؟

اگر قرآن کریم اور احادیث شریف اور صحابہ کرام کی مخالفت کرنے والا قابلِ مذمت نہیں تو اور کون ہو گا۔ گو یارِ لیبر پچ جدید کے مطابق حضرت محمد بن الحنفیہ نے اپنے بھائی کے غلط اقدام کی غلط حمایت کی۔ (نورِ باشرس ذالک) بلکہ حضرت محمد بن الحنفیہ کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مذکورہ بالا الفاظ اس بات کا یقین ثبوت ہیں کہ اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا؛ ورنہ پھر بتلایا جائے کہ کیوں قابلِ مذمت نہیں؟ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضرت محمد بن الحنفیہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی برأت صحیح اور جائز فرمائی اور یقیناً صحیح و جائز اور بجائز فرمائی تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو صحیح تسلیم کرنا ضروری ہے!

### موقف صحابہ کرام!

اقتدارِ یزید کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے جو حقیقتِ حال واضح کی ہے اس کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین ہے!

ربا حکم شری! تو اس کے سمجھنے میں آپ سے ہرگز غلطی نہیں کی  
کہوں کہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا۔ اور آپ کا گمان یہی تھا  
کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے۔

جب حضرت امام مدینہ سے کوئٹہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس، ابن الزبیر، ابن عمر، ابن الحنفیہ، آپ کے بھائی اور دیگر



نے آپ کو جانے سے روکا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ آپ جانے میں غلطی پر ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یونہی عقیدہ ہو چکا تھا اس لئے امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے نہ پھرے اور روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام، عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر فروع کو نامناسب جانتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا کیونکہ اس میں فتنہ و فساد اور خونریزی کا خطرہ تھا اسی لئے وہ اس سے بچے رہے :

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۲)

دوسری جگہ اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے فرماتے ہیں :  
اور بعض نے اس کے خلاف قدم اٹھانے کو خلافِ مصلحت جانا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک اٹھے، اور کشت و خون کا بازار نہ گرم ہو جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر یزید کے خلاف قدم اٹھایا گیا تو اس کو نہجاً نہ سکیں گے کیونکہ یزید کی پشت پر اس وقت اپنی امیہ کی عصبيت تھی اور قریش کے عام اربابِ صل و عقد بھی اس کی مہادنت کیلئے عصبیت مضر بھی اسی کی مدد پر تلی ہوئی تھی جس کے مقابلہ کی تاب کسی کو نہ تھی اس لئے وہ یزید سے دستکش ہی رہنے اور اس کی ہدایت کیلئے رعایتیں کرتے

مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۴۲

علامہ کی مذکورہ بالا تحقیق ہمارے دعوئی کی پوری پوری تائید کرتی ہے



کہ اگر مہدیہ کرام کا یزید پر خروج سے دست کش رہنا محض اسبابِ خروج نہ  
 ہونے پر مبنی تھا جس سے غمراہ رینس کا شدید خطرہ تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ  
 لوفہ کے وعدوں کی بنا پر اسبابِ خروج کافی سمجھتے ہوئے احمامِ اسلامی کی نیکیوں کے  
 پیش نظر خروج کو ضروری سمجھتے تھے نہ یہ کہ اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف تھا  
 عیا کہ عباسی صاحبِ باد کرنا چاہتے ہیں ورنہ پھر محمد بن الحنفیہ کو کیا کہا جائیگا  
 اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک لفظ سننا بھی گوارا نہ کیا۔

### آئمہ مجتہدین کا نقطہ اجتناب

بادشاہ وقت کے خلاف خروج کا مدار اس کے معزول ہونے یا نہ ہونے  
 پر مبنی ہے اس بارے میں علماء و محققین کی تحقیق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ  
 نے جو پیش فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے :

قال القاضی عیاض رحمہ اللہ اجمیع العلماء علی ان  
 الامامة لا تنقل لکافر و علی انه لو طرد علیہ  
 الکفر العزل قال وکذا لو ترک اقامۃ الصلوۃ والاداء  
 لیہا قال وکذا لک عند جمہور علم البدعة

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اجماع اس بات  
 پر ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منقذ نہیں ہوتی اگر امام پر کفر طاری  
 ہو جائے تو معزول کر دیا جائے گا۔ اور کہا ایسے ہی اگر نادر قائم  
 کرنا اور اس کی طرف بلا جھوٹ دے نہ بھی معزول ہو گا۔ فرمایا اسی طرح

جہور کے نزدیک بدعت کا پایا جانا ہے !

یہاں علماء کے اجماع کی مہر تقدیر سے قاضی عیاض یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ امام وقت ترک نماز اور اس کی جانب ترک عورت اور بدعت کے پائے جانے کی بنا پر منصب امامت کے نااہل ہونے کی بنا پر معزول کر دیا جائے گا۔  
اس سے آگے فرماتے ہیں :

قال القاضي عياض: فلو طرأ عليه الكفر أو تخيير للمشروع  
أو بدعة خرج عن حكم الولاية وسقطت طاعته و  
وجب على المسلمين القيام عليه وخلعه ونصب  
امام عادل انما أمكنهم ذلك !

اور قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر کفر اس پر طاری ہو یا شرعیت کے اندر تغیر یا بدعت شروع کر دی تو خلافت و ولایت کے علم سے نکل گیا اور اس کی اطاعت جاتی رہی۔ لہذا مسلمانوں پر اس کے خلاف اٹھنا اس کو علیحدہ کرنا اور دوسرے عادل امام کو مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے ! بشرطیکہ اس کی قدرت ہو !  
ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب تغیر شرع یا بدعت کے پائے جانے پر مسلمانوں پر امام دلت کے خلاف جہاد ضروری ہے جب کہ اس کی طاقت ہو تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے کیوں ناجائز نہاروانا تھا جب کہ ان کو یزید کے خلاف اٹھنے کی طاقت کی حمایت حاصل تھی اس مسئلہ کی پوری تحقیق جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے پیش فرمائی ہے کتاب بی دوسرے جگہ ملاحظہ فرمائیے !

## مصنف خلافت معاویہ ویزید اور رقابت خانہ دانی

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے تعارف کا جو نقشہ مصنف کتاب خلافت معاویہ ویزید نے پیش کیا ہے اسے دیکھ کر ہر صاحب ایمان کا دل لرز جاتا ہے کہ جس قدر نبادت کے سلسلہ میں احادیث وارد ہیں ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر چسپاں کرنا اور ان کی پوزیشن کو ہر اعتبار سے مجروح کرنے کی کوشش کرنا اور ان کے جہاد عقلی کو دراشت پوری کے حصول پر محمول کر کے ان کے اقدام خروج کو محض اتباع نفس قرار دے کر ہر اعتبار سے ان کو مستوجب عتاب کرنا کہاں کا انصاف ہے ؟

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار اٹھانے کے جواز پر بحث کرتے ہوئے

ایک جگہ فرماتے ہیں :

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار اگر ام المومنین عائشہ صدیقہ زوجہ مطہرہ

و حبیبہ رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے

اور اس پر دج پرتیر بربائے جاسکتے ہیں جس میں امت کی ماں

نثر لعین فرما رہی ہو اور ماں بھی وہ جو حجت دینیہ کے تحت میدان میں

آئی ہو تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جاسکتی ؟

جن کی دعوتِ محض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علیؓ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے ! باوجود اس کے ان کے خلاف شروع سے متشددانہ کارروائی نہیں کی گئی حالانکہ اصولاً یہ مطالبہ ایسا تھا کہ نہ کتاب اللہ سے اس کی سند پیش کی جاسکتی ہے نہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ شامل خلفاء راشدینؓ اور نہ عزائم آلِ البیت سے !

### خلافتِ معاویہ دیزید ص ۱۸۰

حضرت امام حسینؓ رحمہ کا اعدام شروع ناجائز و احکامِ اسلامی کے خلاف جس کی کوئی سندِ سنتِ اسلامیہ سے پیش نہیں کی جاسکتی لیکن محمد الامام عباسیؓ کے بارے میں جناب محمود احمد عباسی صاحب کی گویہراشتافی ملاحظہ فرمائیے۔  
راقم الحروف نے مبعوث تالیف میں انتزاعِ اموی خلافت و قیامِ خلافتِ عباسیہ کے تحت بتایا ہے کہ مضر و ربیعہ کی شدید ترین دشمنی نے اموی خلافت کی افادیت ختم کر دی تھی اگر محمد الامام عباسیؓ کی تعمیری تحریک اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی تو ملت کا شیرازہ اب بکھر گیا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت ہمیشہ کے لئے بارہ بارہ ہر کہ تباہ ہو جاتی۔ عرب اور غیر عرب کی چپقلش نے صورتِ حال نازک کر دی تھی ! عباسی تحریک تخریبی نہیں تعمیری تھی، اس بارے میں بھی روایات کو نقد و درایت سے پرکھنے کی ضرورت ہے !  
خلافتِ معاویہ دیزید ص ۱۸۱

ناظرین کرام ! اس بے لاگ ریسرچ کا اندازہ لگائیں کہ حضرت امام حسینؑ کے حق میں تو خلیفہ وقت کے خلاف خرد و دانت آباؤی پر محمول کر کے ان کو باطلی قرار دے کر ان کے جوازِ قتل پر دلائل پیش کئے جائیں ! اور دوسری طرف اگر وہی کام خاندان عباسیہ کا کوئی فرد کر گذرے تو اس کے لئے سب کچھ جائز اور صحیح شمار کیا جائے ! جو حضرت امام عالی مقام کے لئے ناجائز و نادرست تھا بلکہ اس کے اس فعل کو تعمیری تحریک کے رنگ میں پیش کرنا ریسرچ کے پس منظر کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی ہے ۔

جن حضرات نے وقتِ نظر سے اس کتاب (خلافتِ سادہ و دینہ کاملاً) نہیں فرمایا وہ اس کے عزائم باطلہ کو سمجھنے سے قاصر رہے انہوں نے اس کو محض تاریخی کتاب سمجھ کر ناقابلِ التفات سمجھا ۔ لیکن حقیقت میں یہ کتاب تاریخی نہیں بلکہ تاریخ کی آڑ میں ملت کی مقدس و محبوب ترین ہستیوں کو موردِ اذام و بدبِ مطاعن ٹھہرا کر ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ملتِ اسلامیہ کی غیر متزلزل بنیادوں کو اکھاڑنے کی ناپاک کوشش ہے ! اور ریسرچ کی آڑ میں رقابتِ خاندانی کا بدترین مظاہرہ کیا ہے کہ جو کام حضرت حسینؑ کے لئے ناجائز و نادرست ہو وہی کام محمد الام عباسی کے لئے جائز و تعمیری شمار کرنا آخر کیوں کر درست ہے ؟

ایلیٰ بصیرت حضرات کے لئے اس ریسرچ کا پس منظر معلوم کر سنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے !



## حضرت حسینؑ کی تیاری اور صحابہ کا مشورہ !

اہل کوفہ کے پیہم اصرار پر حضرت امام حسینؑ نہ رخت سفر میں جب مصروف ہوئے  
 تو اکابرین صحابہؓ نہ اہل کوفہ کی بے وفائی کے پیش نظر انہیں کوفہ سے باز رکھنے کی تجویز  
 کرنے لگے کیونکہ حضرت امام حسینؑ نہ کا نقصان ملت اسلامیہ کا نقصانِ عظیم تھا !  
 جس کی خلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی ! حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے جو خط امام عالی  
 مقام کو سفر کوفہ سے باز رکھنے کیلئے لکھا اس میں اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے  
 اِنَّ هَلَكَةَ الْيَوْمِ طَغَى فَوْرِ الْاَرْضِ فَاَنْتَ عِلْمُ الْمُهْتَدِينَ  
 ورجاء المؤمنین ۔

کامل جلد ۲۴۴ البیاء والنهاية ج ۸ طبری ۲۱۹

اگر آپ شہید ہو گئے تو ذرا اسلام جاتا رہے گا کیونکہ آپ ہدایت یافتہ  
 لوگوں کے امام ہیں اور اہل ایمان کی امیدوں کا مرکز !

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

اَقْرَبُ فَوْرِ هَذَا الْبَلَدِ فَاَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْحِجَابِ

(کامل جلد ۳ طبری ۲۴۶)



اسی شہر میں قیام کیجئے کیونکہ آپ باشندگانِ حجاز کے امام ہیں !  
 یہاں سے یہ بات انہیں من الشمس ہے کہ حضرت امام حسین کے روکنے میں جو  
 حضرات پیش پیش تھے وہ اس وجہ سے نہیں کہ یزید کے خلاف اقدام خروج کا جواز  
 نہیں بلکہ اسباب خروج ہی نہ ہونے کی بنا پر امام عالی مقام کو روکنے میں کوشاں رہے  
 کیونکہ اہل کوفہ کے مرادید پران حضرات کو کوئی اعتماد نہیں تھا جیسا کہ فرزندِ حق نے  
 امام حسین کے کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں ان کے دریافت کرنے پر اہل کوفہ کی  
 حالت کا ان الفاظ سے تعارف کرایا ہے :

قلوب الناس معك سيؤنهم مع بني امية !

کامل جلد ۳ (۲۷۷)

کہ لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہی لیکن ان کی تواریخ بنی امیہ کے ساتھ !  
 ورنہ خلیفہ برحق کے خلاف بلا وجہ خروج کر کے بلیتِ اسلامیہ کی خلاف ورزی  
 کرنے والا لوگوں کا امام اور ستیہ اہلِ حجاز (جیسا کہ عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن  
 عباس رحمہ نے فرمایا ہے) کیسے ہر سکتا ہے ؟

اس لئے اختلافِ اسباب کے مہیا ہونے یا نہ ہونے پر مبنی تھا !  
 اور حضرت امام حسین رضا اہل کوفہ کے پیغمبر احمد اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر  
 آپ کے لئے صرف ایک دن میں باوجود ہزار اشخاص کے بیعت ہونے کی بنا پر اہل  
 کوفہ پر اعتماد کر کے نکلی کھڑے ہوئے !

## کیا امام حسین رضی اللہ عنہ خروج میں متفرّد تھے؟

یہ کہنا کہ یزید کے خلاف صرف امام حسین رضی اللہ عنہ ہی خروج میں متفرّد تھے۔  
واقعات کا انکار ہی نہیں بلکہ انسانیت سے انحراف کے مترادف ہے اس لئے  
کہ خود عباسی صاحب تحریر کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ کوئی بھی  
آ رہا ہے۔

برادرانِ مسلم کی ضد تو جذبہ انتقام کے ماتحت تھی لیکن جب ان ساتھ  
کو فیوں نے جو آپ کو عزت ملے جانے کیلئے مکہ پہنچے تھے اور آپ ہی  
کے قافلہ کے ساتھ ساتھ آ رہے تھے آپ سے اصرار کیا اور یہ کہہ کر  
ترغیب دی کہ مسلم کی تواریات تھی جب آپ کو فہم میں وارد ہوئے  
تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

خلافت معاویہ دینید ۱۶۶ھ

اس میں ساتھ کو فیوں کے ساتھ آنے کا اقرار ہے، ان ساتھ کو فیوں کا  
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہرگز خروج کرنا تمام اہل کوفہ کا امام عالی مقام کی  
مہبت میں خروج کرنے کے مترادف سمجھا جائیگا، اس لئے کہ اپنے محبوب اٹھ  
کی ہر کاتبی کی سعادت غلطی سے شرف یا ب ہونے کے واسطے ہر اقتدار سے مستند علیہ

و معززین اہل کوفہ ہی ہو سکتے ہیں جو ایسے امور میں ہر جگہ پیش پیش ہوتے ہیں اور وہی قوم کے نمائندے تصور کئے جاتے ہیں؛ اور حضرت امام عالی مقام ایسے ہی اشخاص پر اعتماد کر کے اپنا رفیق سفر ناکران کی قیادت فرما سکتے تھے جو اہل کوفہ کے مقتدی اور پیشوا تصور کئے جاتے تھے، ورنہ غیر معروف اور بے اعتماد اشخاص کی قیادت ایسے نازک ترین حالات میں کیسے قرین قیاس ہو سکتی ہے؟

خصوصاً جب کہ خواتین بھی رفیق سفر ہوں تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سناٹا کوئی تمام اہل کوفہ کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے حضرت امام حسین رحمہ کے رفیق سفر تھے؛ تو نتیجہ یہ نکلیے گا کہ تمام باشندگان کوفہ حضرت امام حسین رحمہ کے ساتھ تھے، یعنی بلا واسطہ اور باقی بلا واسطہ،

عباسی صاحب خود ہی دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں؛

اسی مؤرخ کے بیان کے مطابق ٹھیکہ سوا اشخاص جو کوفہ کے ممتاز افراد تھے سفر کے حضرت حسین رحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر شخص کے پاس دو دو تین تین مکاتیب و خطوط بھی کو فیوں کے تھے جن میں موصوف کو کوفہ آنے اور بیعت خلافت لینے کی دعوت دی گئی تھی، (خلافت سہادیہ ویزید ص ۹۷)

اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں جس میں اس سے بھی زیادہ وضاحت موجود ہے اور اس تمام عرصہ میں کو فیوں کے صد ہا خطوط، بیسیوں وفود، اور سیکڑوں اشخاص ہراق سے ان کے پاس آتے جاتے اور بیعت اطاعت کے حلف لیتے رہے۔ ساتھ کو فی قومیت میں چلنے کے اشتہار میں

ٹھہرے رہے جو بعد میں ان کے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے !

خلافت مہادیہ یزید ۱۱۵ھ

اوجہ ان کے اپنے اقرار سے یہ چیز دزد و دشمن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ یہ کہنا کہ خردج میں صرف امام حسین رضہ متفرد تھے اور تمام امت نے برضاد و بغیبت یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور تمام امت متحد متفق ہو چکی تھی با سکل غلط اور بے بنیاد ہے ۔ بلکہ مذکورہ بالا سوال جات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام اہل کوفہ اور بعض دیگر اطراف و اکناف کے لوگ حضرت امام حسین رضہ کے ساتھ تھے اور بعض حضرات حضرت عبداللہ بن زبیر رضہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے حضرت امام حسین رضہ کی شہادت سے قبل اقتدار یزید ہی نامکمل تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں !

وَالْحُسَيْنِ اسْتَشْهَدَ قَبْلَ اَنْ يَتَوَلَّى يَزِيدَ عَلٰى شَيْءٍ

معنى البلا -

منہاج السنہ ۲۳۹ جلد ۲

اور حضرت امام حسین رضہ اقتدار یزید کے مکمل ہونے سے پہلے ہی شہید ہو گئے ! اس ریسرچ پر چونکہ جہالت بھی سرسپٹ کر رہ گئی کہ ایک طرف تو یہ کہہ دلی عہد اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی نمائندگی سے ہوا اور مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ سے بیعت کے لئے وفود آئے ہوں اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر اس طرح ایسے قریشی نوجوان کی بیعت کی جو جو اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا

محبوب تھا۔ گو یا کہ صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہی الگ رہے !

لیکن دوسری طرف اقتداریزد کو طاقت کے بل بوتے پر مسلط کرنے کیلئے پہلے گورنر کی ناکامی پر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا جاتا ہے۔ اور تمام اشخاص کے ناموں کی فہرستیں طلب کی جاتی ہیں جو اقتداریزد پر بلیہ کے خلاف تھے اور سرداران قبائل کو مفسدین کے ہموار کرنے کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے سرحدی چوکیوں پر نگران مقرر کئے جاتے ہیں اور مسلم بن عقیل کے میزبان کو گرفتار کر دیا جاتا ہے اور مسلم بن عقیل اپنے میزبان ہانی بن عروہ کو قید سے چھڑانے اور عبید اللہ بن زیاد کا قلع قمع کرنے کیلئے چالیس ہزار جنگجو زحمان جمع کر لیتے ہیں آخر مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا جاتا ہے !

یہ صاحب ریسرچ جدید کا اپنا اقرار ہے !

کیا ایسے واقعات کی موجودگی میں اقتداریزد پر پروری امت کے اجتماع کا دشواری اور تنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مخالفت کا بہ پگینہ ۱۰۰ ہے لاگ ریسرچ کا نتیجہ قرار دینا کہاں کی شرافت و دیانت داری ہے ؟

پہل کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

سرد نادان بد کلام نرم و نازک ہے آخر !

## حضرت امام حسینؑ کی روانگی اور شہادت !

حضرت امام حسینؑ رضہ کو جب کو فہ سے مسلم بن عقیلؓ نے لکھا خط موصول ہوا کہ یہاں کے حالات بہت اچھے ہیں صرف ایک ہی دن میں بارہ ہزار اشخاص بیعت ہو گئے آپ کے آنے پہلا کھوں آدمی بیعت میں داخل ہو جائیں گے تو حضرت امام حسینؑ رضہ نے نامہ بردی کو فوراً واپس کر دیا اور ان کو کہہ دیا کہ میں بہت جلد کو فہ پہنچ جاؤں گا۔ ایسے نازک ترین حالات میں جب کہ ایک نا اہل شخص کے ہلکے پرستار ہونے کا خطرہ ہو اور قوم کے جذبات بھی اس کے خلاف ابھرتے ہیں تو ایسے وقت مفادِ مصلیہ کے پیش نظر کسی قسم کی تاخیر کرنا عقل انسانی کے نزدیک باعثِ بر باری ہے۔

تجلیل سفر کی ایک تو وجہ یہ ہے دوسری یہ کہ مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر اہل کوثر کا بیعت ہونا اقتدارِ یزید کے لئے پیغامِ موت تھا۔ اس کو بچانے کی کوشش میں حضرت امام حسینؑ کی گرفتاری اب ضروری تھی جس کو آپ کی دور بین نگاہ نے بیان کر خوری روانہ ہونا ضروری سمجھا تا کہ مقصدِ عظیم فوت نہ ہو جائے۔ یہ کہ وہ غصے گوارا ہونے کے خوف سے تجلیل سفر پر مجبور ہوئے۔ ان وجوہ کے پیش نظر تجلیل سفر کی تردید کرنا عجیب کہ جناب محمود احمد صاحب عباسی نے کی ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔



حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے  
کہ خوشنوبر آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے سے پیشتر ابن زیاد مسم بن عقیل کو شہید کر کے  
ابن کوفہ کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ بلکہ بے وفاء اہل کوفہ امام  
عالی مقام کے مد مقابل ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر آپ کی گرفتاری کے لئے کوفہ  
کی شاہراہوں کو گھیرے ہوئے تھے، اور یہی لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت  
کا سبب بنے۔ کوفہ کے قریب پہنچنے پر حالات کے تغیر نے امام موصوف کے  
دائم میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کر دی، ارادہ جہاد، اسباب جہاد مفقود ہونے کی بنا پر  
ترک کر کے واپسی کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن ابن زیاد کے شقی القلب لشکریوں  
نے جن کا سپہ سالار حرب بن یزید <sup>نعمی</sup> تھا آپ کی اس خواہش کو رد کرتے ہوئے  
کہنے لگا کہ

ہمیں حکم ہے کہ آپ کو زیر حراست رکھیں لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے  
واپس ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

قر نے ابن زیاد کے خوف سے آپ کا راستہ روک لیا۔ حضرت امام حسین رضی  
اللہ عنہ نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا۔ قنادسیہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ  
امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے، آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا قنادسیہ  
قریب پہنچ کر آپ وہاں سے نوٹ کر اور دس میل چل کر مقام کر بلا میں مقیم ہوئے  
وہاں آپ نے ان کے سامنے تین شرطیں پیش کیں !

۱۔ کہ جہاں سے ہیں آیا ہوں اسی طرف مجھے واپس جانے دیا جائے !

اگر یہ منظور نہیں تو مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو ! تاکہ وہاں پہنچ کر  
کفار سے رونا ہوا شہید ہو جاؤں ،

اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مجھ کو یہ دیکھ کے پاس پہنچ جانے دو ! میں خود اس سے  
گفتگو کر لوں گا :-

وہ اس پر راضی نہ ہوئے بیعت یا جنگ پر مصر رہے :-  
بعض تاریخی روایات میں مندرجہ ذیل الفاظ پائے جاتے ہیں ؛  
ادیا قی امیر المؤمنین یزید فی صنع ید کا فہمیرا فییری  
فیما بینہ و بینہ فیرع رأیہ ۰ فہہذا ملک رحنی  
والامۃ صلاح ،

یا یہ کہ جیسے وہ (یعنی حضرت حسین) امیر المؤمنین یزید کے پاس تاکہ  
اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدی اور دیکھیں وہ کیا فراتے ہیں ؟  
اس میں اصلاح امت بھی ہے اور تمہاری فخر شہودی بھی ؛

ایسے الفاظ کا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانب اعتساب بالکل غلط اور بے بنیاد ہے  
درایت و روایت دونوں اعتبار سے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی روایت  
کسی درجہ میں بھی قابل قبول نہیں تصور کی جاسکتی ، اس لئے کہ پہلی دونوں چیزیں  
کہ یا مجھے واپس جانے دیا جائے یا پھر کسی سرحد کی جانب نکل جائے لا  
مطالبہ خود اس کی تردید کے لئے کافی ہے ۔ کہ جب امام عالی مقام واپس جاتے  
کی روکاوٹ کی صورت میں کسی سرحد پر کفار سے رونا کر شہید ہونے کو ترجیح  
دیتے ہیں پھر ان سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے ایسے الفاظ کہے

مگر ان کے مشن کے خلاف ہوں ،

وہ نہ پوچھا یا جائے کہ یزید کو امیر المومنین تسلیم کر لینے کے بعد اس کے نمائندہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر ناکس طرح صحیح تصور کیا جاسکتا ہے ، کیونکہ آئینی لحاظ سے امامیہ کی حیثیت ذاتی نہیں رہتی ، شرعی لحاظ سے نمائندے کی حکم برداری مطلق ہے بجز اپنی آن اور نہ اپنی جان کی پرہیز کیا جاسکتی ہے ، کیونکہ شرعی روایات کے سامنے سب چیزیں بیچ ہیں ۔ ہاں یہ چیز کہ میں وہاں پہنچ کر اسی سے گفتگو کروں گا صحیح و درست ہے بلکہ ہاتھ میں ہاتھ کی روایت کی تردید اور اس تاریخ میں موجود ہے :

ابو مخنف حدیثی ابو عبد الرحمن بن  
عبد بن عوف عقبہ بن سمعان قال لقد صحبت الحسين  
بن علي في مكة الى حين قتل والله ما من كلمة قالها في موطن  
الا قد سمعتها وانه لم ير لي يزيد ان يضع يده على يدي

البدایہ والنہایہ ۱۴۵ جلد ۴

ابو مخنف روایت کرتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد الرحمن بن عبد  
بن عوف بن سمعان سے وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مقتل حسین یعنی  
کربلا تک حضرت حسین کے ہمراہ رہا ۔ اور ہر موقع پر میں نے گفتگو سنی  
ایسی و نفرت امام حسین نے یہ مطالبہ کسی پیش نہیں کیا کہ وہ یزید کے ہاتھ  
میں اپنا ہاتھ نہیں دے ، اس قدر وضاحت کے بعد امام حسین کی جانب ایسے الفاظ کا ارتقا  
میں روایت و نقل اعتبار سے غلط ہو کیسے صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟

## کوٹاہ نظری

سیدنا امام حسینؑ کے کوٹہ کے قریب پہنچنے کا جو نقشہ مصنف کتاب خلافت معاویہ دیزید نے پیش کیا ہے۔ وہ مدینہ ناظرین ہے۔ کوٹہ جانے کے بجائے دمشق کی راہ اختیار کرنا کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔ کہ کوٹہ کے قریب پہنچ کر جب حالات کا صحیح علم ہو گیا۔ حضرت حسینؑ نے امیر المومنین یزید کے پاس چلے جانے کے لیے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک شام جاتا تھا۔ ص ۱۰۷

اس سے آگے فرماتے ہیں۔ مورخین کے بیان سے واضح ہے۔ کہ کوٹہ کے قریب پہنچ کر جب حضرت حسینؑ کو مدعیانِ وفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی اور ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا نتیجہ نہ جہاں کہیں ہیں اور کیا ہوئے۔ تو اپنے جہان لیا کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو چکی ہے۔ اور جماعت کے فیصلہ یا عمل کا استخفاف اب ممکن نہیں۔ آپ نے دمشق جانے کے لیے جیسا ابھی تفصیلاً بیان کیا۔ اُن دورِ موڑوی (خلافت معاویہ دیزید ص ۱۰۷)

اس میں امام حسینؑ کے کوٹہ جانے کی بجائے یزید کے پاس پہنچنے کی نیت سے بجانب دمشق سفر اختیار کرنے کی پوری وضاحت ہے۔ تاکہ دالہ پہنچ کر یزید کی بیعت میں داخل ہو جائیں۔ اس کے باوجود بحرِ شرائط پیش کرنے کے وقت اسی چیز کو پیش کرنا جس کے لیے سفر فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ بھی منکوح نہ ہو تو آپ کو شام و دمشق جانے دیا جائے تاکہ اپنے علم اور دین پر ایسے لائق میں آتھ دے دیں۔ ایسے اور کوئی نہ صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ یزید برائی دہل بھجوا دیتا ہے۔ کہ دوسری شرائط کا پیش کرنا

جبکہ سفر تو جاری ہو۔ بیعت ینبیکہ کے واسطے اور شرائط یہ پیش کی جا رہی ہوں کہ مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے۔ یا مالک اسلامیہ کی سرحد پر مصروف جہاد مہلت کے واسطے راستہ دیا جائے۔ خصوصاً جبکہ فائزگان حکومت کی جانب سے ان کے خلاف کوئی تشدد نہ کاروائی نہ کی گئی ہو۔ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ امام عالی مقام نے ایسی شرائط پیش کی ہوں۔ غرضیکہ حضرت امام حسینؑ کا سفر کوفہ کی بجائے دمشق کی جانب شروع کرنے کی روایات کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر تن شرائط دلی روایات کو کسی صورت میں قابل قبول نہیں سمجھا جاسکتا۔ لیکن مصنف کتاب خلافت معاویہؓ و ینبیکہ نے دونوں روایات کو صحیح و قابل اعتبار سمجھتے ہوئے اپنی کوتاہ فہمی کا جبر شہوت پیش کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بریں علم و دانش بیاہر گریست۔ تاریخی روایات کو لحد و درایت سے جانچنے کے بعد امام عالی مقام کی عظیم ترین شخصیت کے پیش نظر ینبیکہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یا اس غرض سے اہل کوفہ کی بے وفائی کی وجہ سے بجانب دمشق سفر شروع کرنے کی روایات کو ایک لمحہ کے لیے بھی صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جاثر کے پیش نظر ینبیکہ کی اصلاح حال کی خاطر اس کے پاس پہنچ کر مقاصد اسلامی کی تکمیل کرنا بھی افضل ترین جہاد ہے۔ جسے پورا کرنے میں استقیاء قوم ابن زیاد کے فوجی امام عالی مقام کے اس آخری مطالبہ میں حائل ہو گئے۔ اور جہاد لسانی کے راستہ سے روک کر غلطی آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو میدان کربلا میں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے شہادت کی تمام تر ذمہ داری برادران مسلم بن عقیل اور ساتھ پیٹھ

کوتاہ نظری یا پردہ پوشی

کوفیوں پر غامدی ہے۔ کہ اپنی کے حملہ کرنے کی وجہ سے یہ واقعہ مخزون پیش  
آیا۔ اور فریڈ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بلکہ ابن زیاد و ابن سعد دونوں آفیسر معاملہ  
صلح سے ڈرنا چاہتے تھے۔ لیکن دو قوتیں درمیان میں داخل تھیں۔ ان کا اپنا بیان  
ملاحظہ کیجئے۔ ایک تو برادران مسلم بن عقیل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقتول بھائی کا  
انتقام لے کر رہیں گے۔ چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں دینی پڑیں۔ دوسرے  
ان کو فی سہائیں کا رویہ تھا جو کوفہ سے نکلے گئے تھے۔ اور حسینی قافلہ کے ساتھ  
آ رہے تھے۔ اپنے مش کی ناکامی سے ان کی پوزیشن حد درجہ خراب ہو چکی تھی۔  
وہ اپنی فراموشی میں سمجھتے تھے کہ صلح و مصالحت نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ ان  
کے لیے اب کوئی اور صورت صفر کی نہ تھی۔ کوفہ جاتے ہیں۔ تو گھر کو واپس نہ جاتے  
ہیں۔ رشتہ کا رنچ کرتے ہیں۔ تو مستوجب تعزیم انہوں نے اپنے پیش رو  
سپاہیوں کی تقلید کرنی چاہی۔ جنہوں نے حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں  
مصالحت نہ کرتے دیکھ کر آتش جنگ مشتعل کرادی تھی۔ جنگ حمل قرآن ہی سپاہیوں  
کی ریشہ دانیوں کا نتیجہ تھی۔ خلافت معاویہؓ و یزیدؓ نے اس سے آگے فرماتے  
ہیں۔ اس اشغال کو اس شدت سے بھرکا دیا کہ انتہائی نا عاقبت اندیشی  
سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو سمجھا رہے تھے ان کی غرض سے گھبراہٹ  
پھیل گئی تھی۔ اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا گیا۔ ص ۱۱۰

اس سے آگے فرماتے ہیں۔ برادران مسلم اور ساتھ پیچھے کوفیوں کا  
نا عاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر  
دینے سے یہ واقعہ مخزون لکھا گیا اور غیر متوقع پیش آکر گھٹا آدھ



گھنٹہ میں ختم ہو گیا تھا۔ خلافت معاویہ دینید ۲۲۳

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اس جنگ کی تمام ذمہ داری براہِ دینِ مسلم بن عقیل اور سبائی کو فیوں کے گنہگاروں پر ڈالی گئی ہے۔ جو کہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس لیے کہ اول تو کو فیوں کا حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ رفیق سفر ہونے کا دعویٰ ہی غلط اور خلافتِ حقیقت ہے۔ کیونکہ عباسی صاحبِ خود تحریر کرتے ہیں۔ کہ مورخین کے بیان سے واضح ہے کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر جب حضرت حسینؑ کو مدعیانِ دغا داری کے معاویہ کی حقیقت اسی طرح واضح ہو گئی۔ اور ان سیکڑوں خطوط بمبھ والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور کیا ہوئے۔ تو آپ نے جان لیا۔ کہ امیر المومنینؑ کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو چکی ہے۔ اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استخفاف اب ممکن نہیں ہے۔ خلافتِ معاویہ دینید ۲۲۳ اس میں صراحتِ اقرار ہے کہ سیکڑوں خطوط بمبھ والوں اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور کیا ہوئے اس کے باوجود یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ساتھ پیٹھ کوئی آپ کے ساتھ آخری وقت تک رہے۔ اور وہی جنگ کی نازک صورت کے ذمہ دار تھے۔ اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے۔ کہ واقعی یہ کوئی آپ کے ہمراہ تھے۔ عدمِ صبح و استحالِ جنگ کے بارے میں ان کو اپنے پیشرہ سبائیوں پر قیاس کرنا ایسی لمحہ کے لئے صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ وہاں صبح و مصالحت کی صدمت میں حضرت عثمانؓ کے قصاص میں انکا قتل کیا جانا ضروری تھا۔ قتل سے بچنے کی خاطر آتشِ جنگ کو

مستقل کو نامزدی تصور کر لے۔ ہم نے مصالحت کو نام نہانے کی کوششیں ہیں  
 مصروف رہے۔ گویا کہ انا کا بچاؤ ہی جنگ کی صورت میں ممکن تھا۔ اور  
 صلح ان کے واسطے پینا موت تھی۔ لیکن یہاں صورت حال بالکل برعکس  
 بنے۔ کیونکہ صلح کی صورت میں جو حسن سلوک حضرت امام عالی مقام سے ہوتا  
 اولین ان کی قیادت میں <sup>۱</sup> تعداد اور بے سرو سامانی کی وجہ سے موت لقمی  
 جنگ کی صورت میں قتل کے باوجود ان کو پہلوں پر قیاس کے جنگ کی تمام  
 حتی۔ اسی قدر تفاوت کے ساتھ ہیوں پر ڈال کر اشتیاق قوم ابن زیاد وغیرہ  
 ترمذیہ والی امام حسینؑ کے ساتھ ہونے پر پودہ پوشی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ کیا اسی جنگ  
 کی برائت ثابت کرنا حقائق پر پودہ پوشی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ کیا اسی جنگ  
 فریب کا نام دینا ہے۔ نیز اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی جنگ  
 کی ابتدا انہی کی جانب سے فوجی دستہ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی وجہ سے  
 ہوئی۔ تو پھر آنجناب کی اس دیسورج کے متعلق کیا نظریہ قائم کیا جائے۔  
 "حکومت وقت کے مخالفوں حضرت حسینؑ کے ساتھیوں کے ان سزاؤں کا  
 حال معلوم ہو کر کہ کو فیصلہ کیا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلاب حکومت  
 کے بارے میں ان کا سارا پلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا مگر  
 تحریکیں و ترغیبات کی طرف سے باز نہیں آتے۔ ضروری سمجھا گیا۔ کہ ان لوگوں  
 کی ویشیرو و انہیل کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ مسئلہ کو آئینی  
 نوعیت دی گئی۔ رضامنت معاشرہ وینید صلا، جب ان کی رضیہ و دایوں کے  
 قطعی طور پر خاتمہ کا عنہم بالجزم نمائندگان حکومت پہلے ہی کر چکے تھے۔ تو پھر

ان کی برأت ثابت کرتے ہوئے جنگ کی ذمہ داری امام حسینؑ کے  
ساتھوں پر ڈالنا اور یہ کہنا کہ برادرانِ مسلم اور سٹھ سینٹھ کو فیوں کا  
ناگوارہ پیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کر  
لیئے۔ اس سے یہ واقعہ محزون یکایک اور غیر متوقع پیش آکر گھنٹہ آدھ  
گھنٹہ میں ختم ہو گیا تھا۔ کیسے اور کیوں کر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔  
آخر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام عالی مقام کی جانب سے  
ایسا کوئی کارروائی سرگز نہیں ہوئی۔ جو شرعی طور پر مقتضیاتِ وقت کے  
خلاف ہو۔ بلکہ ان کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ وہ ظلم صریح کا نتیجہ بنتا  
کر شہید کر دیے گئے،

حضرت عالی مقام کے فوج کے بارے  
میں جو گہرا فحاشی مضمیت کتاب خلافت معاویہ  
دیزید نے فرمائی ہے۔ اولاً اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علی المرتضیٰ  
کی تدار اگر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ زوجہ مطہرہ حبیبہ رسول اللہ صلوٰۃ  
اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے۔ اور اس محزون پر پڑ رہے ہوئے جاسکتے  
ہیں۔ جس میں تمام امت کی ماں تشریف فرما ہو۔ اور ماں بھی وہ جو حجت  
دینیہ کے تحت میدان میں آئی ہو۔ تو حضرت حسین کے ثلاث توار کیوں  
بہنی اٹھائی جاسکتی۔ جن کی دعوتِ غنی یہ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کا ناسمہ اور حضرت علی کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا  
جائے۔ (خلافت معاویہ دیزید ص ۱۸)

یہاں بھی عباسی صاحب نے سیدنا امام حسینؑ کے خروج کو محض خاندانی وراثت کے حصول پر محمول کر کے جس بدترین بے راہ ردی کا ثبوت دے کر احکام اسلامی کی تکذیب کی ہے۔ اس کی مثال اسلامی دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔ مندرجہ ذیل احکام اسلامی پر پھر ایمان و اذعان کی کون سی صورت باقی رہ سکتی ہے۔

یٰسید اللہ لیدھب عنکم الرحمن اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اہل البیت دیکھو تم تظہیر سے دور کرے ہر قسم کی رجن والائش کو اور یہ کہ تم کو بالکل پاک کرے ،

اس آیت کے نزدیک پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؑ حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو ایک کھل میں لے کر بیٹھ گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دربارِ ایزدی میں دعا کی۔ کہ اے اللہ تعالیٰ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ تو انہیں ہر قسم کی ناپاکی سے پاک کر دے ،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس مقام پر جب لفظ اہل بیت آیت تظہیر میں آیا ہے ، اس میں اندراج مطہرات داخل ہیں۔ بلکہ حقیقی اہل بیت ہی اندراج مطہرات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت فاطمہؑ و علی المرتضیٰؑ و حسنؑ و حسینؑ کو کھلی میں لپٹا کر ان حضرات کے اہل بیت میں داخل سمونے کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ یہ حضرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ تاکہ کوئی کوتاہ فہم ان حضرات کے فضائل سے انکار کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کر دیتے ،



اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اہل بیت ہی ہیں۔ نہ کہ ازواج مطہرات۔  
 بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ آیت قرآنی کا احکام ہے۔ آیت  
 کا سیاق و سباق دیکھنے سے بالیقین معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا مصداق  
 ہی ازواج مطہرات ہیں۔ جن حضرات کے اہل بیت میں عدم دخول کا شبہ  
 ہو سکتا تھا۔ اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔  
 کہ یہ حضرات بھی اس نصیحت میں شامل ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ حضرت حسنؑ اور حسینؑ جتنی نوجوانوں کے سردار ہیں۔  
 ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ جن حضرات کی فامیری دباغی تطہیر  
 کی جانب خود ذات ربانی متوجہ ہوئی۔ اور پھر یہ اہل بیت محض صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم کی اس شانہ محبت و کجاست کے ساتھ ان کے حق میں دعا  
 ہو۔ اس کے باوجود ان حضرات میں سے کسی ایک کے مستقل اسکے  
 شرعی اقدام کو دراثت خاندانی کے حصول پر محمول سمجھنا ان احکام اسلامی  
 کی تکذیب و تضحیک ہیں۔ تو اور کیا ہے۔ ہم اسی کو اگر نظر انداز بھی  
 کریں۔ کہ اس سے احکام اسلامی کی خلافت و ردی نہیں ہوتی۔ پھر  
 بھی خاندان نبوت کے متعلق ایک لمحہ کے لئے اس قسم کا تصور کرنا  
 ہی ریسرچ جدید کی فالتو خوانی پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ عباسی  
 صاحب نے علوی اموی دونوں خاندانوں میں رشتہ داری و نسب  
 مناکت ثابت کرنے پر بڑا زور قلم صرف کیا ہے۔ کہ بعد از واقعہ  
 کہ بلا بھی بہت سی رشتہ داریاں ثابت کی ہیں۔ حالانکہ مسند دالیوں کا جو

ہی ریسرچ جدید کے لیے پیغام موت ہے۔ کیونکہ ان رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ خاندانِ نبوت کا یزید کے خلاف اقدام خردِ محض مصالحِ ملیہ اور یزید کی نا اہلیت کے پیش نظر ایک ایسا شرعی و جائز اقدام تھا۔ جس میں نفسانی خواہشات کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس لیے کہ جو خاندانِ محض دنیاوی اقتدار (بقول عباسی صاحب) کے حصول کی خاطر اپنے معزز ترین و مایہ ناز افراد کو قربان کر چکا ہو۔ اور موصوم بچوں کو اپنے گراف سے ایک قطرہ پانی سے ترستے ہوئے ذبح کر چکا ہو۔ ایسے غیور خاندان سے کیسے اور کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی لختِ جگر لڑکیوں کو اس خاندان کے لڑکوں کے عقدِ نکاح میں دے۔ جو ان کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کر کے ملت کے معزز ترین حضرات کو موت کے آغوش میں پہنچا چکا ہو۔

لیکن رشتہ داریوں کا ہونا ایک ایسا امر ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا عباسی صاحب رشتہ داریوں کے ساتھ ان کے اقدام کو محض اقتدار کے حصول پر محمول کرنا خود اپنی ریسرچ کی فاکٹ خدائی کی جانب موت دینے کے مترادف ہے۔ لیکن ان کے اقدام خردِ محض مصالحِ ملیہ پر عمل کرنے کی صورت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ اس لیے کہ یہاں یزید کی نا اہلیت کی بنا پر محض ملتِ اسلامیہ کے تحفظ کے پیش نظر ذاتِ یزید ہی ان کے اس اقدام کا سبب ہوئی۔ نہ کہ تمام خاندان۔ تاکہ مذکورہ بالا قباحت لازم آئے۔ ہاں جب ان کے اس شرعی اقدام خردِ محض خاندانی وراثت کے حصول پر محمول کیا جائے۔ تو پھر تمام خاندان اور سلسلہ مناکحت زیر بحث آئیگا اور



رشتہ و اولاد کا اثبات اٹا عباسی صاحب کے بیٹے و بال جان بن جائے گا۔

تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا۔ کہ سیدنا امام حسین کا اقدم  
نیچر بحث | خروج اقتدار یزید کے خلاف اہل سنت والجماعت کے

نزدیک جہا و عظیم ہے، جس کا انکار اپنی جہالت کے اقرار پر حمل کیا جائے گا۔ البتہ  
 ان لوگوں کے اصول کے مطابق جن کے اہل تفسیر دین کا لازمی جزو ہے۔  
 حضرت امام حسینؑ کی شہادت دین و ایمان سے بھی خارج ہو جاتی ہے۔

معاذ اللہ منہا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو۔ تو اس کو چاہیے۔ کہ کافی لکھنی کے اندر  
 اس باب میں جو روایات ہیں۔ ان کو دیکھے اور اپنے انصاف سے اس  
 باب سے میں فیصلہ کرے۔ اصل روایت ملاحظہ کیجئے،

عن ابن عمر ہشام بن سالم	ابن عمر روایت کرتے ہیں۔ ہشام بن سالم
عن ابن ابی عمر لا یحیی قال قال ابو	سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابن ابی عمر اعلیٰ
عبد اللہ یا ابا عمران تسعة اعشار الدین	سے۔ کہ کہا فرمایا ابو عبد اللہ نے اے ابو عمر
فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة	دین کا دس میں سے نو حصہ تقیہ میں ہے
لہ والتقیة فی کل شیء دینی	اس کا دین نہیں۔ جو تقیہ بھی کرتا۔ اور
المسح علی الخفین۔	تقیہ تو ہر چیز میں ہے۔ اور مسح الخفین
	میں بھی۔

دوسری روایت ملاحظہ کیجئے،

عن محمد بن یحیی عن احمد بن	محمد بن یحیی روایت کرتے ہیں۔ احمد بن
محمد عن محمد بن خالد قال سالت	محمد بن خالد سے کہ میں حضرت علی رضی اللہ
	عنه سے بادشاہ و حاکم کے خلاف

ابا الحسین عن القیام للولایۃ فقال  
 ابو جعفر النقیۃ دینی و دین  
 اٹھنے کے متعلق سوال کیا ابو جعفر نے  
 جواب فرمایا۔ کہ تقیہ میرا اور میرے  
 آباء و اجداد کا دین ہے اس کا  
 ایمان نہیں ہو تقیہ نہیں کرتا۔

ان دونوں روایتوں سے آفتاب کی طرح واضح ہے۔ کہ جو شخص تقیہ  
 نہیں کرتا۔ وہ صرف نہ کہ بے دین بلکہ دین و ایمان سے اس کو کوئی تعلق  
 نہیں۔ ان روایات کے پیش نظر سیدنا امام حسینؑ کا حسن غامقہ ہی یقینی نہیں  
 بے شہادت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ۔

سیدنا امام الشہدک شہادتِ عظمیٰ میں کون کلام کر سکتا ہے۔ تو بھر نہ سب  
 اہل سنت والجماعت ہی اس قابل ہے۔ کہ اسی کو اختیار کیا جائے۔ اور  
 اسی کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ کا مشعل تصور کیا جائے۔ ورنہ امام علیہ السلام  
 کی شہادت تو کیا ان کا دین و ایمان ہی محفوظ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا  
 مسلک اعتدال وہی ہے۔ جو اہل سنت والجماعت نے پیش فرمایا ہے۔ اور  
 وہی باعث نجات ہے۔ سیدنا امام حسینؑ کا اقتدار یزید کے خلاف خروج فرما  
 کر اپنی جان کو جانِ آفریں کے سپرد کرنا درحقیقت ایک محرکہ الہیہ مسئلہ کی  
 پوزیشن کو واضح کرنا اور غلط نظریات کی تردید کرنا ہے۔ لہذا اس کی وضاحت  
 ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ لہذا ایک مقدمہ یہ ناظرین ہے  
 وہ یہ کہ حضرت حسین کے والد مام

فلسفہ شہادت کی ایک جھلک

حضرت علیؓ نے اپنی خلافتِ ثلاثہ کے سب سے بڑے دشمنوں میں ذاتی شجاعت کے علاوہ  
 ان شہداء کی بے پناہ کثرت دیکھنے کے باوجود حسرت ہی نہیں کہ ان کی کثافت  
 خراج اپنی فرمایا بلکہ ان کے ساتھ شہید و شہداء کی طرح رہتے ہوئے ان کے  
 فضائل بیان فرماتے رہے۔ ملا باقر بھی نے سیاتِ القلوب جلد دوم ص ۵۵۵  
 پر لکھا ہے کہ بارہ سزاوارہ صحابی ایسے تھے جن کا محبوب اہل بیت اور  
 خاص غرض تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ کی زبان مبارک سے شیخین کے مناقب کا حفظ  
 فرمایا، امیر شام کے ایک خط کے جواب میں جو ایک خطِ تنہا امیر نے لکھا  
 ہے۔ نقل کیا جاتا ہے۔

وكان افضلهم في الاسلحة	سزاوارہ تھے۔ اور زیادہ انھیں افضل اللہ اور
كانت رايته وانصحهم الله والرسول	رسول کے رفیق صدیق اور نصیب کے
الخليفة المصطفى وخليفته الخليفة	خلیفہ قارون اور مستم بنے۔ محمد کو
الفاوق وجمعي ان سكا منها في	اپنی جان کی۔ کہ مرتبہ ان دونوں کا
الاسلام تعظيم واداء المصائب	اسلام میں۔ البتہ بڑا ہے اور
بها الحرج في الاسلام. مشددا	بے شک پہنچا۔ ان کی موت سے دھم اسلام
في الدنيا والادب ودينها با حصن	میں سخت دھم کرے۔ ان دونوں پر اللہ
ساعلا شرح مبين مطبوعه طهران	اور حمدا سے۔ ان دونوں کو ان کے
	بیک کاموں کی۔

اس خط کو تمام شامین، تبع الہدایت نے نقل کیا ہے۔  
 ناظرین کو ہم یہ خط فرمائیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کس طرح اپنی جان کی قیمتیں

کھا کر شیخین کی بزرگی اور ان کی عظمت فی الاسلام بیان فرماتے ہیں۔  
 پنج ابلاغت میں ایک قول حضرت علی المرتضیٰ کا یہ بھی منقول ہے۔ جو حضرت  
 عمر فاروق خلیفہ ثانی کی مدح میں ہے۔

وقال فی کلامہ ولیدہ والی  
 اور فرمایا خطاب امیر نے اپنے ایک  
 قاتلہ واستقام حتیٰ ضریر الدین  
 کلام میں پھر حاکم بن محمد ان کا ایک والی  
 بجزانہ  
 تو قائم کیا۔ دین اور نبیک جلا بیان تک  
 کہ دین کو کمال مضبوطی حاصل ہوئی۔

لا فتح اللہ کا شافی نے اول فقرہ ترجمہ یہ نکلا ہے۔  
 والی ایشان شد والی کو آں عمر خطاب است۔ اور آخر فقرہ کا ترجمہ یوں نکلا  
 تا آنکہ بجز دین پیش سیمہ خود را بر زمین دای کنایت است اور استقرار  
 ممکن اہل اسلام۔

یہاں تک کہ رکھا۔ پنج اگلا سنیہ اپنا زمین پر اور یہ اشارہ ہے۔ الطہیان  
 اور مضبوطی اہل اسلام ہے۔

ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل ظاہر و باطنیہ کے حضرت علی المرتضیٰ  
 کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کتب مشہور میں موجود ہیں۔ درحقیقت ان حضرات  
 کے فضائل بیان فرمانا ترجمہ جاتی ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف کی سیدنا  
 حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے طریقہ علی اور ارشادات علیہ سے فضائل اصحاب شہداء کو بیان  
 فرما کر اس مسئلہ کی جو اہمیت واضح فرمائی ہے۔ وہ نشان حقیقت سے  
 پوشیدہ نہیں۔ کہ ان حضرات کے فضائل بیان کرنا درحقیقت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ

علی المد علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کا اقرار ہے، کیونکہ ان حضرات کے  
 جس قدر فضائل و کمالات ہیں، وہ عکس و پرتو ہیں۔ کمالات نبوت کے ان حضرات  
 میں نقائص و عیوب نکالنا کمالات نبوت کے ناقص ہونے اور اقامہ کے اپنے  
 مشن میں ناکامیاب ہونے پر حمل کرنا پڑے گا۔ تو اس صورت میں مذہب اسلام  
 کی صداقت تو کجا اس کی تمام بنیادیں کھوکھی ہو کر رہ جاتی ہیں، تو نتیجہ یہ نکلا، کہ  
 حضور کے سابقوں خصوصاً خلفائہ ثلاثہ کی تعریف و توصیف درحقیقت مذہب اسلام  
 کی حفاظت اور آپ کے اپنے مشن میں کامیابی کی ایک ایسی مثال ہے، جس  
 کی کوئی تطبیق نہیں کی جاسکتی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی حقیقت حال کا ترجمانی  
 کو فقہ کی نذر کرنا درحقیقت مذہب اسلام کو ختم کرنے کے مترادف ہے، غلط  
 کائنات نے جس طرح حفاظت اسلام کے اور نبوت سے انتظامات فرمائے،  
 ہیں۔ وہاں شمع نبوت کے پڑوانوں کے فضائل و کمالات بیان فرما کر  
 آفتاب نبوت کی جو حفاظت فرمائی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے اس لیے  
 کہ آفتاب نبوت کے آئینہ درحقیقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی  
 ہی خدات مقدسہ ہیں۔ اپنی حضرات کے واسطے سے کمالات نبوت کو دیکھا  
 جاسکتا ہے، اپنی حضرات کے واسطے سے آفتاب نبوت کی منور ترین شاخیں  
 دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی عالم انسانی کی رہنمائی فرما رہی ہیں،  
 ان کے اوصاف و کمالات کو بیان کرنا درحقیقت آفتاب نبوت کی ضیاء  
 پستیوں کا اقرار کرنا ہے،

اسی واسطے حضرت علی المرتضیٰ ان حضرات کی مدح سرائی کرتے ہیں۔



جو حقیقت حال کی صحیح ترجمانی ہے۔ لیکن حبیب بعض حاسدین نے حضرت علی المرتضیٰ کے اس صحیح و بائز فعل کو غلط رنگ میں پیش کرنا شروع کیا۔ فوری نبوت کی ضیا پاشیوں کو ختم کرنے کے ارادہ سے حقائق کی ترجمانی کو تفسیر جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں بھڑ ہے۔ پر حمل کر کے حضرت علی المرتضیٰ کی ذات گرامی کو بھی نہ چھوڑا۔ تو غیر خداوندی نے گوارا نہ کیا کہ ایسے اہم ترین مسئلہ کو بغیر وضاحت کے چھوڑا جائے لہذا سیدنا امام حسین اور آپ کے معصوم بچوں کے مقدس ترین خون سے اس مسئلہ کی وضاحت ایسے انداز سے کر دائی کہ کبھی صاحب عقل کو انکار کی گنجائش نہ رہی کہ اگر خلفاء ثلاثہ میں بھی یزید کی طرح کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہوتی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا بھی حضرت حسینؑ کی طرح میدان جہاد میں نکل کر فرائض اسلامی کی سرانجام دہی فرماتے۔ نہ یہ کہ ان کے بعیت سہم کر فضائل و کمالات بیان فرمادیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کا اصحاب ثلاثہ کے خلاف خروج نہ فرمانا بلکہ ان کے ساتھ مشیر و شکر کی طرح رہتے ہوئے ان کے فضائل بیان فرمانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حضرات فہم نبوت کی ضیا پاشیوں کے کامل ترین منظر ہیں۔ سیدنا امام حسین کے فتنے سے اسی مسئلہ کی پوری پوری وضاحت فرمادی کہ اصحاب ثلاثہ میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ وہ تو شیعہ نبوت کے پروردگار، اخلاق نبوی کے کامل ترین منظر تھے۔ ورنہ حضرت علی المرتضیٰ کی خاموشی ناممکن ہی نہیں۔ بلکہ محال تھی۔ ان کا دین اسلام سے برگشتہ ہونے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ آفتاب نبوت میں کوئی تاثیر نہیں،



حب ہمیشہ ساتھ رہنے والوں کا یہ حال ہے۔ تو مذہب اسلام کی صداقت کیسے برقرار رہ سکتی ہے؟  
نعوذ باللہ من ذلک۔ درحقیقت شہادت امام حسینؑ ایسی تمام چیزوں کی بیخ کنی کرتی ہے۔  
جن سے اسلام کے کسی اصول یا اصحابِ رسول پر کسی قسم کا حرف آتا ہو۔ اسی واسطے حضرت معین الدین جتئی دہری  
فرماتے ہیں۔ شاہ بہت حسین پادشاہ بہت حسین، دین بہت حسین دین پناہ بہت حسین

سردار نہ داد دست و در دست یزید۔ حقا کہ بناٹے کا اللہ بہت حسین  
جو شخص حضرت امام عالمِ تمام کی شہادتِ عظمیٰ کو صحیح تسلیم کرتا ہے، اسکے لئے خلفاء ثلاثہ  
کی عظمت فی الاسلام کا اقرار ضروری و لازمی ہے، ورنہ انکی شہادت سے انکار یا حضرت  
علی المرتضیٰ کے فعل پر اعتراض لازم آئیگا۔ اور یہ دونوں چیزیں غلط ہیں، لہذا خلفاء ثلاثہ  
کی عظمت فی الاسلام کے اقرار کے بغیر اسلام کا کوئی حکم اور نہ ہی خاندانِ نبوت کا کوئی  
فعل صحیح ثابت کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں سیدنا امام حسین نے اپنے خون سے خلافتِ  
ثلاثہ اور حضرت علی المرتضیٰ جو کہ اسلام کے پہنچانے میں امت اور نبی کے درمیان واسطہ  
ہیں۔ کے مقدس ترین دامن کو تمام حاسدین اسلام کے حسد سے محفوظ فرما کر حاسدین  
کے مکر و فریب کو نقصانے آسمانی میں اس طرح تحلیل کیا کہ انکو اپنے آپکو پہننے کے سوا اور  
کوئی راستہ ہی نظر نہ آیا۔ اسکے علاوہ شہادتِ امام حسین میں اور بہت سی حکمتیں ہیں جو  
اس مختصر رسالہ میں نہیں آسکتیں۔ اب اسکے بعد حالتِ یزید کو ملاحظہ فرمائیے، کہ محمود احمد  
صاحب عباسی نے کس طرح حقیقت حال کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اولاً یزید کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیے  
بحث یزیدیا اس کے بعد اہل سنت والجماعت کا یزید کے متعلق نظریہ اور علماء محققین کا  
یزید کے بارے میں جو اعتقاد ہے، وہ پیش کیا جائیگا۔ ارشاداتِ نبوی ملاحظہ فرمائیے۔

یحییٰ بن سعید بن عمر بن سعید نے بیان کیا۔ کہ مجھ سے میرے  
یزید حدیث کی کسوٹی پر

داد اسجد بن عمر بن سعید نے فرمایا کہ

كنت جالساً مع أبي هريرة في مسجد النبي صلى  
الله عليه وسلم مروان معاً قال أبو هريرة  
سمعت الصادق المصدوق صلى الله عليه  
وسلم يقول هلكت أمتي على أيدي خلفة  
من قرشي فقال مروان لعنة الله عليهم  
خلفه فقال أبو هريرة لو شئت أن أقول فلان  
بن فلان ففعلت ففعلت أخرجه مع جدي لي  
بني مروان حين ملكوا الشام فإذا سراًهم  
عليماً حدثاً قال لا على هؤلاء أن يكونوا  
منهم قلنا أنت أعلم

بخاری شریف و کتاب الفتن

میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا  
ہوا تھا۔ ہمارے ساتھ مروان مدینہ کا گورنر بھی  
تھا۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں نے صادق  
مصدق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے سنا ہے کہ میری امت کی تباہی قریش کے  
خلفہ نو عمر لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ مروان نے  
کہا کہ ان لڑکوں پر خدا کی لعنت۔ ابو ہریرہ  
نے کہا کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں تو نام کہہ سکتا  
ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں بنو  
مروان حکم شام کے حکمران ہوئے ہیں۔ میں اپنے  
دادا کے ساتھ شام جایا کرتا تھا۔ میرے دادا  
بنو مروان کے نوجوان لڑکوں کو دیکھتے تو ہم  
سے کہتے کہ ان میں سے ہی ہیں۔ جن کے ہاتھ  
سے حضور نے امت کی تباہی کی خبر دی ہے ہم  
کہتے آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اس حدیث کو حضرت امام بخاری کے علاوہ امام احمد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے  
اور اس حدیث کے مفہوم کو علامہ خطیب قطلانی ابن شیبہ سے نقل کرتے ہیں۔ پھر امام کوفی اپنی شرح  
بخاری میں اور علامہ علی قاری نے مرقاة میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات اور اشعۃ اللمعات  
میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی اس حدیث کو دہرایا ہے۔

حضرت حذیفہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتوں کا تعلق جو حدیث فرمائی ہے، بہت ناظرین

من حدیثہ قال قلت یا رسول اللہ کیوں حضرت حذیفہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

بعد هذا الخیر شراً کان قبلہ شر قال نعم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے

قلت یا العصیة قال لیست قلت وھل لحدیثی سلام سے پیشتر تاریکی پھیل گئی تھی۔ کیا اسکے بعد

لقبیب قال نعم کیوں امامت علی اقتراء بھی ایسا ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں ایسا ہی ہوگا۔ میں

نجات کیسے حاصل ہوگی۔ آپ نے فرمایا،

تو اور نجات دے گی۔ میں نے کہا۔ تو اور

کے بعد بھی کچھ تاریکی باقی ہے گی۔ آپ

نے فرمایا۔ ہاں ناخوشی اور ناگواری سے

حکومت قائم ہوگی۔ اور مکروہ خدا دے

صلح ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ پھر کیا ہوگا

فرمایا اگر نبی کی طرف لوگ جلائیں گے۔

اگر اس وقت کوئی خلیفہ موجود ہو۔ جو

امور باطل پر تیرے پیٹ پر دے

لگائے۔ اور تجھ سے مال وصول کرے۔

تو اس کی اطاعت کرنا۔ ورنہ انوس و

غم کی حالت میں مرجانا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دعاۃ الفلأل سے مراد یہ بیان

لیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے،

ودعاء الفضل یزید بالثامہ اور گمراہی کی جانب بلائے والے ایک  
والجہار بالعرفاق ونحو ذالک یزید ملک شام میں اور مختار عراق  
حجة الله بالفضہ جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں۔ وغیرہ ذالک

حدیث اول کے الفاظ غلطہ من قریش کی شرح کرتے ہوئے علامہ  
یعنی شارح صحیح بخاری قریش کے ان بدترین فوجہ انہ کی تصریح کرتے ہوئے  
جن کے مخوس ہاتھوں سے امت کے برباد ہونے کی پیشنگونی حضور علیہ  
الصلوة والسلام نے دی ہے۔ یوں فرماتے ہیں۔

والہم یزید علیہ والیہ وسلم اور پہلا ان کا یزید ہے۔ جو اس پر  
وكان غالباً میفرغ الشیوخ من اساءة جس کا وہ مستحق ہے۔ اور تھا۔ وہ غالباً  
المسلم ان الکباثر ویولیعہ الا صاعز الگ کرتا۔ مثلاً کھڑے شہرہاں کے  
من آثارہ عبدول سے اور حاکم بناتا۔ ان کی

حدیث القاری جلد ۳ صفحہ ۳۳ جگہ چھوٹوں کو اپنے رشتہ داروں سے  
علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے

فرماتے ہیں۔

وعند احمد والنسائی عن ابی ہریرۃ اور نزدیک امام احمد اور نسائی کے حضرت  
ابن مسعود و امیہ بن عبد بن غنمہ من سفہاء ابو ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ میری امت  
قریش و بنو زیادۃ سفہاء تقع المظالمۃ کی بربادی قریش کے چند بیوقوف فوجہ انوں  
مبین الحدیث والترجمۃ عند ابن کے ہاتھوں سے ہوگی۔ لفظ سفہاء کی زیادتی سے  
ابی شیبہ عن وجہ آخر عن ابی حدیث اور ترجمہ میں مطابقت واقع

ہرمیہ دفعہ اخذ باللہ من امارۃ  
 ہوگی۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ  
 سے دوسری وجہ سے یوں بیان کیا ہے۔

پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بچوں کی امارت سے افساس سے آگے  
 فرماتے ہیں۔ اور نزدیک ابن ابی شیبہ کے یوں

وعند ابن ابی شیبہ ان ابا  
 ہرمیہ کان عیثی فی السوق یقول  
 اللہم لا تدركنی سنة ستین  
 ولا امارۃ البیان قالوا وما امارۃ

البیان وقد استجاب اللہ  
 دعاء ابی ہرمیہ فمات قبلھا  
 لسنة قال فی الفتح فی هذا  
 اشارۃ الی ان اول الاغلمۃ کان

فی سنة ستین وهو کذلک  
 فان یزید بن معاویۃ استخلف  
 فیھا ولقی الی سنة اربع وستین  
 فمات ثم ولی ولدی معاویۃ ومات  
 بعد الشہر

حاشیہ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۴  
 کہا۔ اور فتح میں یوں ہے۔ اسی میں  
 انتقال کیا۔ اس سے ایک سال پہلے  
 اشارہ ہے۔ کہ پہلا ان غلاموں کا ہوگا۔  
 ستم میں اور وہ اسی طرح ہوا۔  
 کہ یزید بن معاویہ حاکم ہوا ستم میں  
 اور باقی رہا ستم تک۔ پس مر گیا۔  
 پھر والی ہوا۔ اس کا لڑکا معاویہ اور  
 انتقال کیا ایک ماہ بعد۔



حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں جو احادیث

اسی سلسلہ میں نقل کی ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ناظرین ہے۔

ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اولاد

عالم کو دیکھا کہ میرے منبر پر کود رہے ہیں۔ راوی کا بیان

ہے کہ اس خواب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی

نے مبتلا ہوا نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی،

اور یہی نے ابو سعید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے

تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بنی امیہ

کو اپنے منبر پر دیکھا تو آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پس آپ

پر وحی نازل ہوئی کہ یہ صرف دنیا ہے جو انہیں دی گئی ہے

تو آپ خوش ہو گئے،

اور ترمذی و حاکم اور یہی نے حسن بن علی سے روایت

کی ہے۔ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ

میں سے ایک شخص کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو

آپ کو اس سے رنج ہوا۔ ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۳۵۰

علامہ ابن حجر نے چند احادیث نقل کی ہیں جن میں نیز یہ کہ

تصريح موجود ہے۔ ان میں سے ایک حدیث ہدیہ ناظرین ہے

وخرج الی مدین فی مستعدہ حضرت ابی رداۃ سے مروی ہے کہ

عن ابی الدرداء قال سمعت النبی ﷺ یقول اول من یبدل متقی من اجل امیۃ یقال له یزید صدق محرقہ ۱۳۳  
 میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا بنی امیہ کا ایک آدمی ہو گا جس کو یزید کے نام سے پکارا جائیگا۔

مذکورہ بالا احادیث سے یزید پلیدیہ کا چہرہ اپنی اصل صورت میں سامنے آ جاتا ہے کہ امت کی بربادی کا سبب اور سنت رسول اللہ کو بدلنے والا اولین شخص یزید پلیدیہ ہے۔ اس کا انکار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ جس کی حدیث کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ پہلی حدیث میں اگرچہ تصریح نہیں لیکن حضرت ابو ہریرہ کی دعا اور اس کے افعال شیعہ نے تحریف الہام کی طرح ظاہر کر دیا۔ کہ ایسی احادیث کا اولین مصنف یزید کے سوا اور کوئی نہیں۔ آخری حدیث میں اس کے نام کی تصریح سے تو تمام شبہات دور ہو گئے۔ اس آخری حدیث سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اولین کو تبدیل کرنے والا یزید پلیدیہ ہے۔ نہ کہ حضرت معاویہ جیسا کہ بعض کوتاہ فہم غلط پروپیگنڈہ کرنے میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

شاید بعض کوتاہ فہم یہ اعتراض کریں کہ اگر مذکورہ بالا اعتراض | احادیث کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو حضرت معاویہ کی ذات گرامی محفوظ نہیں رہ سکتی کہ یزید کے متعلق مذکورہ بالا ارشادات تنبیہ کے ہوتے ہوئے اس کو ولیعہد بنانا کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہے

جواب :- یہ اعتراض حضرت امیر معاویہؓ پر سرگزشت کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ اول تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ احادیث ہی نہیں پہنچی تھیں۔ کیونکہ اس وقت ذخیرہ احادیث موجودہ شکل میں مدینہ منورہ منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ بلکہ صدور رجال ہی میں محفوظ و محفوظ نہ تو ایسی صورت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا احادیث ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ نے جان بوجہ کر میزید کو دلیہ بنایا۔

دوسرا اگر یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ ان کو یہ احادیث پہنچی ہیں۔ تو پھر قبل از وقت یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ میزید ہے۔ جس کے متعلق بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ کیونکہ میزید بن معاویہؓ کے زمانہ اقتدار اور اس سے انحال شیعہ کے صدور سے پہلے تھیں مذکورہ بالا احادیث کی وجہ سے اس کا تعین مشکل تھا کہ وہ کونسا میزید ہے۔ اس کا تعین ان احادیث کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر دوسرے طریقے سے بھی صحابی سے کہہ دیا ہو۔ تو الگ بات ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے قبل وفات کی وعاقل کی جاچکی ہے۔

میزید تاریخ کی کسوٹی پر | قبل ازیں کہ تاریخی کسوٹی پر میزید کو پہلا جائے۔ اولاً ہم اس تاریخی کتاب کی اہمیت میں سے ہم حوالہ جات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جناب محمود احمد صاحب

کا خود اپنا اقرار ملاحظہ فرمائے۔

نامور سے نامور مورخین عہد بہ عہد پیدا ہوئے۔ مسطور سے مسطور کتب تاریخ مرتب و مدون کر کے پردہ عدم میں روپوش ہوتے رہے۔ مگر قبول دے ہوئے یح کو جھوٹ سے تمیز کرنے کی یا وضعی روایتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں۔ نقد و درایت سے جانچنے کی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مورخ نے نہیں کی۔  
و مقدم خلافت معاویہ دینیدہ ص ۵۱

عباسی صاحب کے خود اپنے اقرار سے یہ ثابت ہو گیا کہ علامہ ابن خلدون ہی ایک ایسا مورخ ہے کہ جس نے اپنے شہرہ آفاق مقدم تاریخ میں ہدایات کو نقد و درایت کی میزان پر پرکھنے کے بعد پیش فرمایا کہ علامہ ابن خلدون کا ہندو پلید کے مارے میں جو مضبوط ہے، عباسی کے اپنے اقرار کے پیش نظر اس کا قبول کرنا اور اس کے مطابق اپنا عقیدہ رکھنا اور اس کی اشاعت کرنا ضروری و لازمی سمجھا جائے گا۔ ورنہ اپنی تکذیب خود کسبی پڑے گی۔ علامہ ابن خلدون کی تحقیق ملاحظہ کیجئے نیز دیکھی دلی عہدی کے سلسلہ میں حضرت امیر معاویہ کی برأت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اب انتخاب ولیعہدی کے سلسلہ میں چند امور ایسے ہیں جو قابل بیان ہیں۔ تاکہ اس میں حق و ناحق ثواب و غیر ثواب کی تمیز ہو سکے۔ اول یہ کہ وہ حق و ثواب پر مبنی سے اس کی خلافت کے عہد میں عداور ہوا کیا وہ ہر وقت نفردی

دلیجہدی معاویہ کے علم میں تھا۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ معاویہ کی شخصیت  
 باقبار فصیلت و عدالت اس قسم کی بدگمانی سے پاک اور بالکل بری  
 بلکہ وہ تو اپنے عین حیات میں یزید کو گانا سننے کو سختی سے رد کا  
 کرتے تھے۔ جو دیگر اور فسق میں جس کا یزید نے ارتکاب کیا۔ کم درجہ  
 ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۵)

اس سے اگے علامہ خلدون فرماتے ہیں۔

اب حضرت حسینؑ کا واقعہ تو اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جب یزید  
 کائن و فخر تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارا ہو گیا۔ تو طرفداران  
 اہل بیت نے کوفہ سے حضرت امام حسینؑ کو بلوایا۔ اور لکھا۔ کہ آپ  
 تشریف لائیں۔ ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں۔ حضرت امام نے  
 سوچا۔ کہ یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے یزید کے خلاف اٹھنا تو  
 ہے ہی۔ خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہو۔ تو پھر تاخیر کیوں کی  
 جائے؟ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۵)

اگے مشاجرات صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ ثابت ہو چکا۔ کہ حضرت علیؑ و معاویہؓ کے جھگڑے میں معاویہؓ  
 کی طرف بھی خطا کی نسبت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اجتہاد ان کی طرف ہی  
 تھا۔ اور اجتہاد بالاجماع خطا و صواب ہر دو کا احتمال رکھتا ہے۔  
 اسی طرح ابن الزبیر و عبد الملک کے تنازعہ میں بھی عبد الملک کو خطا کا  
 نہیں ٹھہرا سکتے۔ یزید کا معاملہ تو وہاں تو یزید کا فسق

اس کو خطا کا نشانہ بنا رہا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۵)  
خط کشیدہ عبارات کو ملاحظہ کیجئے۔ کہ علامہ ابن خلدون کس طرح  
یزید کو فاسق و فاجر و بد کردار الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ اسکے  
علاوہ دیگر کتب تاریخ یزید کی مد کو داسی سے بدرجہ ہیں۔

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے خود ایسا مواد  
اعتراف حقیقت فراہم کیا ہے جس سے نصف الزہار کچا نہ ظاہر  
ہے۔ کہ یزید صرف یہی نہیں۔ کہ خود غیر شرعی افعال کا مرتکب  
ہوتا تھا۔ بلکہ وہ ایسے اعمال کا مربی و سرپرست تھا جو شریعت  
میں ناجائز و حرام ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق  
رکھتا تھا۔ اہل سہر اور شعرا کا تدبیر اور ادب و آدب کا مربی و  
سرپرست تھا۔ (خلافت مادیہ و یزید ص ۲۲۵)

شریعت مبغض کی روشنی میں اس چیز کی وضاحت کی جاتی ہے۔  
کہ موسیقی اور ادب و آدب کو اسلام میں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے،

عن ابی امامۃ قال قال النبی	روایت ہے ابی امامۃ سے کہ کہا
صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
یجتنی رحمة للعالمین وھدی	تحقیق بھیجا۔ تم کو سب رحمت واسطے
للعالمین والوفی علی عذری علی یحییٰ	تمام عالم کے اور سبب رہنمائی واسطے
المعافاة والتمیز امیر و الامران و السلب	عالم کے اور حکم کیا۔ تم کو۔ میرے



دائرة المجاہلیۃ الحدیث  
(مکوة شرلیت)

رب  
کے

عزت اور بزرگی دالے

ساتھ مٹائے باجوں اور مزامیر کے اور نبیوں اور سولیوں کے  
اور تمام رسومات و عادات جاہلیت کے جب موسیقی و ادب و  
آرٹ کے آلات کو مٹانے کا حکم رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دیا ہے۔ اس کے باوجود ان اشیاء کی سرپرستی کرنے  
والا کیسے اور کیونکر متدین و منصب خلافت کا اہل تصور کیا جاسکتا  
ہے جن اشیاء کو اسلام نے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ ان کی سرپرستی  
کرنے کے ان کو رواج دے کر معاشرۂ اسلامی کو برباد کرنا کہاں  
کا تقویٰ ہے۔

انجیا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صبا د آگیا

نقادِ شامی جو احاف کی ایک مایہ ناز کتاب ہے اس  
میں جہاں علوم پر بحث کی ہے۔ وہاں علم موسیقی کو ان علوم میں شمار  
کیا ہے۔ جن کا سیکھنا ناجائز و حرام ہے۔

وحوارہ و هو علم الفلسفة و التبعیۃ  
والتبجید و المرمل و علوم الطبائعین  
و السحر و الکھامۃ و علم الموسیقی  
اور جن علوم کا سیکھنا حرام ہے وہ  
علم فلسفہ کا اور شعبہ بازی کا۔ تبجیم اور  
رمل کا علم طبائعین اور جادو و کھانت  
کا اور علم موسیقی کا۔

شامی ص ۱۱۱

ایک یزدی ایسی ناجائز و حرام اشیاء جن کا ٹھکانا اس کے ذریعہ بھی  
میں داخل تھا کی سرپرستی کرتا رہا۔

جواب محمود احمد صاحب عباسی یزدی کے  
کا نامہ یزدی کی مثال ثانی | مناقب بیان کرتے ہوئے ایک اور

واقعہ نقل کرتے ہیں وہ یہ ناظرین ہیں۔

کہ مصنف مزنی کی یہ کیفیت تھی کہ ذاتی معاملات میں بھی امیر یزدی  
دامن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ان کیلئے سلام  
نام ایک کینئر کا واقعہ بیان کیا ہے جو یزدی منورہ کے رہنے والی صرف  
جال میں بیگانہ ہمہ صفت موصوف تھی قرآن شریف اچھی قرأت سے  
سناتی۔ شاعر اور معنی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت کے فرزند عبدالرحمن  
نے جو خود بھی شاعر تھے۔ اور جن کا ذکر ایک قصہ میں اوپر گذر چکا  
اس کینئر کی امیر یزدی سے بہت کچھ تھا و صفت کر کے اس کی خریداری  
پر اس کو راضی کیا۔

دولہ علی سلامۃ و جہاں تھا و جہاں  
اس کے سن و حال و مصافحت کی  
طرت و طبع دلائی اور کہا یا امیر المومنین  
یہ کینئر سوائے آپ کے اور کسی کے  
نہاں بنی خواہ آپ سے قصہ خوانی ہی  
کے لئے رکھیں۔

الہدایہ والہناج ص ۲۳۲

کینز کے آقا سے خریداری کا معاملہ طے کر لیا گیا۔ کینز مذکورہ مدینہ  
 سے دمشق آکر داخل حرم کی گئی اور دوسری کینزوں پر اسے فوقیت  
 حاصل ہو گئی۔ لیکن جب یہ راز افشا ہوا۔ کہ یہ کینز اور مدینہ  
 منورہ کا ایک شاعر احوں بن محمد دونوں ایک دوسرے کے دم  
 محبت میں گرفتار ہیں، امیر یزید نے احوں کو جو دمشق میں موجود  
 تھا، نیز سلامہ کو مواجہ میں طلب کر کے تصدیق کی ان دونوں کے  
 فی البہدیہ اشعار میں اقراء محبت کیا، سلامہ نے کہا۔ کہ شدید محبت  
 مثل روح کے میرے جسم کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے  
 ہے، تو کیا اب روح و جسم میں مفارقت ہو سکے گی، رہنا شہید،  
 جدی کا لروح فی حبس فی فہل یفترق بین الروح والجسد۔ امیر یزید  
 نے یہ حال دیکھ کر سلامہ کو احوں کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا، خذھا  
 یا احوں فہی ذات وصلہ صلیۃ سنۃ، اسے احوں اب یہ سلامہ  
 تمہاری ہے تم اسے لو، پھر اسے اچھا انعام بھی عطا کیا، انصاف  
 پسند طبیعت ہی کا تقاضہ تھا، کہ داخل حرم کرنے کے بعد بھی ان  
 کے جذبات محبت کا احترام کیا، خلافت معاویہ دینید ۳۱۹ھ  
 ناظرین کرام! جناب عمود احمد صاحب کے اس پیش کردہ حوالہ  
 کو غور سے پڑھیں، کہ یزید کے گرد و پیش کس قسم کے افراد رہتے،  
 اور کس قسم کی اشیاء کا تذکرہ یزید کی نجی مجالس میں جاری رہتا تھا  
 اس واقعہ سے نصت انبار کی مانند ظاہر ہو گیا، کہ یزید حسن و جمال

کا دلدادہ اور منغیہ عورتوں پر فریفتہ ہونے والا ایک آزاد و  
 آوارہ شخص تھا۔ زمانہ قدیم اور اب بھی شرفاء حضرات کا طریقہ ہے  
 کہ اگر سلسلہ مناکحت کہیں قائم کرنا ہو۔ تو سب سے مقدم اخلاق  
 حسنہ کو رکھا جاتا ہے۔ محض حسن و جمال کی پرستش آزاد و عیاش  
 افراد کا شیوہ رہا ہے۔ لیکن منغیہ کو داخل حرم کرنا تو اس کے  
 گذرے زمانہ میں بھی خلاف شرافت و معیوب شمار کیا جاتا ہے،  
 خواص کے علاوہ عوام الناس بھی منغیہ عورت کے داخل حرم کرنے  
 کو معیوب شمار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں جس کو محمود احمد صاحب عباسی  
 امیر المومنین لکھتے ہوئے فخر محسوس کرتے ان کے ہاں اس قدر عشق  
 آزادی و عیش پرستی ہے کہ جب ان کی داخل حرم کے ناجائز محبت کا  
 راز انشا ہوتا ہے۔ عاشق و معشوق کے اقرار پر صرف یہی نہیں کہ  
 تعزیر اسلامی کا نفاذ نہیں۔ بلکہ ان کے جذبات محبت کا احترام کرتے  
 ہوئے اقرار جرم کے باوجود اپنی داخل حرم کو مزید العامات کے ساتھ  
 عاشق کے حوالہ کر کے جس قدر بے غیرتی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ  
 اپنی مثال آپ ہے، یزید کا صرف یہ ایک ہی کارنامہ شرافت  
 اتانی کے حسین چہرہ پر اس قدر بدترین داغ ہے۔ جو کبھی دور  
 نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اسی کا نام تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔  
 نہ تم صدمے میں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے  
 نہ کھلتے راز نہ سرستہ نہ یہ رسوایاں یوں ہوتیں

ان دونوں حوالوں سے جو محمود احمد صاحب عباسی کے اپنے پیش کردہ ہیں۔ یزید اپنی اصلی صورت میں سامنے آ جاتا ہے۔ اپنے حوالہ کے پیش نظر یزید پر تین سنگین جرم عائد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ یزید کا خود نا جائز و حرام فعل کا مرتکب ہونا۔ دوسرے اپنی سرپرستی میں ایسے قبیح و نا جائز افعال کی اشاعت کر کے اسلامی معاشرے کو برباد کرنا۔ تیسرے نا جائز و حرام کام کی اشاعت کے لیے بہت المال کی قربانی دوسرے حوالہ کے پیش نظر اس کی عباسی و حسن پرستی و بدظلمہ افراد کی جھوٹے افزائی منظر عام پر آ جاتی ہے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جس کی وجہ سے سیدنا امام حسینؑ نے عفا و ملت کے پیش نظر یزید کو منصب خلافت کا نا اہل تصور کرتے ہوئے اس کی بیعت کو قبول نہ فرمایا۔ بلکہ قوم کو ان کی شہادت یہ سبق پیش کرتی ہے۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی  
آزادی حیات کا یہ سردی اصول!  
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر  
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

یزید کے اغلال شیعہ کے پیش نظر ابتداء کتاب میں جو خلافت  
شرعیہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس کو یزید پر چسپان کیجئے  
کہ آیا یزید مذکورہ کیرکڑ کے ہوتے ہوئے جو خود عباسی صاحب  
نے پیش فرمایا ہے۔ خلافت شرعیہ کے معظّم ترین مسند پر بھاتے  
کے قابل تصور کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے خیال میں تمام دنیا کے  
عقلاء یزید کو شرعی خلیفہ ہونے کا تصور بھی جرم عظیم تصور  
کریں گے۔ باقی رہی وہ حدیث جس سے عباسی صاحب نے یزید  
کو شرعی خلیفہ ہونے پر محمول کیا ہے۔ اس کی اصلیت یہ ناظرین  
ہے۔

عباسی صاحب حدیث الخلافۃ فی امتی ثلاثون  
حدیث خلافت کی حجت  
سنۃ شمر ملک کو حدیث لا ینزال الا سلام  
عزیز الی اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش کے متعارض اور  
متناقض سمجھ کر موضوع ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
یزید ترمذی میں یہ تصریح بھی ہے کہ اس کے بارے میں  
حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی  
حدیث مروی ہیں۔ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ کہ دین  
اسلام قوت سے رہیگا۔ یہاں تک کہ بارہا خلیفہ ہوں۔ اور  
وہ سب قریش سے ہوں گے۔ لا ینزال الا سلام عزیز الی اثنی عشر



خليفة كلهم من قريش۔ ان باراں خليفوں میں پانچویں امیر المومنین معاویہؓ اور چھٹے امیر المومنین یزیدؓ ہوتے ہیں (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۵)۔

اس سے قبل عباسی صاحب فرماتے ہیں۔ ایک حدیث وضع کی گئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول منسوب کیا گیا۔ الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملک۔ اس وضعی حدیث کے راوی حشر بن نباتہ الکوفی ہیں۔ وہ سعید بن جہان سے اور وہ حضرت سفینہؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر بادشاہت ہوگی۔ یہ حدیث بتفسیر الفاظ ابو داؤد وغیرہ میں بھی ہے۔ اول تو اس کے راوی حشر بن نباتہ الکوفی تقریباً تمام آئمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث اور لا یحتج بہ میں منکر الحدیث ہیں۔ یہ حشر سعید بن جہان نعمری سے روایت کرتے ہیں، جن کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی۔ اور حضرت سفینہؓ کا انتقال ۴۷ھ میں ہوا۔ ان دونوں کے سینین وفات میں ۶۲ برس کا فرق ہے، پھر یہ سعید تو بھرہ کے رہنے والے تھے، اور حضرت سفینہ مدنی ہیں۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے یہ حدیث ان کب کیوں کر اور کہاں سنی۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۳۲)

اولاً یہ دعوات کی جاتی ہے، کہ ان حدیثوں میں کوئی لغاض نہیں۔ پھر حدیث کی صحت اور باراں خلافا میں یزید کی شمولیت پر

بحث کی جائے گی۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ خلافت کی دو  
 قسمیں ہیں۔ ایک خلافت راشدہ جس کو خلافت علی منہاج النبوت بھی  
 کہا جاتا ہے۔ اس خلافت کی مدت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 تیس برس متعین کی ہے۔ دوسری خلافت مطلق خلافت ہے۔ جو طو کیت  
 کے ہم معنی ہے۔ خواہ وہ عادلہ بھی ہو۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے فرماؤں کہ میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی۔ خلافت سے مراد  
 راشدہ ہے۔ جو خلافت علی منہاج النبوت ہے۔ اس کے بعد مطلق خلافت  
 کا آغاز ہوتا ہے۔ ان دونوں خلافتوں کے درمیان حضرت امیر معاویہؓ  
 حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بایں معنی کہ نہ ان کو خلیفہ راشد کہا  
 جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کی خلافت کو خلافت مطلقہ پر محمول کیا جا  
 سکتا ہے۔ کہ نہ ہی وہ پہلوں جیسے اور نہ ان کے بعد آنے والے  
 ان جیسے شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اپنی تائید میں ہم حضرت عبداللہ بن  
 عباس کا قول پیش کرتے ہیں۔ جس کو عباسی صاحب نے اپنی تاریخی  
 ریسرچ میں نقل کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے سلسلے  
 میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تاثر ملاحظہ کیجیے،

قلنا یا ابا العباس جاء البرید بمرم نے ان سے کہا۔ کہ اے  
 نبوت معاویہ فوج طویلاً شمر۔ ابو العباس قاصد موت معاویہ کی  
 قال اللہم اوسع معاویہ اما خبر لایا ہے۔ دیر ستر، وہ دیر تک موش  
 واللہ ما کان مثل من قبلہ ولا رہے پھر دعا مانگی کہ اپنی معاویہ پر

یا نبی حبیبہ  
اپنی رحمت وسیع کیجئے۔ اور کہہ۔ کہ واللہ  
مثلاً کتاب السنن بالاشرف وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے۔ جو  
معد ذری الخیر الرابع قسم ثانی ان سے پہلے گذر گئے۔ لیکن ان کے  
بعد بھی کوئی ان کے مثل آنے والا  
نہیں۔ خلافت معاویہ دینید صلا

حضرت عبداللہ بن عباس حلفیہ فرماتے ہیں کہ واللہ حضرت امیر  
معاویہ نہ خود پہنچول جیسے اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے ان  
جیسے ہو سکیں گے اب اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو گا۔  
کہ ان کی خلافت پہلے حضرات کی خلافت سے الگ اور نہ ہی ان  
کے بعد والوں کی خلافت ایسی ہو گی۔ ورنہ عدم مماثلت اور کونسی چیز  
میں شمار کی جائے گی۔ اس کے بعد عباسی صاحب کا نظریہ ملاحظہ فرمائیے  
اب حضرت عبداللہ بن عباس  
عباسی صاحب اشاعت دہم کے اُمینہ ہیں | کے مذکورہ بالا فرمان کے برعکس  
عباسی صاحب کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

اور اموی خلافت کے ان بہترین اور منور ترین ایام کو  
بدترین اور سیاہ ترین ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے،  
ہمارے زمانے کے ایک فاطمی عالم صاحب نے جو اپنے آپ کو  
اہل سنت والجماعت کا مقتدا اور دین کا پیشوا سمجھتے ہیں۔ یہ باور  
کرنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت معاذ اللہ

تاکام رہی۔ اور آپ کی امت تیس چالیس برس بھی آپ کا ہر پاکر وہ  
نظام آپ کے بعد برقرار نہ رکھ سکی۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے اپنے  
ماتہامہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، جس پر سبائوں نے ان کو یہ تبریک  
بھی پیش کیا۔ وہ یہ ہے۔

اموی فرمانرواؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت نہ تھی۔ ان کی حکومت  
اپنی روح میں اسلام کی روح سے ہٹی ہوئی تھی۔ ان کو فرقہ کو  
ان کی حکومت کے آغاز ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ اس حکومت  
کے بانی امیر معاویہؓ کا اپنا قول یہ تھا کہ انا اهل الملوک میں سب  
سے پہلا بادشاہ ہوں۔

ان صاحب کی حرأت کا یہ عالم ہے کہ جب وہ صاحب کرام کے اجماع  
کو پہنچ کر دسے کر یہ باور کمرے کی کوشش کی ہے کہ امیر المومنین سیدنا  
معاویہؓ بدعت کے اولین علمبردار ہیں۔ انہوں نے جہوریت کی بجائے شخصی  
حکومت کی بنیاد ڈال کر اسلام کے سیاسی نظام کو ہمیشہ کے لئے تباہ  
کر دیا۔ (خلافت معاویہؓ و یزید طبع دوم)

عباسی صاحب کی اس رسیرج کی تردید تو حضرت عبداللہ بن  
عباس کے قول سے خود بخود ہو گئی۔ لیکن خلافت علی صہاج النبوت کے  
باقی نہ رہنے سے عباسی صاحب نے جو نتیجہ حضرت امیر معاویہؓ افند  
حضور علیہ السلام کے ہر پاکر وہ نظام کے متعلق اخذ کیا ہے۔ وہ بالکل  
غلط اور بے بنیاد ہے۔ اگر یہی چیز پھر آنجناب نے جو تصویر خلافت

علی المرتضیٰ کی پیش کی ہے۔ پھر وہ کیسے صحیح ہے۔ جیسا کہ ان کی بحث  
 خلافت میں یہ چیز مفصل گذر چکی ہے۔ اگر کسی کو بادشاہ تسلیم  
 کرنا مذکورہ بالا قبائح کو مستلزم ہے۔ تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے فرمان: **السلطان العامل ظل الله في الارض** الخ کہ عادل بادشاہ زمین  
 میں خدا کا سایہ ہے۔ کا کیا مطلب یہ جائے گا۔  
 اور پھر یہاں تو حضور علیہ الصلوٰۃ نے خلافت نبوت کی عمر کی  
 خود تصریح فرمادی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 وسلم خلافت النبوة فلا نور ثم  
 يولي الله الملك من يشاء  
 فليكن منكم من يولي  
 فليكن منكم من يولي  
 فليكن منكم من يولي

خلافت نبوت کی عمر ختم ہو گئی ہے۔ حضرت امیر معاویہ کی  
 ذات گمراہی پر کیا اعتراض اور ان کی اس سے تنقیض نشان کیسے  
 جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ خلافت انشاء  
 جہ خلافت نبوت ہے۔ کی عمر تیس سو ہے۔ پھر حضرت امیر معاویہ  
 کی جانب بدعت یا خود ان کی تنقیض نشان پہلو نکالنا حدیث کی تکذیب  
 کے مترادف ہے۔ خلاصہ بحث کہ جس حدیث میں تیس سال خلافت  
 کی عمر بتلائی ہے۔ اس خلافت سے خلافت راشدہ و خلافت  
 علی عنہا خلافت مراد ہے۔ اور جس میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے



اس سے مراد مطلق خلافت ہے۔ جو ملکیت کے ہم معنی ہے۔ اور  
حضرت امیر معاویہ کی خلافت کو خلافت راشدہ سے خارج سمجھنے  
سے کوئی قیاحت لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی ان کی تنقیص شان کا  
کوئی پہلو نکلتا ہے۔

باقی یہ بات کہ یہ ہر وقت موضوع ہوتے۔ یہ علم حدیث  
سے ناواقف کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر اس کے راوی شریح بن نباتہ الکوفی  
ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث ہیں تو اس میں کون سی غرابی  
جبکہ شریح کے علاوہ دوسرا راوی اس کو روایت کر رہا ہو۔ جیسے  
ابو داؤد میں شریح کی بجائے عبدالوارث بن سعید اس حدیث  
کو روایت کرتے ہیں۔ یہی بات کہ سعید بن جبہ کی حضرت سفینہ  
سے ملاقات نہیں ہوئی۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاری نے  
ان دونوں کی ملاقات ثابت کی ہے۔ دیکھیے تاریخ صغیر ص ۹۷  
غرضیکہ ایک صحیح روایت شدہ حدیث کو موضوع کہنا بڑی  
جہالت ہے۔

قولہ اثنا عشر امیراً

باران خلفاء میں تیرہ کی شمولیت پر بحث | قال بعضهم ليس المراد بذلك  
مدحهم بل لبقا صفة المرجومة زماناً كثيراً لا يلزم ذلك القطع  
اختلافه لاجلهم اذ لا يعتبر العدد و قيل بل المراد من الخلافة على  
حسب السنة تكون في اثنا عشر اميراً لا يلزم متابعتهم حتى يباحض



عليه بتخليل يزيد وقيل بل المراء وان الامارة على حسب سنة الخلفاء  
ثلاثون في اثنا عشر اميرا وان كان من هذه الامراء من هو ظالم  
على نفسه كما كان يزيد الكوكب الدرري من جلدنا

قوله ثم صلح بعد ذلك اي لاسي الامراء بعد ذلك على

سير الخلفاء وان كان التفسير ليس بالكلية محاد في ابن ابنه محاديه  
بن يزيد او المسمى القطيع الاتصال بعد انقضاء ثلثين وان كان بين  
بعد ذلك امير هو على سيرة الخلفاء الكوكب الدرري جلدنا ٥٥

قوله اثنا عشر فيه اقوال الاول انه اشارة الى من بعد العمارة  
من خلفاء بني امية وليس على المدح بل على استقامة السلطنة وهم  
يزيد بن معاوية وابنه معاوية راسي دخل ابن الزبير لانه  
من اصحابه ولا مروان بن الحكم لكونه يبيع بعد بيعته ابن  
الزبير فكان غاصبا ثم عبد الملك ثم الوليد ثم سليمان ثم عمر  
بن عبد العزيز ثم يزيد بن عبد الملك ثم الحشام ثم الوليد بن  
يزيد ثم يزيد بن الوليد بن عبد الملك ثم ابي عيسى بن الوليد  
ثم مروان بن محمد ثم خرجت اخلافت عنهم الى بني عباس  
الثاني ان بعد موت المهدي مائة وخمسة من ولد حسن وخمسة  
من ولد الحسين ثم رجلي من ولد الحسن ثم ولد لا فيتم اثنا عشر  
وكل من بعد امام مهدي واثلاثون ان الملة اثنا عشر الى يوم  
القيامة وان لم يمت الى ايامهم (كذا في الجمع) حاشية تزدني ثلثين ٥٥

ناظرین کرم محمد علی حضرات کے مذکورہ بالا اقوال سے یزید کی پوزیشن اور اثنا عشر امیرائیں اس کے داخل ہونے کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مدح کی صورت میں اس طرح یزید کو خارج قرار دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا حلیہ بیان جو عباسی صاحب کی عبارت ہے

کہ امداد اللہ ما کان مثل من قبلہ کہ والدہ وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان کے چہرے گندہ لگتے۔ لیکن ان کے بعد بھی کوئی ان کے مثل آنے والا نہیں۔

یعنی حضرت امیر معاویہ پہلوں سے دوسرے درجہ پر اور ان کے بعد آنے والے نمبر سے نمبر پر شمار کئے جائیں گے۔ لیکن عباسی صاحب تیسرے درجہ والوں کے مقابلہ میں خلفاء راشدین کی اعتقاد خلافت کو بھی پہنچتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے اور جس جمہوریت کا نام لیا جاتا ہے اس کے مطابق انیس سے کسی ایک کے لئے بھی استصحاب لگائے جاسکتے ہیں۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے سنائی کہ انتہائی تھی۔ لیکن صرف اہل مدینہ کی باقی اہل اسلام سے قطعاً کچھ دریافت نہیں کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں اگر کوئی شخص بیٹے جس کا انتخاب بالکل پہلی بار امت کے عہد استقباب سے ہمارا تو وہ امیر المومنین یزید ہیں۔ اس کے بعد غور طلب ہے کہ حضرت سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق اعظم کو اپنی زندگی میں ولی عہد بنایا۔ اور قطعاً کسی سے متحدہ نہیں لیا۔ اس تقریر کی تمام تر

ذمہ داری آپ نے اپنے اوپر لی۔ (خلافتِ محمد دینِ علیہ السلام)  
 خلافتِ راشدہ کے بارے میں اندازِ تحریر اور اس کے انعقاد کے طریق  
 کو اقتدارِ یزید کے مقابلہ میں ایسے انداز سے پیش کرنا کہ گویا یزید پہلے جو خلفا  
 گذرے ہیں۔ ان کی خلافت کو جمہوریت کا نام دینا جبکہ کسی ایسے کے لئے بھی  
 استغوابِ رائے عام نہیں ہوا۔ محض خوش فہمی پر مبنی ہے۔ وافقی عباسی صاحب کی  
 بے لاگ دلیری کا نتیجہ ہے۔ جو اس کے سوا خواہوں کے واسطے ہی درسِ عبرت ہے۔  
 یعنی اسلامی تاریخ میں اگر جمہوری حلیہ دیکھنا ہو۔ جو بالکل پہلی بار امت کے  
 عام استغوابِ رائے سے منتخب ہو کر سامنے آیا۔ وہ صرف یزید سے ہی کا لازمائی  
 نتیجہ نکالے گا۔ کہ یزید سے پہلے خلفا کا طریق انتخاب ہی غلط و غیر جمہوری تھا۔  
 والعیاذ باللہ

لیکن عباسی صاحب جس کو جمہوریت سمجھتے ہیں۔ وہ جمہوریت نہیں۔ اگر  
 عام استغوابِ رائے ہی جمہوریت ہے۔ تو اب ہی بتلائیں۔ کہ اُسے جو آپ نے  
 آیتِ مبارکہ و امر ہم شوریٰ بینہم کے مستحق بدیں الفاظِ قرید فرمایا  
 ہے۔

پھر آیتِ مبارکہ و امر ہم شوریٰ بینہم ان کے مسائلِ باہمی  
 مشورے سے طے پاتے ہیں۔ اس آیت کو بڑے اہتمام سے موقع بہ موقع  
 پیش کیا جاتا ہے۔ دریافتِ طلبِ امر ہے۔ کہ مریض کے بارے میں اختیار  
 سے آبِ پاشی کے نام کے سلسلہ میں خاندانِ نشین صحت عامہ کے بارے  
 میں، کمانِ دارِ فرج سے اور عدلیہ کے متعلق تاجر سے مشورہ کرنے والا شخص

عقل مند سمجھا جائے گا یا اجہلی۔ اگر اسے شوریٰ بینہم کے معنی یہ نہیں  
 ہیں۔ کہ ہر کس و نا کس سے بات کی جائے۔ وہ اہل ہو یا نہ ہو۔ تو ظاہر ہے۔ امور  
 سیاسی میں اصحاب سیاست اور ارباب حل و عقد ہی سے مشورہ کیا جائے گا۔ اور  
 اپنی کی بات سنی اور مانی جائیگی۔ خلافتِ محادیہ و یزیدِ باعِ دوم۔ کا کیا مطلب ہے  
 جب غیر اہل و ہر کس و نا کس سے مشورہ کرنے والا جناب محمود احمد صاحب عباسی  
 کے اپنے اقرار سے عقل مندی بجائے احمق و بیوقوف سمجھا جائے گا تو پھر اس  
 سے ناظرین کرام خود اندازہ لگائیں۔ کہ پھر عباسی صاحب احمق ہوئے یا عقلمند  
 اس لیے کہ یزید کے بارے میں استصواب رائے عام ہر کس و نا کس و غیر اہل  
 سے مشورہ نہیں کیا اور کیلئے۔ ۷

وائے ناکامی، مستلح کار وال جاتا رہا،

کار وال کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا،

اور انتخابِ خلیفہ کے بارے میں خلفاء راشدین کے طریقہ انتخاب کو چھوڑ  
 کر استصواب رائے عامہ جو کہ ہر کس و نا کس و غیر اہل سے مشورہ کرنا ہے۔ کو اختیار  
 کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ یزید سرگز اس منصبِ جلیل کا اہل نہیں  
 تھا۔ اور یہ کہ اصحابِ سیاست و اربابِ شوریٰ ہرگز یزید کو اس منصبِ عظیم  
 کا اہل تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہیں تھے۔ اسی واسطے یزید کو سابقہ طریقہ  
 انتخاب چھوڑ کر ایک غیر شرعی طریقہ کار اختیار کرنا پڑا۔ اب راقم الحروف  
 اہل فکر کو اس بات کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ یزید کا انتخاب ہی  
 جب غیر شرعی اور بقول عباسی صاحب غیر اصولی طریقہ سے ہوا۔ پھر یزید کو شرعی



خلیفہ کہنا سیرج کا نتیجہ ہے۔ یا اظہار حماقت کا ایک ترقی یافتہ طریقہ ہے۔

عمر میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مزید برآں عباسی صاحب لگے فرماتے ہیں،

مزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلے میں چند نفوس کا اختلاف  
کوئی حیثیت نہیں رکھتا اگرچہ وہ کتنے ہی محترم کیوں نہ ہوں۔ خلافت مولاہ یزید  
اصحاب سیاست و ارباب شروئی کے اختلاف کو چند نفوس کے اختلاف  
پر محمول کر کے بے وقعت اور عوام مسلمانوں کے فیصلہ کو با وقعت و قابل اعتماد  
ظہر کر یزید کو شرعی خلیفہ ثابت کرنا خود اپنے اقرار کے مطابق حماقت نہیں تو  
اد کیا ہے۔

خلاصہ بحث یہ نکلا۔ کہ عباسی صاحب کے اپنے اقرار سے یزید کا انتخاب  
خلافت راشدہ کے طرز انتخاب سے بالکل الگ اور ایسے جدید طریقہ سے ہوا۔  
جو غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ خلافت مولاہ بھی تھا حالانکہ بحسب ارشاد نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ علیکم بسنتی و سنتہ خلفاء الراشدین۔ کہ تمہارے اوپر لازم ہے میرا  
طریقہ اور خلفاء راشدین کا طریقہ۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ خلافت راشدہ  
کے ہی مطابق اس کا انتخاب عمل میں لایا جاتا۔ لیکن یہاں تو انتخاب یزید  
کے مقابلے میں خلافت راشدہ کے طریقہ انتخاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے فرمان کے بالکل عکس اور غیر جمہوری ظاہر کر کے یزید کو خلفاء راشدین  
پر ترجیح دینی ہے۔ العباد باللہ

عت چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان  
صاحب کرام پر نکتہ چینی کمرے والا یا ان کے طرز عمل کو نرید جیسے فاسق و  
فاجر کے مقابلہ میںکے سچ سمجھنے والا اگر قابل مدح و ستائش ہے۔ تو دنیا میں کوئی  
چیز قابل مذمت نہیں ہے۔

**بشارت مغفرت و نرید**  
عباسی صاحب نے نرید کو متقی و پارسا ثابت  
کرنے کے واسطے کہ اسکے اتفاق پر نرید گاری  
کا تو ذکر ہی کیا۔ اسکو تو بارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا ہی میں مغفرت  
کی بشارت مل گئی تھی۔ نص حدیث سے اس کی فضیلت اور عند اللہ مقبولیت پر  
کافی زور لگا کر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ایسے مغفور و مقبول  
ترین شخص کی مخالفت کیسے نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ گویا کہ ایسے شخص کی بیعت  
سے گریز کرنے والا کس طرح فوجانان حنت کا سرور ہو سکتا ہے۔  
اولا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ملاحظہ کیجئے،

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اول جن من امتی یخرب دن  
مدینۃ قیصر مغفور لہم  
بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری  
امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ  
پر جہاد کرے گی۔ ان کیسے مغفرت ہے۔

عباسی صاحب حدیث نقل کر سیکے بعد فرماتے ہیں۔

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے مدینہ قیصر کی تشریح میں یہ بتاتے  
ہوئے کہ اسی سے مدنی نصرانیت کے صدر مقام قسطنطنیہ سے ہے۔ اس  
حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے۔



کان اول من غزاه مدینة قیصر مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول  
 یزید بن معاویہ و محمہ عجمی جہاد یزید بن معاویہ نے کیا۔ اور  
 من سادات الصحابة کما بن عمر ان کے ساتھ سادات صحابہؓ مثل  
 و ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ابن عمر و ابن عباسؓ و ابن الزبیر اور  
 الیوب الانصاری ابو الیوبؓ انصاری کی ایک جماعت  
 حاشیہ ص ۱۴ صحیح بخاری نقلی۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۳  
 آگے منقبت یزید کے اثبات میں مہلب کے قول سے استدلال کرتے  
 ہوئے فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ بیان کرتے ہوئے  
 کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزیدؓ کی منقبت میں ہے۔  
 محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے بارے میں محدث،  
 قال المہلب فی هذا الحدیث المہلب نے فرمایا کہ یہ حدیث منقبت  
 منقبة المعادمية لانه اول میں ہے حضرت معاویہؓ کے کہ  
 من غزاه الجحیر و منقبة لولدہ انہوں نے ہی سب سے پہلے جہاد  
 لانه اول من غزاه مدینة قیصر کیا۔ اور منقبت میں ہے۔ ان کے فرزند  
 حاشیہ صحیح بخاری ص ۱۴ امیر یزیدؓ کے کہ انہوں نے سب  
 سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر  
 جہاد کیا۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۲۳

عبارت صاحب نے یہاں یہ باور کرایا چاہا ہے کہ علامہ ابن حجرؒ

مہلب کے قتل کو منقبت یزید میں استدلالاً پیش فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی عرض مہلب کا قتل نقل کرنے سے محض اس کی تردید مقصود ہے۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے،

و تعقہ ابن التین وابن	اور تعاقب کیا اس مہلب کا ابن التین
المخیر بما حاصلہ اندہ لا یلزم	و ابن المیز نے جس کا خلاصہ یہ ہے۔
من دخوله فی ذالک العوم ان	کہ یزید کے اس عوم میں داخل ہونے
لا یخرج مدلیل خاص اذ لا یختلف	سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور
احل العلم ان قوله صلى الله	خاص دلیل سے خارج بھی نہیں ہو
عليه وسلم مخفور لهم مشروط	سکتا۔ کیونکہ ابن علم میں سے کسی کا
بان یكونوا من اهل المخفرة	اس میں اختلاف نہیں۔ کہ حضور کا یہ
حتى لو ارتد احد ممن غزاها	قول مخفور ہم درجہ مسطغیہ
بعد ذالک لم یدخل فی ذالک	کے سب شر کا بخند لئے گئے، اس
العوم اتفاقاً ندل علی ان المرح	شرط سے مشروط ہے کہ یہ لوگ
مخفور لمن دحل شرط المخفرة	مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی
فیہ منهم استعفی	تخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے

مرتد ہو جائے۔ وہ بالاتفاق اس نجات میں داخل نہیں رہے گا۔ تو اس سے

صاف واضح ہے کہ مراد مخفور کی یہ ہے کہ مجاہدینِ روم کی مغفرت کی گئی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ان میں مغفرت کی شرط پائی ہے۔

یعنی قول مہلب کے بعد عبارت جس کو چھوڑ کر عباسی صاحب نے حمایتِ یزید کا نقل ادا کرتے ہوئے صحافتی دیانت کو بغیر پھری کے ذبح کر دکھلایا۔  
علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری نے جو استدلال مہلب کی کیفیت نقل فرمائی ہے۔ وہ ملاحظہ کیجئے۔

واستدل بہ المہلب علی	اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور
ثبوت خلافت یزید واسنہ من	اس کے اہل جنت ہونے پر استدلال
اہل الجنة لدخولہ فی عموم قوله	کیا ہے، کیونکہ وہ حدیث کے اس جملہ
مفقور نعمد واجیب بان هذا	مفقور نعمد کے علوم میں داخل ہے۔
جاس علی طریق الحمیة لنبی امیة	اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ یہ شخص
	نبی امیہ کی حمایت کے جذبہ میں بات
	کہی گئی ہے،

اس کے بعد اصل جواب دہی ہے، جو علامہ ابن حجر نے ابن المیز کی جانب سے نقل فرمایا ہے۔

علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مہلب اور دوسرے

لوگ جو یزید کی نفی یا اس کی خلافت پر

سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ محدثین کرام کی نگاہوں میں مخدوش و مشتبہ ہیں،

جس کو انہوں نے نبی امیہ کی حمایت بے جا پر محمول کیا ہے۔ اور عبارت

حزب مل جانے کی وجہ سے ثبوت خلافت پر استدلال کرنا اگر صحیح ہے۔ تو

پھر عشرہ مبشرہ کی خلافت کا ثبوت بھی حدیث تبشیر حجت سے ضرور ہونا چاہیے،

محمدؐ میں کے جواب کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان  
 مغفور لہم مشروط ہے۔ ساتھ اس شرط کے کہ مجاہدین قسطنطنیہ اعمال صالحہ  
 کی وجہ سے مغفرت کے اہل ہے ہوں۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی بعد حجاب و  
 مرتد ہو گیا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وہ اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اب  
 اسی طرح اگرچہ یزید بھی مجاہدین میں شریک ہونے کی وجہ سے عہد حدیث  
 مغفور لہم میں داخل سمجھا جائے گا۔ لیکن حدیث مغفور لہم کے مشروط  
 ساتھ شرط اہلیت مغفرت کے ہونے کی وجہ سے یزید اس بشارت کی  
 فضیلت سے محروم رہے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے  
 شرط مغفرت کا پورا کرنے والا نہ رہا۔ تو اذا فأت الشرطات المشروط  
 کے مطابق مغفرت کا اہل بھی نہیں رہے گا۔ جیسے کہ حجت الاسلام راس الخلقین  
 عمدة المفسرین حضرت مولانا محمد تقی نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے  
 یہی جواب باصواب دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

غایت مافی الباب بسبب خرابی کے نہایت  
 بچھڑنا فقال کہ در بیعت رضوان شریک بودند  
 بوجہ اتفاق رضوان اللہ تعالیٰ فیہ  
 یزید ہم انیس بشارت محروم ماند  
 نیتو یہ نکلا کہ جس طرح بیعت  
 رضوان میں منافقین شریک ہوئے  
 اور اتفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ  
 کی رضامندی سے محروم ہو گئے  
 یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی  
 وجہ سے اس بشارت کی فضیلت سے  
 محروم ہو گیا :

(۱۲) مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین صاحب مدنی (جلد اول ص ۲۵۲)

حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیعت رضوان میں منافقین شامل تھے۔ جیسے کہ آیت کریمہ کی مضمونیت سے ظاہر ہے۔

ان الذین یبایعونک فافصا تحقیق جو لوگ بیعت کرتے تھے وہ  
یبایعون اللہ علیہ اللہ فوقہم بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ کا اٹھ  
پاؤں ۲۶ مکوع ۹ ہے۔ اوپر ان کے اٹھ کے۔

اس آیت کریمہ سے تمام مبایعین کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس فضیلت سے محروم ظاہر کرنے کے واسطے دوسری آیت میں قید لگا کر ان کو خارج کر دیا۔

لقد سرھنی اللہ عن المؤمنین تحقیق اللہ غور ہو۔ ایمان والوں کو  
اذ یبایعونک تحت الشجرة جب بیعت کرنے لگے۔ تھوڑے سے اس  
درخت کے نیچے،

مؤمنین کی قید سے غیر مؤمنین یعنی منافقین بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہو گئے۔ اگرچہ نفس بیعت میں شامل تھے۔ ایسا ہی یزید بھی حضور کے فرمان مخفور لہام میں سبب جہاد کے داخل سمجھا جائے گا۔ جیسا منافقین لغات کی وجہ سے بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہے۔ یزید بھی اپنے پوشیدہ فسق و فجور کی وجہ سے مخفولہم کی نثارت سے محروم رہے گا۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کا مذکورہ بالا جواب سن کر ایک  
یزید اور ایک عباسی عالم | عباسی عالم جو حمایت یزید میں سب سے پیش پیش ہیں۔



یوں رقمطراز ہیں۔

یہی بیعت الرضوان دالے سوال میں منافق داخل ہی نہیں۔ کیونکہ آیت میں مومنوں کی قید ہے۔ لہذا قیاس قابل قبول نہیں اور تاویل باطل ہے۔

ان کی جرأت کا یہ عالم کہ یزید کے بارے میں تمام عالم اسلامی کے باطل خلاف نظریہ۔ کہ یزید کی برأت فرض ہے۔ پیش فرما کر جو اپنی بے راہ روی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

لیکن علمی قابلیت کا یہ حال کہ حضرت صاحب کو یہ بھی علم نہیں۔ کہ منافق بیعت رضوان میں داخل ہیں۔ کہ نہیں۔ ہم دوسری آیت جس میں مؤمنین کی قید نہیں کو پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ اسی آیت کو پیش نظر رکھ کر یہ چھٹا چاہتے ہیں۔ کہ اگر واقعی منافق داخل ہی نہیں تھے۔ تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی قید پھر کیوں اور کس نیٹے لگا ٹی۔ ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ مومنین کی قید اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے۔ جب نفس بیعت میں غیر مومنین بھی داخل ہوں۔

درحقیقت علماء امت کی مخالفت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ ان کو صحیح چیز بھی غلط نظر آتی ہے۔

عہ دالے ناکافی متاع کا رواں چلتا رہا

کارواں کے دل سے احساس تریاں جاتا رہا

اگر واقعی یزید حدیث مخفوضہ سے خارج نہیں ہوا۔ تو پھر درایت

طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا کسی صحابی نے جو امام حسینؑ کو یزید کے خلاف خروج سے روک رہے تھے یزید کی فضیلت و عند اللہ اسکی مقبولیت کے اثبات میں حدیث



مغفور لہم کو استدلال پیش کیا یا کہ نہیں، اگر پیش کیا۔ تو ثبوت کی ضرورت ہو  
 اگر پیش نہیں کیا۔ اور یقیناً نہیں۔ تو کیا صحابہ کرام کا اسی حدیث سے یزید کی فضیلت  
 پر استدلال نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ ان حضرات کے نزدیک بھی یزید  
 اس بشارت کا مستحق نہیں تھا، اور نہ ہی وہ حضرات یزید کو ایسا سمجھتے تھے۔ جیسے کہ  
 عباسی صاحب باد کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یزید کا فتنہ و فحشاء تو ان حضرات کے نزدیک  
 مسلم تھا۔ اگر بخاری شریف میں حضور کا مجاہد بن قسطنطین کے واسطے ارشاد مغفور لہم  
 موجود ہے۔ تو وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے،

قال ابو ہریرۃ سمعت الصادق  
 المصدوق رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم ھککۃ امتی علی  
 امیۃ غلیمة من قریش  
 بخاری شریف کتاب الفتن ص ۱۰

فرمایا ابو ہریرہ نے سنا میں نے صادق  
 المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ  
 میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں  
 کے ہاتھوں سے ہوگی۔

اس حدیث سے اتنا واضح ہے کہ امت کی تباہی کا ذریعہ چند قریشی لڑکے  
 نہیں گئے، وہ چند قریشی لڑکے کون ہیں جو اس منحوس کام کو سرانجام دینگے۔ اس  
 کے متعلق حضرت ابو ہریرہ ہی سے روایات ملاحظہ کیجئے۔

قال ابن بطال جاء المراد  
 بالھلاک مبینا فی حدیث آخر  
 لابی ہریرۃ اخرجه علی محمد وابن  
 ابی شیبۃ من وجہ اخر عن ابی

ابن بطال کہتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ  
 میں ہلاکت امت کی مراد ابو ہریرہ  
 ہی کی دوسری حدیث سے کھل جاتی  
 ہے جس کو ایک اور سند سے علی بن محمد

ہریرۃ سرفحہ اعوذ باللہ من امارۃ  
الصبيان قالوا دع امارۃ الصبيان  
قال ان اطعتموهم هلکم ای فی دینکم  
دان عصیتوہم اهلکم ای فی  
دینا کم یا نزلہا فی النفس او بارہا فی  
المال او دینہا

فتح الباری ص ۱۳

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ  
رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ  
سے امارۃ صبیان رٹڑکوں کی حکومت، سحر  
پناہ مانگتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا رٹڑکوں  
کی حکومت کا کیا مطلب ہے، فرمایا کہ اگر  
تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو گے۔  
یعنی دین کے بارہ میں اور اگر ان کی نافرمانی  
کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی  
تمہاری دنیا کے بارہ میں جان سیکر یا مال حسین کر

یا دونوں سیکر۔

اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد کی مراد پورے طور  
پر واضح ہو گئی کہ امت کی ہلاکت کے معنی درحقیقت امت کی اجتماعیت یعنی امارت  
دینی اور خلافت اسلامیہ ہی کی سب ہی کے ہیں جس کی صورت یہ ہو گی کہ فوجیہ ناجہز  
کار دین کے کچے لڑکے برسر اقتدار آجائیں جن کی اطاعت سے دینی سرمایہ ختم ہو  
جائے گا اور ان کی مخالفت سے دنیا ضائع ہو جائے گی تو اس حدیث سے یہ  
چیز پیدا ہوتی ہے کہ قدرت جہاد کے ہونے پر ان کے اقتدار کو چیلنج دینا ضروری  
و لازمی ہے۔ اس کے بعد ان لڑکوں کا جو امت کی ہلاکت کا سبب ہوئے۔ خاندانی  
تعلق کہ وہ کس خاندان سے ہوں گے۔ اور ان کی جلنے والی بجاری شریعت کی ہی  
روایت سے ملاحظہ کیجئے۔

یحییٰ بن سعید بن عمر بن سعید نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے دادا سعید بن عمر بن سعید نے فرمایا۔

میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی

میں بیٹھا تھا تھا۔ ہمارے ساتھ مروان

ردنیہ کا گورنر بھی تھا۔ ابو ہریرہ نے فرمایا۔

کہ میں نے صادق و مصدق حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میری امت

کی تباہی قریش کے چند نوٹوں کے

ہاتھوں سے ہوئی۔ مروان نے کہا ان نوٹوں

پر خدا کی لعنت۔ ابو ہریرہ نے کہا۔ اگر

میں کہنا چاہوں کہ وہ فلاں بیٹیاں

تھیں۔ تو کہہ سکتا ہوں۔ راوی کہتے

ہیں کہ جس زمانہ میں بنو مروان ملک شام

کے حکمران ہوئے تھے۔ میں اپنے دادا کے

ساتھ شام جایا کرتا تھا۔ میرے دادا بنو مروان

کے نوجوان لڑکوں کو دیکھتے۔ تو ہم سے کہتے

کہ یہ اپنی میں سے ہیں۔ دھنبے ہاتھ سے

حضور نے امت کی تباہی کی خبر دی ہے ا

ہم کہتے آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

كنت جالسا مع ابي هريرة في

مسجد النبي صلى الله عليه وسلم

ومروان محاقا قال ابو هريرة سمعت

الصادق المصدق صلى الله عليه وسلم

يقول هلكة امتي اميدى غلظة

من قرشي فقال مروان لعنة الله

عليهم غلظة فقال ابو هريرة وشيت

ان اقول بني فلان بن فلان لعل

تكننت اخرج مع جدي الى بني مروان

حين ملكوا الشام فاذا را هم

غلظانا حدثا قال لنا عسى هو لاء

ان يكونوا منهم قلنا انت اعلم

بخاري شريفي كتاب الفتن

یہ حدیث بخاری شریف کے علاوہ متعدد کتب میں موجود ہے۔

اس حدیث نے ان لوگوں کے دوا اور ان کی جانے کی طاقت کی وضاحت کر دی۔ اور ملک شام پر حکمران ہونے کے وقت ان کا موجود ہونا ان کے لئے کمال نعمت بنے۔ کہ وہ کون بنے۔ لیکن پھر بھی ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی دعا ملاحظہ فرمائے، مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت دیکھئے۔

وفی رواية ابن ابی شیبہ اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں  
ان اباءہریہ کان یحیی فی الاسواق ہے۔ کہ ابو ہریرہؓ بازاروں میں چلتے  
و یقول اللہم لا تدکنی سنۃ پھرتے کہتے تھے۔ کہ اے اللہ سلام  
ستین وکلامۃ انصیان کا زمانہ مجھ پر نہ گزرے اور نہ امارتیں  
فتح الباری ص ۱۳ مجھے پائے۔

یہ سنہ ۴۰ کے زمانہ صیان ہونے کی خبر اس روایت میں تو ابو ہریرہؓ کا قول ہے۔ لیکن اس کے قیاسی چیز نہ ہونے کی تاہر حکما مرفوع حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ اس حدیث سے یہ وضاحت ہو گئی۔ کہ امارۃ صیان سنہ ۴۰ سے شروع ہوگی۔ اب یہ کہ سنہ ۴۰ میں کون لوگ برسر اقتدار آئے۔ حافظ ابن حجرؒ کی ذیل کی عبارت نہایت خوبصورت ہے۔

وفی هذا الاشارة الى ان اول الاغیلة کان فی سنۃ ستین یزید دھوکن للی فان یزید بن معاویۃ  
اور اس میں اشارہ اس وقت ہے۔ کہ ان نوخیز لوگوں میں پہلا نوخیز لڑکا سنہ ۴۰ میں یزید تھا۔ اور وہ الہامی تھا۔ جیسکہ حدیث میں غیر دیکھی ہے۔ (کیونکہ یزید بن معاویہ)





فجاءهم باحبهم الى السما الدنيا  
الى ان قال قال فيقول فاشهدكم  
الى غفرت لهم قال يقول ملك  
من الملائكة فيهم فلان ليس  
منهم انما جاء لحاجة قال هم  
الجلساء لا تشق جلسيهم

پاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ۔ اپنے مقصد کی طرف فرمایا کہ دُعا نہ لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے پیروں سے اہل مجلس کو آسمان دنیا تک دعوت کا آخری حصہ یوں مروی ہے، فرمایا حضور نے کہ اللہ تم فرمائے۔ میں تم کو گواہ بنا تا ہوں۔ کہ میں نے ان تمام اہل مجلس کی مغفرت کر دی۔

محضوں نے فرمایا۔ کہ ان فرشتوں سے ایک فرشتہ دو بار ایزدی میں عرض کرے  
حکما۔ یا اللہ ان میں ظالم شخص ایسا ہے۔ جو ان سے بہن دہ اس عرض کے پہلے نہیں آیا  
بلکہ وہ تو کسی اور عرض کے واسطے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ وہ ایسی سداک محس  
واسے ہیں۔ کہ ان کے پاس بھیجئے والا بھی مغفرت کی فضیلت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ حدیث  
نخاری میں موجود ہے۔ اور مسلم شریف میں بھی بتغیر الفاظ موجود ہے۔

ابناظربین کرام الفاظ حدیث پر غور فرمادیں۔ کہ اس میں کس قدر تقسیم ہے اور  
پھر یہ اندازہ لگائیں۔ کہ خطۂ ارضی بہ کس قدر ایسے مواضع اور مواقع پیش کرتے ہیں۔  
کہ عالم انسانی کا کوئی فرد ہی شاید ایسا ہوگا جس کو محاسن خیر میں کبھی بھی شرکت کا موقع  
نہ ملا ہو۔ ورنہ ہر فرد انسانی کبھی کبھار ضرور خواہ کسی ادارہ سے ہو، ایسی مجلس کی شرکت  
سے نہیں رہ سکتا تو اب یہ بات فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ان تمام مجلسوں میں جو ہم دھم الجھتا  
لاشیقی جلسہ تمام شرکاء مجلس و غلط و ذکر خواہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے



ہوں۔ نفل ایس منہم کے پیش نظر کی مغفرت ہو چکی ہے، اگر یزید مفسور احمد میں داخل  
ہے تو پھر یہاں نا شہد کمرانی مغفرت احمد میں عالم الہی کا ہر فرد داخل ہے، پھر  
مجاہدین قسطنطنیہ کی شان امتیازی کیسے برقرار رہے گی، اور نہ ہی اعمال خیر کی ضرورت  
ثابت کی جاسکتی ہے، بلکہ مجالس خیر میں شرکت ہی مغفرت کیلئے اسطے کافی ہے، حالانکہ  
یہ سب کچھ غلط ہے، لہذا جو معنی محدثین نے بیان فرمائے ہیں، ان کو تسلیم کیے بغیر کوئی  
چارہ نہیں۔

خلاصہ کلام کہ یزید حدیث مفسور احمد سے خارج ہی نہیں، بلکہ اس کا نسق و  
نمود اور اس کے ہاتھ سے امت کی تباہی اور شادات نبوت سے بھرہی ہے۔

یزید کے امیر صحابہ ہونے کی حقیقت | قسطنطنیہ کے جن غزوہ میں اکابر صحابہ  
شریک ہوئے، کیا وہ یزید کی قیادت  
میں ہوا تھا، جبکہ یزید اس کا اہل نہیں تھا، کہ وہ اکابر صحابہ کرام کا امیر بنایا جائے، اس  
سلسلہ میں عمدۃ القادی شرح صحیح بخاری کی تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

وذكر ان يزيدي بن معاوية	اور ذکر کیا گیا ہے، کہ یزید ابن معاویہ نے
غزاة بلاد المرم حتى بلغ قسطنطينية	بلاد المرم میں جہاد کیا، جہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ
ومعه جماعة من سادات الصحابة	تک پہنچا، اور اس کے ساتھ سادات صحابہ
منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير	کی ایک جماعت تھی، جن میں سے ابن عمر
و ابو الیوب الانصاري و عاتق ابی الیوب	ابن الزبیر اور ابو الیوب انصاری بھی تھے
هناك قریبا من سور القسطنطية و تبرء	جن کی وفات قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب
هنا و تستقی مبر المرم اذا قتلوا	ہوئی، اور وہیں ان کی قبر بنائی گئی جس

وقال صاحب المماليق والإصحاح  
 ميزيد بن المعادمية عند  
 القسطنطينية في سنة اثنين و  
 خمسين سنة و قيل سيرة معاديه  
 جيشا مع سفیان بن خوف الى  
 القسطنطينية فاورغوا في بلاد  
 المروم وكان في ذلك الجيش  
 ابن عباس و ابن عمر و ابن الزبير  
 و ابو ايوب الانصاري و قوتي  
 ابو ايوب في مدة المحاصلة قلت  
 الاظهر ان هؤلاء السادات  
 من الصحابة كانوا مع سفیان هذا لم يوافقوا  
 مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون حلا  
 اسادات في خدمته و قال المهلب في هذه الحوادث  
 منقبة المعادمية لانه اول من غزا البحر منقبة  
 لولده يزيد لانه اول من غزا احدىة قيصرية  
 قلت امر منقبة كانت ليزيد في حاله مشهوره و قال  
 قال علي بن ابي طالب عليه السلام في حق  
 هذا الجيش

سے قتل کے وقت لوگ قتل کر کے  
 رعائیں مانگتے ہیں اور صاحب مرآۃ  
 بنی کہ صحیح بات یہ ہے کہ یزید بن معاویہ  
 نے قسطنطنیہ کا محصورہ شہر میں کیا اور  
 کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ  
 پر چڑھائی کے لیے ایک لشکر بھیجا جس میں  
 کے امیر سفیان بن خوف تھے جنہوں نے  
 لشکر قائم روم کے علاقوں پر حملہ کیا  
 اس لشکر میں ابن عباس بن عمر ابن الزبیر  
 اور ابو ایوب اسی زمانہ حصار قسطنطنیہ  
 میں وہی وفات پا گئے میں کہتا ہوں  
 صاحب المرآۃ، کمالی جوئی بات ہے  
 کہ یہ اکابر صحابہ اس سفیان بن خوف  
 ساتھ تھے یزید کے ساتھ  
 تھے کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا کہ  
 بڑے بڑے اکابر اس کی خدمت میں  
 ماتحت کی حیثیت سے رہیں۔ مہلب نے  
 کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت  
 ثابت ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے ہی

مغفور لہم قلت لا یغفر من  
وہل فی ذالک العفو ان  
لا یخرج بدل خاص اذ لا یختلف  
احل العلم ان قولہ صلی اللہ  
علیہ وسلم مغفور لہم مشروط  
بان یکونوا من اهل المغفرة حتی  
الماضی و احد مصون غزواھا  
بعد ذالک لہم یدخل فی ذالک  
العموم فدل علی ان المار مغفور  
لان وجہ شرط المغفرة فیہ  
منہم

عمدة القاصی ص ۶۹

سے پہلے دینی جگ لڑی۔ اعدان  
کے بیٹے یزید کی منقبت بھی نکلتی تے  
کیونکہ اسی نے سب سے پہلے قیصر کے  
اسی شہر قسطنطنیہ پہ دغا دایا۔ یہی کہنا  
ہوں وہاں مرآۃ یزید کی وہ  
کوئی منقبت تھی۔ جو قابل ذکر نہ تھی۔  
جبکہ اس کا حال فسق و فجور مشہور ہے۔  
اگر تم یہ کہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اس لشکر کے حق میں مغفور لہم  
فرمایا ہے۔ تو میں یہ کہوں گا۔ کہ اسی  
عموم میں یزید کے داخل ہونے سے  
یہ لازم نہیں۔ کہ وہ کسی دوسری دلیل  
سے اس سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ  
اس میں علماء کا کوئی اختلاف ہی نہیں۔  
کہ حضور کے قول مغفور لہم میں  
وہی داخل ہیں۔ جو مغفرت کے اہل ہیں۔  
حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کنندوں میں سے  
بعض میں کوئی شوق مرتد ہو جاتا۔ تو یقیناً  
اس بابت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ تو

اس سے صاف واضح ہے، کہ مراد حضور  
کی یہ ہے، کہ مجاہدین روم کی مغفرت  
کی گئی۔ اس شرط کے ساتھ، کہ ان میں  
مغفرت کی شرط پائی جائے۔

اس عبارت میں علامہ عینی نے یزید کی مدح سرائی کی حقیقت کھول دی  
اور فرمایا، کہ یزید کی منقبت ہی کیا، اور اس کے فضائل ہی کتنے تھے۔ جن پر  
اس کی مدح سرائی کی جلتے، جب کہ اس کے فسق و فجور کا حال سب کو معلوم اور مشہور  
ہے، اور دوسرے سادات صحابہ کرام جس عزوہ میں شریک ہوئے، وہ سفیان  
بن یزید کی قیادت میں ہوا نہ کہ یزید کی سرکردگی میں اور یہ کہ حدیث بخاری میں  
جو وعدہ مغفرت وارد ہے، اس کے عموم میں وہی داخل مانے جائیں گے۔ جو اس  
بشارت کی اہلیت کے مصداق تھے۔ یزید نہ ان کا اہل ثابت ہوا، اور نہ علوم میں  
داخل رہا۔ خلاصہ یہ کہ علامہ عینی کی کام سے یہ واضح ہو گیا، کہ اس زیر بحث عزوہ  
تسطہ میں یزید کی امامت و قیادت کا دعویٰ یقینی طور پر ثابت شدہ نہیں  
بلکہ علامہ عینی کے نزدیک اقوال میں اصح قول یہی ہے، کہ یزید کی شرکت تو اس  
عزوہ میں ہوئی، مگر قیادت نہیں ہوئی۔

سیدنا امام حسینؑ کی تفتیش نشان کی نیت سے ان  
ستم طریق کی انتہا کے اعلیٰ ترین مقام صحابیت سے نیچے لانے کی کوشش  
سے ان کی عمر و وفات نبوی کے وقت پانچ مہرہ کی دیکھا کہ عباسی صاحب لکھتے  
ہیں۔



اتنی چھٹی عمر سن تیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض آئمہ نے تو ان کے بڑے بھائی  
حضرت حسن کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے۔ ذمہ صحابہ کی بجائے تابعین  
میں شامل کیا ہے۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۱۲۶

سیدنا امام حسینؑ کے اعلیٰ ترین کمالات و مقامات درحقیقت آثار و لوازم  
صحابیت تھے۔ یہاں انکو ختم کرنے کے واسطے ایک متفق علیہ شیئی کو مختلف فیہ  
نما کر کے ان کے اعلیٰ ترین مقام سے نیچے لانے کی کوشش کرنا اور ادھر عمر بن  
سعد کو صفاء صحابہ سے ثابت کر نیچے واسطے صحیحین کی ایک صحیح وثابت شدہ  
حدیث کو ایک ضعیف قول کی بنا پر مسترد کرنا ستم بالائے ستم نہیں۔ تو اور کیا ہے۔  
عمر بن سعد کے بارے میں عباسی صاحب فرماتے ہیں۔

جب ان کے پوتے ابوجبر بن حفص بن عمر بن سعد اپنے دادا سے حدیث  
کی روایت کرتے۔ جیسا شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے تصریح کی ہے۔ نمونہ  
ہیں دلیل ہے۔ اس امر کی۔ کہ حضرت عمر بن سعد نہ صرف عہد نبوی کے مولود تھے۔  
بلکہ آپ کی وفات کے وقت ان کی عراقی و رقبہ پر پانچ چھ برس کی عمر تھی۔  
خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱

اور اس سے پہلے عمر بن سعد کے عہد نبوی میں تولد ہونے پر حجب و دیانتی  
کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ الا صاحبہ فی تفسیر المصاحبہ میں انہا  
سعد کے عہد نبوی میں تولد ہونے کے متعلق ابن فحول و ابن عساکر کے اقوال  
کو حافظ ابن حجر نے صحیح وثابت شدہ حدیث کے پیش نظر رد کیا ہے، لیکن عباسی  
صاحب نے احادیث کی عبارت کا اثباتی حصہ نقل کر دیا۔ اور حصہ میں حافظ ابن



حجر نے ضعیف و شاذ اقوال کی تردید فرمائی ہے۔ اس کو سمجھ کر لے صحیح حدیث کی تردید کے درپے ہو گئے۔ حضرت امام حسینؑ کے مقامِ محبتین کو مشکوک کر سیکے واسطے غیر ثابت شدہ حوالہ جات پیش کرنا اور ابن سعد کو صفاً غلطاب میں داخل کرنے کے واسطے ضعیف و شاذ اقوال کا سہارا لیکر صحیح ثابت شدہ حدیث کی تردید کے درپے ہونا ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے۔

اس لئے عبد عباسی صاحب کے حوالہ جات کا مختصر خاکہ ملاحظہ فرمائے

عبد عباسی صاحب نے کردارِ یزید کو بے اعتبار  
تاریخی حوالہ جات کی حقیقت ثابت کرنے کے واسطے تاریخی عبارات میں قلع  
 و برید کر کے امت مسلمہ کو جو غریب دینے کی کوشش کی ہے۔ "ملاحظہ فرمائیے۔  
 فضل یزید کے تحت تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

منجملہ ان کے شیخ عبدالمعیت بن زہیر الحرثیؒ تھے۔ جبکہ شلق سلامہ ابن کثیر  
 فرماتے ہیں۔ مکان من صلحاء الخنا بیلہ وکان میزاسر یعنی داہلی صالحین میں  
 سے مرجعِ سلام تھے۔ انہوں نے امیر یزید کے حسن سیرت اور اوصاف پر مستقل  
 تصنیف کی۔

ولہ مصنف فی فضل یزید من معاصمہ اور ان کی شیخ عبدالمعیتؒ کی  
 تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر اتنی فیض بالخرائب والعجائب البدایہ والنہایہ  
 ایک کتاب ہے جس میں بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں۔

خلافتِ معاویہ و یزید ص ۵۵، ۵۶

اب البدایہ والنہایہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اشیخ عبدالمعین بن زبیر بن عوف (رحمہ اللہ)

کان من صلحاء النخيلة وكان يتردد

والنخيلة في مقل مزيلا بن

معادمة التي فيه بالخرائب النخيلة

وقد مر عليه ابو الفرج بن الجوزي

ما جاد واصاب

البدایہ والنہایہ ص ۳۳ ج ۱۲

شیخ عبدالمعین بن زبیر بن عوف صلحاء و خالہ

میں سے تھے۔ لوگ ان کی زیارت کو آتے

تھے۔ اور ان کی دیشیخ عبدالمعین بن زبیر

بن معادیمہ کی خدیوں کے بارے میں ایک

تصنیف ہے جس میں انہوں نے عجیب و غریب

قسم کی باتیں کی ہیں۔ اس تصنیف کا رد

علامہ ابو الفرج بن الجوزی نے کیا ہے۔

پس انہوں نے اچھا اور صحیح رد کیا ہے۔

یہ مقلی اصل تحقیق جو علامہ ابن کثیر نے

البدایہ والنہایہ میں ذکر کی ہے۔

لیکن عباسی صاحب نے جو تصرف تبلیغ کے جوہر دکھائے ہیں۔ وہ ملاحظہ فرمائیے

اولاً فی ذلک بالخرائب والعمائب کا ترجمہ دیکھیے۔ فرماتے ہیں۔ کہ نسبت سے

عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں۔ جس سے لوگوں کے ذہن اس طرف منتقل کمنے

کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ مزید کے حالات ایسے عمدہ تھے۔ کہ ان کو سنکر تعجب و حیرت

ہو جاتی تھی۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ ایسے مواقع پر غرائب و عجائب کا استعمال

اچھے مستحق میں نہیں ہوتا۔ بلکہ غیر مستند جوہر کے معنی میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ

تصنیف ایسے غیر مستند واقعات پر مشتمل ہے۔ کہ جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے چنانچہ

اس مسئلہ کے معنی یہ ہوئے۔ کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالمعین

نے جو کتاب نے بیک فضیلت میں لکھی ہے۔ اس میں غیر مستند باتیں جن کا کوئی ثبوت

نہیں ہے۔ لکھی ہیں۔ اب فور فرمائیے۔ کہ علامہ ابن کثیر اس کتاب کی مدح کر رہے

ہیں۔ یا اس کا غیر معتبر ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ دوسرے فاضل مصنف نے اتنی ذیل  
بالخرائب والنجائب کے متفصل جو عبارت اسی کتاب کے متعلق تھی۔ اس کے دانستہ  
چھوڑ دیا۔ تاکہ علامہ ابن کثیر کی رائے سے لوگوں کو بے خبر رکھا جاسکے۔ اور اس  
عبارت میں شیخ عبدالمعین کی کتاب کے بارے میں خود علامہ ابن کثیر کی رائے  
ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ جو عبارت مکمل درج کی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔  
علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو الفرج ابن جوزی نے شیخ عبدالمعین کی اس  
کتاب کا جو انہوں نے یزید کی فضیلت میں لکھی ہے۔ نسبت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔  
جیسا کہ فاجاد اصحاب سے ظاہر ہے۔

اب غور کیجئے۔ کہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ اس سے یزید کی منقبت ظاہر  
ہوتی ہے۔ یا تنقیص۔ عباسی صاحب نے علامہ ابن کثیر کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر  
ان پر کیسا بہتان باندھا ہے۔ حافظ حدیث محدث ابن الجوزی اپنی کتاب جس کا  
نام ہے۔ المرء علی المتعصب الضیاع المانع عن ذم یزید میں فرماتے ہیں۔  
وقد اجانس العلماء والورعون لعنه اور پرہیزگار علمائے اسلام پر دینید پرہیز  
لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ جس کو علامہ ابن حجر  
نے صواعق محرقة میں نقل کیا ہے۔ سوال کیا مجھ سے کسی نے یزید بن معاویہ  
سائلین سائل عن یزید بن معاویہ عقیقت لہ یکفید ما بہ  
کے بارے میں کہا میں نے کافی ہے۔ اسکو جو اسکے ساتھ ہے۔ پس کہا اس  
نے کیا جائز ہے۔ لعنت پر اس پر یعنی  
یزید پر پس کہا۔ میں نے تحقیق پرہیزگار  
العلماء الورعون منهم احمد بن

**جلد ثانیہ ذکر فی حق یزید علیہ اللعنة** علماء نے اس پر (یزید پر) لعنت کو جائز

تھری عن ابن الجوزی عن القاضی قرار دیا ہے ان میں سے امام احمد بن حنبل ہی

ابن یعلیٰ القرائی نے ردی فی کتابہ اہتمل پہنچوں نے ذکر کیا یزید کے حق میں لعنت اس پر

فی الاصول باسنادہ الی صالح بن پر روایت کی ابن الجوزی نے قاضی ابویعلیٰ

احمد بن حنبل قال قلت لابیہ انقرے کہ انہوں نے روایت کی اپنی کتاب

قوماً ینسبوننا الیہ قولہ یزید فقال العتونی لاصول میں ساتھ اسناد کے صالح بن

یا بنی وھل یتولے یزید احادیث میں احمد بن حنبل کہہ عرض کیا میں نے اپنے

باللہ و لعلہ یلعن من لعنہ اللہ والد سے (یعنی احمد بن حنبل) سے کہ ایک قوم

فی کتابہ فقلت واین لعن اللہ یزید منہب کرتی ہے ہم کو جب یزید کی طرف

نہ کتابہ فقال قولہ تعالیٰ فرمایا انہوں نے اسے میرے بیٹے کی بدستی

ان تولیتہ ان تعسوا فی الارض رکھے گا یزید سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ خدا لا

و تعسوا ارحا مکما دلت الذین اور کہوں لعنت نہیں کرے گا اس شخص پر

لعنہم اللہ فاصمہم واسمیت جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی

القبارم فھل یرکون فساد اعظم ہو میں نے کہا کہاں لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ

من هذا اقول نے یزید پر اپنی کتاب میں پس فرمایا احمد بن

حنبل نے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

مما ینصرتہ

ترجمہ: اور ملک میں اور ظالم کی اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے

ہر گز دیا ان کو یہ اور انہوں کی ان کی انکس :-



پس کیا ہوگا بڑا ثناء اس قتل و فحارت سے :

اس سے واقع ترہ مراد ہے کہ یزیدی فوج نے کس طرح اہل مدینہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اس کی تفصیل کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے :

حضرت امام احمد بن حنبل ۲ کا نظریہ یزید کے بارے میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہ اس پر لعنت کے قائل ہیں اور شیخ عبدالمغیث اور علامہ ابن الجوزی دونوں حنبلی ہیں۔ اب ناظرین کرام اندازہ لگائیں کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل ۲ یزید پر لعنت کے قائل ہیں ان کے مقابلہ میں شیخ عبدالمغیث جو حضرت امام احمد بن حنبل ہی کے معتقد ہیں کے نظریہ کی کیا پوزیشن ہے ؟ خلاصہً اس وقت جبکہ حافظ حدیث محدث ابن الجوزی حنبلی جیسے حضرات نے اس کی تردید کی ہو ۔ !

یہاں سے محمود احمد صاحب عباسی کے اس حوالہ کی تفسیر بھی ہو گئی جو انہوں نے کتاب المواعظ سے نقل کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

قاضی ابی بکر بن عربی شاگرد حجتہ الاسلام امام غزالی اپنی کتاب المواعظ میں بیان کرتے ہیں : کہ امام احمد بن حنبل ۲ نے امیر یزید کا ذکر کتاب الاہد میں زیاد صحابہؓ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس ذمرہ میں کیا ہے جہاں زہد و درسا کے بارے میں زیاد امت کے اقوال نقل کئے ہیں آگے ان کی عبارت نقل کی ہے :

دوسرے امام احمد بن حنبل ۲ کی کتاب الاہد سے حوالہ پیش کرنا ہی صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں رد و بدل ہو چکا ہے ۔ جیسا کہ خود ہی تحریر کرتے ہیں :

امام احمد بن حنبل ۲ کی کتاب الاہد کا جو نسخہ طبع ہوا ہے وہ اصل نسخہ سے

حجم میں بہت کم ہے ۔ امام موصوف کی مسند بہت کبیرا الحجم ہے (خلافتِ عباسیہ ۲۳۶)



تو قاضی ابی بکر بن عمری کا استدلال ہو سکتا ہے کہ اسی نسخہ سے ہر حسین رد و بدل ہو چکا ہے وہ سرے جب ان کے نظریہ کی یزید کے بارے میں تصریح موجود ہے  
پھر غیہ مصرح عبارت سے ہرگز استدلال نہیں کیا جاسکتا !

## یزید کے ثقہ راوی ہونے کی حقیقت !

اولاً عباسی صاحب نے جو عبارت یزید کو ثقہ راوی ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے اسے ملاحظہ فرمائیے ! اس کے بعد اصل عبارت جس سے یزیدی دُور  
اقتدار کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے !

تہذیب التہذیب میں امام ابن جریر عسقلانی رحمہ نے امیر موصوف کا  
ذکر رواۃ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبد الملک بن عتبہ کو فی  
متوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احداثات  
یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے تھے ، مراسل ابی داؤد میں ان  
کی مرویات ہیں !

خلافت معاویہ و یزید ۴۵

تہذیب التہذیب کا یہ حوالہ نقل کر کے جناب محمد احمد صاحب عباسی نے یزید کو  
ثقہ راوی ثابت کرنے کی جرمی کی ہے اس میں لوگوں کو بہت زبردست دھوکا  
دیا ہے نیز میں تہذیب التہذیب کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں سے  
یہ ٹکڑا لیا گیا ہے !

یزید بن معاویہ بنے ابی سفیانہ بن حرب بن

امية بن عبد شمس ابو خالد ولا في خلافة عثمان و  
عهد اليه اليه بالخلافة فبويح منه ستين واني البيعة  
عبد الله بن الزبير ولا ذمكة والحسين بن علي و  
نمقت إلى الكوفة وارسل ابن عمه مسلم بن عقيل  
بن اب طالب ليبياع له بها فقتله عبيد الله بن زياد  
وارسل الجيوش إلى الحسين فقتل كما تقدم في ترجمته  
سنة احدى وستين ثم خرج اهل المدينة على يزيد  
وخلعوه في سنة ثلاث وستين فارسل اليهم مسلم بن  
عقبة المري وامر ان يسيم المدينة ثلاثة ايام وان  
يباليعهم على انهم خول وعبيد ليزيد -

فاذا فرغ منها نمقت إلى مكة لحرب ابن الزبير ففعل  
بها مسلم الا ان اعلى القبيصة وقتل بها خلقا من العمالة  
وابناءهم وخيار التابعين واخس القضية إلى  
الخاوية - ثم توجه إلى مكة فاخذ الله تعالى قبل  
وصوله واستخلف على الجيش حصين بن غياث الكوفي  
فحاصروا ابن الزبير ونصبوا على الكعبة المنجنيق  
فأدى ذلك إلى وهى اركانها ودم نياها ثم اقرت  
وفي اثناء انزالهم القبيصة نجاهم الحنابلة يزيدي  
بن معاوية ففرحوا وكفى الله المؤمنين القتال

وكان هلاکته في نصف ربيع الاول سنة اربع وستين  
 ولحقه رجل الاربعين واخباره مستوفات في تاريخ  
 دمشق لابن عساکر وکیت له روايته تعتمد وقال  
 یحیی بن عبد الملك بن ابی غنیه احد الثقات حدثنا  
 ذوال بن ابی عقریه ثقة قال كنت عند عمر بن  
 عبد العزيز فذكر رجل یزید بن معاوية فقال قال  
 امير المؤمنين یزید فقال عمر تقول امير المؤمنين  
 یزید و امریه وضرب عشرين سوطا ،  
 ذكرته للتمييز بينه وبين الخوفا ثم وجدت  
 له رواية في مراسيل ابي حنيفة وقد نبهت عليها في  
 الاستدراك على الاطراف

تهذيب التهذيب للحافظ بن حجر عسقلانی ص ۳۶۱ و ۳۶۲ جلد ۵

### ترجمہ :-

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان صحابی بن عرب بن امیہ بن  
 عبد الشمس یزید کی کنیت ابو خالد ہے ، حضرت عثمان رضی کی خلافت کے  
 زمانہ میں پیدا ہوئے اور حضرت معاویہ رضی نے انہیں خلافت کا ولی عہد بنایا  
 ششہ میں یزید کی بیعت کی گئی ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی کے  
 پناہ گزین ہوئے اور حضرت حسین رضی کو نہ کے لئے چل کرے ہوئے  
 اور اپنے چچے عباسی مسلم بن عقیل ابن ابی طالب کو پہلے ہی کو نہ

روانہ کر دیا تاکہ کونہ میں لوگوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت لیں  
ان کو عبید اللہ بن زیاد نے قتل کر دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف  
خوجین روانہ کیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سترہ ہجری میں شہید کر دئے گئے  
جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے :

پھر سترہ ہجری اہل مدینہ نے یزید پر خراج کیا اور اس کی بیعت کو  
نور دیا تو یزید نے مسلم بن عقبہ المری کی سرکردگی میں اہل مدینہ پر  
خوج کشی کرائی : اور حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو لٹکری  
لوگ ہر طرح مباح سمجھیں ، اور حکم دیا کہ اہل مدینہ یزید کے واسطے  
خادم اور غلام بننے کے لئے بیعت لیں : اور جب اس سے ناراض  
ہو جائیں تو بنی الا سیرہ سے جنگ کرنے کے لئے مکہ روانہ ہو  
چنانچہ حسب الحکم مسلم بن عقبہ المری نے مدینہ میں افسانہ قیام کئے  
اور صحابہ اور ان کی اولاد اور انبیاء سابقین کی ایک بڑی جماعت کو  
تہ تیغ کر ڈالا۔ اور اسی واقعہ کو انتہائی برائی تک پہنچایا (چنانچہ  
فقیہ وغارت گری، اور عصمت دہری وغیرہ سب کچھ مدینہ منورہ  
میں ہوا۔ تین روز تک مسجد نبوی میں غارت گری ہوئی :

قتبا سید بن مسیب مسجد نبوی میں دواوانہ بن کر پڑے رہے  
ان پیام میں مزار مبارک سے آذان اور تکبیر کی آواز آتی تھی  
اور اسی آواز پر وہ تنہا غارت گری کرتے تھے ، اور نہ مسجد نبوی  
میں کوئی آذان دینے والا تھا اور نہ کوئی دوسرا نماز پڑھنے والا۔

(مسند ہاروی) پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی الشترانی کی گرفت میں آکر ہلاک ہو گیا اور حصین بن نمیر سگونی کو قائم مقام بنایا گیا اس لشکر نے مکہ میں ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر پتھر برسائے کے لئے جھنجیق (بڑے قسم کے گوبے جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) نصب کر دی اور خوب پتھر برسائے جس کی وجہ سے بیت اللہ کے ستون اور عمارت کمزور ہو گئی پھر خانہ کعبہ جلادیا گیا۔ انہی کے قوتوں کے دوران اچانک یزید بن معاویہؓ کے ہلاک ہو جانے کی اطلاع پہنچی، خبر سننے ہی لشکر واپس ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اسے مکہ کے مومنین کو قتل سے بچالیا۔ یزید کی ہلاکت سننے پر میں ماہ و بیع الاذل کے نصف میں ہوئی وہ عمر کے چالیس سال بھی مکمل نہ کر سکا۔ ابن عساکر کی کتاب تالیف دمشق میں اس کے پورے واقعات مذکور ہیں: یزید کی کوئی روایت حدیث قابل اعتماد نہیں ہے۔ یحییٰ بن عبد اللہ بن ابی غنیمہ نے جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقیب نے بیان کیا جو ثقہ ہیں کہ میں امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہؓ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المومنین یزیدؓ نے یہ کہا۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ تو یزیدؓ کو امیر المومنین کہتا ہے اور اس شخص کیلئے میں کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کے بیس کوڑے مارے گئے (حافظ ابن حجر مستطانی رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس (یزید) کا ذکر یزید بن معاویہؓ الغنی سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے یہاں کیا ہے۔ وہ نہ یہ صحیح کتب



کے راویوں میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب میں ذکر کئے جانے کے قابل نہیں ہے  
مراسل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی مجھے ملی ہے اور میں نے  
اطراف پر استیساک میں اس مرسل روایت پر تنبیہ کی ہے !

اس عبارت کا مقابلہ اس عبارت سے کیجئے جو جناب محمد احمد صاحب عباسی نے  
پیش فرمائی ہے۔ وہی کتاب ہے وہی صفحہ ہے مگر دیکھیے کس طرح قطع و بید کر کے  
یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ دونوں عبارتوں کا مقابلہ کرنے  
کے بعد جناب عباسی صاحب کی حسب ذیل غلطیاں منظر عام پر آ جاتی ہیں !

## اغلاط عباسی !

الف۔ تہذیب التہذیب حافظ ابن جریر مقلانی رحمہ کی تصنیف ہے جس میں  
حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رجال (راویوں) کا تذکرہ فرمایا ہے  
جو صحاح ستہ کے راوی ہیں لیکن جہاں کہیں مدناہوں میں اشتباہ ہوتا ہے وہاں  
اشتباہ دُور کرنے کیلئے دوسرے آدمی کا ذکر بھی کر دیتے ہیں اگرچہ وہ صحاح  
ستہ کے راویوں میں سے نہ بھی ہو۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر اس  
لئے نہیں کہ یزید صحاح ستہ راویوں میں سے ہے بلکہ خود حافظ ابن جریر اس کی  
دفاعت فرماتے ہیں کہ یزید کا ذکر انہوں نے تہذیب التہذیب میں کیوں کیا ؟  
ذکر تہذیب التہذیب میں نہین النسخۃ یعنی میں نے یزید ابن معاویہ  
اموی کا ذکر اپنی کتاب میں یزید بن معاویہ غنی سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے کیا ہے  
غور فرمائیے کہ جناب محمد احمد صاحب عباسی نے حقیقت کو کس طرح چھپایا ؟

اور تہذیب المتہذیب میں بڑیہ کا نام آجانے کی وجہ سے اسے روایت احادیث میں شمار کر کے لوگوں کو فریب میں مبتلا کیا ہے یہاں لیاں نہیں ہے بلکہ دیدہ و دانستہ ایسا کیا گیا ہے :-

جے در جناب محمود احمد صاحب عباسی نے اسی حوالہ میں محدث یحییٰ بن عبد الملک بن عتبہ کو فی کا ایک قول نقل کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی نے یہ قول تہذیب المتہذیب میں نقل کیا ہے یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے !

یحییٰ بن عبد الملک ابن عتبہ الکوفی کا نام سرے سے تہذیب المتہذیب میں ہے ہی نہیں ۔ البتہ یحییٰ بن عبد الملک ابن ابی غنیہ الخزاعی ابو ذکریا الکوفی کا ذکر بے شک تہذیب المتہذیب میں ہے : علامہ کیا جاسکتا ہے کہ بے شک کتابت و طباعت کی غلطی ہو !

ج :- جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تہذیب المتہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر روایت احادیث میں کرتے ہوئے یحییٰ ابن عبد الملک ابن عتبہ الکوفی متوفی ۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر بڑیہ کو احادیث الثقات یعنی ثقہ راویوں حدیث میں شمار کرتے تھے یہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدث یحییٰ ابن عبد الملک ابن ابی غنیہ دونوں پر واضح افتراء ہے کہ انہوں نے بڑیہ کو ثقہ کہا ہے بلکہ جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس میں حافظ فرمائیے کوصاف معلوم ہو جائے گا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی ۷۴۰ھ نے یحییٰ بن عبد الملک ابن ابی غنیہ کی سند سے ایک راۃ نقل کرتے ہوئے خود یحییٰ بن عبد الملک کو احادیث الثقات و ثقہ راویوں میں سے ایک کہا ہے !

اور ان کے شیخ نوفل ابن ابی مغرب کو بھی ثقہ کہا ہے تاکہ سند کی صحت میں شبہ نہ رہے اور ان کی سند سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا تو انہوں نے اس کے پیش کو ٹسے لگوائے حالانکہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خاندانِ ہدایہ میں سے ہیں جن کا نسب نامہ یہ ہے

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس قرظی  
الاموی :- یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں ان کا نسب اور یزید کا نسب  
امیہ پر جا کر ملتا ہے۔ حافظ ابن جریر نے اعدا الشفا فیہ کی صفت بیان کی  
تھی، مگر عباسی صاحب نے اسے یزید کے ساتھ چسپاں کر دیا جسے اہل علم خود  
عبارت دیکھ سمجھ سکتے ہیں :

۷ :- جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ امرا سیل ابوداؤد میں ان کی  
(یزید) مرویات ہیں۔ مرویات جمع کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے  
کہ متعدد روایتیں ہیں یہ بھی دھوکہ ہے۔

امرا سیل ابوداؤد میں صرف ایک روایت یزید کی ہے جسے امام ابن حجر  
نے ذکر کیا ہے اسکو مرویات کے لفظ سے حیدر کرنا امام ابن حجر پر افرا ہے  
جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیے :

اس میں صاف ذکر ہے کہ امرا سیل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت  
یزید کی مجھے ملی ہے یہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ خود فرمائیے کہ  
عباسی صاحب نے کس طرح دھوکہ دینے کی سعی فرمائی ہے ؟

ناظرین کی توجہ ایک اور بات کی طرف منطوق کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ  
عباسی صاحب نے جس تہذیب التہذیب سے ابن جریر عقیلی اور ابی ابن عبد الملک ابن  
ابی غنیہ کا قتل نقل کیا ہے اسی تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر نے یزید کے دورے  
بیان میں ایک لفظ بھی یزید کی مدح تک نہیں کی بکہ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں  
جن سے اس کی تنقید ہی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اس کی موت کیلئے لفظ  
ہلاک استعمال کرنا، ساتھ ہی یہ ذکر کرنا کہ اس نے اپنے لشکر کے  
سردار کو مدینہ کی غارت گری کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر فوج کشی کرانی  
مدینہ منورہ کو تین دن تک ہر طرح مباح کر دیا جس کے دوران قتل و غارت گری  
اور عصمت درمی کے بے شمار واقعات پیش آئے، مکہ پر چڑھائی کا حکم دیا  
جس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کی بنیادیں کمزور ہو گئیں اور بھر خانہ کعبہ جلا دیا گیا۔  
انے امور کے علاوہ کوئی لفظ بھی یزید کی صفت میں ذکر نہیں کیا۔  
تہذیب کی عبارت کو اہل علم بھر غور سے پڑھیں۔ سیر حافظ دہی گئے  
یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے قابل ملاحظہ ہے !

یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان الاموی رومی عن  
امیہ و عنہ ابنہ خالد و عبد الملک بن مروان  
مقدوح فی عدالتہ۔ لیس باہل ان یروی عنہ و  
قال احمد بن حنبل لا ینبغی ان یروی عنہ  
سفیان الاستیعاب ۲۴۳ ۳۱۸ جلد ۳

تہذیب۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے

والد سے روایت کی ہے اور خود اس سے اس کے بیٹے خالد اور  
عبدالملک بن مروان کی روایت کی ہے اس کا عادل ہونا مجرد ہے  
یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت کی جائے۔ ! اور امام  
احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں !  
۴۔ عباسی صاحب یزید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے البایہ والنہایہ  
کی حسب ذیل عبارت پیش فرماتے ہیں :

وكان ابراهيم النخعي في حبش يزيدي بن معاوية  
والله ارحم و هو الذي ملئ عليه :

(اللبایہ والنہایہ ص ۵۷ جلد ۸)

ابوایوب النخعیؒ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے انہوں  
نے اسی یزید کو وصیت کی اور اسی (یزید) نے ان کے جنازے  
کی نماز پڑھائی !

(خلافت معاویہ و یزید ص ۲۷)  
ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں نے جو امیر یزید کے لشکر میں شامل تھے بشمول  
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز میں با مامت امیر یزید شرکت کی !  
خلافت معاویہ و یزید ص ۲۷

اللبایہ والنہایہ کی مذکورہ بالا عبارت ہی کے آخر میں حسب ذیل عبارت بھی ہے  
جسے عباسی صاحب بخیرہ و دانستہ ترک کر دیا تاکہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا  
ہو جائیں !

قال احمد حدثنا اسحق بن عيسى قال حدثني محمد بن



تیس تا منی عمر بن عبدالعزیز عن ابی حرمۃ عن ابی ایوب  
 الانصاری انہ قال حین حضرۃ الوفات قد گنت  
 کثرت عنکم شیئاً سمعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم سمعۃ یقول ان لہم تذبذبون لخلق اللہ قوماً  
 یتذبذبون - فیغفر لہم وعندی ان هذا الحدیث و  
 الذی قبلہ حکمۃ بن معاویۃ علی طرف من الارجاء و  
 ركب بسببہ افعلاً کثیراً انکوت علیہ کما مستذکرہ  
 فی ترجمتہ واللہ اعلم

البدایۃ والنہایۃ ص ۵۶ ج ۸

حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی سند سے حضرت ابو ایوب  
 انصاری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے (حضرت ابو ایوب)  
 اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میں تم ایک حدیث چھپائے ہوئے  
 تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، میں نے آپ  
 کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ گناہ واسے نہ جانتے تو  
 اللہ تعالیٰ ضرور ایک ایسی قوم پیدا کرتا جو گنہگار ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں  
 بخشا!

عائظہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس حدیث نے اور  
 اس سے قبل والی حدیث (ومن مات لا یشک باللہ شیئاً  
 جعلہ اللہ فی الجنۃ) (مسند امام احمد) نے ہی یزید بن معاویہ

کہ جری کر دیا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس نے (یزید نے) بہت سے  
افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا جیسا کہ متعرب ہم اس کے ترجمہ میں ذکر کریں گے  
اب بتائیے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ کی اس پوری عبارت سے یزید کی فضیلت  
ظاہر ہوتی ہے؟ یا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا۔

یزید نے جنازے کی جو نماز پڑھائی وہ بحیثیت امیر لشکر ہونے کے پڑھائی  
جو قائلین اسلامی ہے۔ اس صورت میں فاضل و مفضل کا سوال پیدا نہیں  
ہوتا۔ چنانچہ اس کے نظائر تاریخ اسلامی میں موجود ہیں۔ آن حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں اپنے غلام حضرت زیدؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا اور  
ان کی ماتحتی میں حضرت جعفر طیار جیسے بڑے بڑے صحابہ تھے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو لشکر کا سردار  
بنانے والا بھی کا حکم فرمایا تھا اور ان کی ماتحتی میں حضرت عمرؓ جیسے صحابہ موجود تھے  
۵۔ عباسی صاحب موصوف نے یزید کے محاسن ثابت کرنے کیلئے البدایہ و

النبایہ کی حسب ذیل عبارت بھی پیش فرمائی ہے !

وقد كان يزيدي في فضائل محمودة من الحكامة  
والعلم والفضاحة والشعر والشجاعة وحسن  
المراء في الملك وكان ذا جمال حسن المعاشرة

(البدایہ والنہایہ من ج ۲۳ ج ۸)

ترجمہ :- اور یزیدؓ کی ذات میں قابل ستائش صفات، علم و کرم  
وصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری کی تھیں،

منہج معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے۔ اور مباشرت  
 کی غرضی و عمدگی بھی ان میں تھی ! (خلافتِ مہادیو و یزید ص ۴۹)  
 اس عبارت کے آگے جب ذیل عبارت میں موجود ہے لیکن معلوم ہوتا ہے  
 کہ عباسی صاحب نے ریسرچ کا لپراحتی ادا کرنے کیلئے اسے چھوڑ دیا ہے !  
 و كان فيه ايضا اقبال على الشهوات وترك بعض القلوة  
 في بعض الاوقات و اما متتها في غالب الاوقات

(اللبایہ والنہایہ ص ۲۳ ج ۸)

اور نیز اس (یزید) میں شہواتِ نفسانیہ میں انہماک اور بعض اوقات  
 بعض نمازوں کا ترک کرنا پایا جاتا تھا، اور نمازوں کو بے وقت پڑھنا  
 تو اکثر اوقات رہتا تھا :-

غور کیجئے کہ عباسی صاحب نے عبارت میں قطع و برید کے کس طرح دھوکا  
 دیا ہے۔ البیایہ والنہایہ کی اس عبارت کے موجود ہوتے ہوئے ان اوصاف  
 سے جنہیں عباسی صاحب نے ذکر کیا ہے مثلاً علم، کرم، نصاحت، شرف گردی  
 شجاعت، بہادری وغیرہ سے یزید کے متقی، موہر ہیزگار اور ثقہ ہونے پر  
 ایسا روشنی پڑ سکتی ہے ! جس کے لئے عباسی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور  
 لگایا ہے اور نہ زور دشمن میں لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھرنکے کی کوشش  
 کی ہے :- اور ناچار یہ یہ پٹا جاتا ہے کہ حقیقت بد جو پردے پردے  
 ہوتے تھے انہیں اس ریسرچ نے ہال کر دیا !

۶۔ جناب عباسی صاحب نے عمر بن سعد کے بارے میں تہذیب التہذیب کی حسب ذیل عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ عمر بن سعد کا کردار ویسا ہی بے داغ ثابت ہوتا ہے جیسا ان جیسے ثقہ و بلند پایہ تابعی کے حالات سے توقع کی جاسکتی ہے۔  
(خلافت سادہ و یریزید<sup>۲۱۲</sup>)

عمر بن سعد ابن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی  
سکن الکوفۃ روی عن ابیہ و ابی سعید الخدری  
وعنه ابنہ ابراہیم و ابنہ ابو بکر بن حفص و  
ابو اسحق السبیعی و الحیراز بن حرث و یزید  
بن مریم و قتادہ و الزہری و یزید بن ابی حبیب و غیرہم  
و قال المعجمی کان یروی عن ابیہ ا حادیث و  
روی عنه الناس و ہر تابعی ثقہ

(تہذیب التہذیب جلد ۲۵)

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی ساکن کوفہ، انہوں نے اپنے والد سے اور ابو سعید خدری سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے فرزند ابراہیم اور ان کے پوتے ابو بکر بن حفص نے یزید ابو اسحق السبیعی سے اور الاعیزاز بن حرث و یزید بن ابی مریم و قتادہ و الزہری و یزید بن حبیب و غیرہ نے روایت کی ہے اور محدث المعجمی فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد نے اپنے والد سے احادیث

کہ روایت کی ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور وہ خود ثقہ تابعی تھے ، (خلافتِ مہادیہ دینید ۲۱۵، ۲۱۶)  
 لہٰذا یہ انتہائی ہی میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ عبارت ہے جسے عباسی صاحب نے نہایت ہی دیرہ دلیری سے نظر انداز فرما دیا :-  
 وهو الذی قتل الحسین  
 ترجمہ - یعنی یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت حسینؑ کو قتل کیا :-

ظاہر عبارت سے واضح ہے کہ یہ قول هو الذی قتل الحسین محدث السجلی کا ہے جس کو عباسی صاحب نے نظر انداز کر دیا ، اس سے آگے کی عبارت ہے ۔

وذكر ابن ابی خثیمہ بسند له ان ابن زیاد بعث عمر بن سعد علی جيش لقتال الحسین وبعث شمر بن ذریع الجوشن وقال له اذهب معه فان قتله والا فاقتلہ وانت علی الناس وقال ابن ابی خثیمہ عن ابن معین کیف یكون من قتل الحسین ثقة قال عمر بن علی سمعت یحییٰ بن سعید یقول ثنا اسمعیل ثنا الحسین بن عمر بن سعد فقال له موی رجل من بنی ضبیعة یا ایا سعید هذا قاتل .



الحسین فمکت فقال له عن قاتل الحسين  
 قعدنا فمکت وروی عن ابن خراش عن حمزة بن علی  
 نحو ذلك - وقال فقال له کجلی اما تحائف الله  
 تروی عن حمزة بن سعد فیکل فقال لا اعود

(تہذیب التہذیب طبع جدید)

ترجمہ :- ابن ابی خثیمہ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابن زیاد  
 نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے حضرت حسین رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھیجا اور شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ تم میری  
 ان کے ساتھ جاؤ اگر یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کریں تو نہیادہ  
 تم ان کو قتل کر دینا :- اور تم لوگوں پر امیر ہو گے اور ابن ابی  
 خثیمہ نے ابن سین سے روایت کی ہے کہ ابن سین نے فرمایا  
 کہ وہ شخص کیسے نقد ہو سکتا ہے جس نے حضرت حسین رضی  
 اللہ عنہ کو قتل کیا - عمرو بن علی نے کہا میں نے عیسیٰ بن سید کو کہنے سنا  
 کہ ہم سے اسمعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن  
 عمر بن سعد سے روایت کی اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ان سے  
 بنی فہیدہ قبیلے کے ایک شخص موسیٰ نے کہا اسے ابو سعید :-  
 تو قاتل حسین ہے پس وہ خاموش ہو گئے :-

پھر اس نے کہا ہم سے قاتل حسین رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہو  
 پھر وہ خاموش ہی رہے اور ابن خراش نے بھی عمرو بن علی

اس جیسی روایت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے  
کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے عمر بن سعد سے روایت بیان کرتے  
ہو، اس پر وہ رو پڑے اور فرمایا کہ اب میں دوبارہ ان سے  
عمر بن سعد سے روایت نہ کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن مسین بن سعید القلان ابن ابی خثیمہ اور  
قتیبہ بن ضبیحہ کے مولیٰ وغیرہ جو آئمہ رجال حدیث ہیں عمر بن سعد کو  
ثقہ نہیں سمجھتے تھے ان کے مقابلے میں تنہا الجلی کے قول کو نقل کر دینا  
ریس پرچ کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ یحییٰ بن مسین جیسے اناؤ الجرح  
والاعتدیل کے مقابلے میں محدث جلی کا قتل کوئی زیادہ وزن نہیں رکھتا۔  
عینار بن حریث یہی شخص ہیں جن کو تہذیب میں عمر بن سعد کے شاگردوں  
میں ذکر کیا ہے جس کی تصدیق خود عباسی صاحب نے کی ہے۔ ان ہی عینار  
سے تہذیب کے اسی صفحہ میں محدث مولیٰ کہہ رہے ہیں کہ قاتل حسین ام سے  
ہمارے سامنے روایت بیان کرتے ہو جس پر عینار بن حریث نے  
مذرت کی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا! اور یہی روایت بواسطہ شیبہ عن  
ابی اسحق عن العینار کی سند سے میزان الاعتدال ص ۲۵۸ جلد ۲ میں موجود ہے۔  
ناظرین کرام! ابتداء بحث میں تہذیب المتہذیب کی جو عبارت نقل کی ہے  
اسے غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ امت کو اپنے اقتدار کی خاطر تباہ  
کرنے والا اور اسلام کے مقدس و معظم ترین مقامات کی بے حرمتی کرنے والا  
انسان کس طرح مستحق اور پارسا ہو سکتا ہے؟

خلافتِ معاویہ و یزید کی ایک دوسری جدت بھی ملاحظہ فرمائیے !  
 خلیفہ نامہ نے امیر یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب  
 انہوں نے دیا علامہ مصوف کے الفاظ میں سنئے !

فَسَلِّهِ الْخَلِيفَةَ عَنْ يَزِيدٍ اَبْلَعْنِ اِمْرًا فَقَالَ  
 لَا اَسُوغُ لَعْنَهُ لَا فَعْلَ لَوْ فَتَحْتَ هَذَا الْبَابَ  
 لَا فُضِيَ النَّاسُ اِلَيَّ لَعْنِ خَلِيفَتِنَا فَقَالَ الْخَلِيفَةُ  
 وَلَمْ تَقَالَ لَانَهُ لِفَعْلٍ اَشْيَاءُ اَمَّا مَعْرُوفٌ كَثِيرَةٌ  
 مِنْهَا كَذَا وَكَذَا ثُمَّ شَرَعَ يَحْدِثُ عَلَيَّ الْخَلِيفَةَ  
 اَفْعَالَهُ الْقَبِيحَةَ مِمَّا يَقَعُ مِنْهُ مِنَ الْمُنْكَرِ

البدایہ والنہایہ ۳۲۸ ج ۱۲

خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث ۲ سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے  
 یا نہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں  
 اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ  
 خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں ؟  
 شیخ نے کہا کہ وہ بہت سی منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں  
 جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں انہوں نے خلیفہ کے برے  
 اعمال گناہوں کے شروع کئے نیز جو منکرات سرزد ہوئے تھے

(خلافتِ معاویہ و یزید ص ۵۶)

مذکورہ ترجمہ تو خلافتِ معاویہ و یزید کا مصنف نے کیا ہے جو غلط ہے

علامہ ابن کثیر کی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیے !  
 خلیفہ نے شیخ (عبدالمغیث) سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا  
 جائے یا نہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس پر (یزید)  
 لعن کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ اگر میں اجازت  
 دیدوں اور یہ لعنت کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے  
 خلیفہ پر لعنت کرنے لگیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں  
 شیخ نے کہا اس لئے کہ وہ خلیفہ بہت سے منکرات پر عمل  
 کرتا ہے مثلاً یہ اور یہ امور ، پھر شیخ نے خلیفہ کے سامنے  
 ان منکرات کو گنتا شروع کیا جو خلیفہ سے سرزد ہوئے تھے  
 ادبے دونوں ترجموں کا موازنہ کیجئے تو حسب ذیل باتیں ملیں گی۔

لا اسوغ لعنه کا ترجمہ عباسی صاحب نے یہ کیا ہے کہ لعن کرنا  
 ہرگز جائز نہیں ! حالانکہ ایک ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ ترجمہ  
 بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ لا اسوغ مثنیہ واحد متکلم ہے لیکن عباسی محدث  
 مصدر کا ترجمہ کرتے ہیں کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں اور اسوغ کا ترجمہ جواز  
 سے کرنا نامعلوم کہاں کی عربی دانی ہے ؟ اگر یہ ترجمہ صحیح مانا جائے تو بعد  
 کی تمام عبارت ہی غلط ہوگی۔ اس لئے کہ جب یزید پر لعن ناجائز ہوا تو  
 یقیناً یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ۔ کیونکہ کسی  
 کام کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کرنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں بلکہ یہ خاصہ  
 رب العزت کا ہے۔ اب جبکہ لعنت ناجائز ہوئی پھر شیخ عبدالمغیث کو

لمن کا دروازہ کھولنے کا اختیار کیسے ؟ اور یہ جواب و سوال پر کس طرح صحیح تسلیم کئے جا سکتے ہیں ! کیونکہ جس دروازہ کو کھولنے کا کسی کو اختیار نہیں اسے کھولنے اور نہ کھولنے کی بحث ہی غلط ہے !

پس اصل ترجمہ یہ ہے کہ میں اس پر لمن کرنے کی اجازت نہیں دینگا اور اس اجازت نہ دینے کی وجہ شیخ نے یہ بیان فرمائی کہ اگر میں یزید پر لعنت کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے خلیفہ (ناصر) پر لعنت کرنے لگیں گے اور اس سے بغاوت کا چشمہ پھوٹ پڑے گا مگر جب خلیفہ نے سوال کیا کہ وہ کیوں ؟ تو شیخ نے فرمایا اس لئے کہ خلیفہ فلاں منکرات پر عمل کرتا ہے اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ یزید جن منکرات پر عمل کرتا تھا خلیفہ، ناصر بھی اپنی منکرات پر عمل کرتا ہے اس لئے اگر ان منکرات کی وجہ سے جن پر یزید عمل کرتا تھا میں یزید پر لعنت کی اجازت دیدوں تو لوگ خلیفہ، ناصر پر بھی لعنت کرنے لگیں گے :

یہ امر غور طلب ہے کہ آیا اس سے تعریف نکلتی ہے یا اس کی تنقید

زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت نہ کرنی چاہیے ! مگر اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ یزید منکرات پر عمل نہیں کرتا تھا ! یا مستحق لعنت نہیں تھا ! اور بہت پا کباز تھا ۔ بلکہ اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ یقیناً منکرات پر عمل کرتا تھا !



یزید کھمیتاق حضرت ابن عباسؓ کی حقیقتِ حال ہے نقاشائی  
فاضل معنف نے یزید کی تعریف میں حضرت ابن عباسؓ کا فرمان پیش  
کر کے اس کی خلافتِ شرعیہ اور انقا، و پرہیزگاری ثابت کی ہے حالانکہ  
حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کے فرمان  
سے تو یزید کی نااہلی ثابت ہوتی ہے۔ اولاً عباسی صاحب کی عبارت  
ملاحظہ فرمائیے !

رجب سنہ ۴۰ میں جس وقت امیر المومنین مساویہ رضی کی  
وفات کی خبر کہ منقطعہ آئی حضرت حسین رضی کے چچا حضرت  
عبداللہ ابن عباسؓ وہاں موجود تھے مورخ بلاذری نے المدائنی  
کی سند سے حضرت عامر بن مسعود الحنفی صحابی کی یہ روایت نقل  
کی ہے کہ وفات کی خبر سن کر ہم لوگ حضرت ابن عباسؓ  
کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے  
تھے ،

فقلنا یا ابا العباس جاء البرید بنبوت معاویة  
فوجہم طویلاً ثم قال اللهم اوسع لمعاویة

اما والله مما كان مثل قبله ولا ياتى بجدۃ مثله  
وان ابنه يزيد لمن صالحى اهله فالزموا محاسنكم  
واعطوا طاعتكم وبيعتكم ۵

پھر ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوالعباس قاصد موت  
معاویہ رضی اللہ عنہ کی خبر لایا ہے (یہ سنکر) وہ دیر تک خاموش  
رہے۔ پھر دعائانگی کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت وسیع  
یکھو اور کہا کہ وہ اللہ! وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے  
حوران سے پہلے گزر گئے لیکن ان کے بعد مجھ کوئی ان کے مثل  
آنے والا نہیں! اور ان کا فرزند یزید اپنے خاندان کے  
نیکو کاروں میں ہے تم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنا  
اطاعت کرنا اور بیعت کرنا۔

(خلافت معاویہ ویزید ص ۴۱)

یزید کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو الفاظ استعمال  
فرمائے ہیں وہ ان ابنہ یزید لمن صالحى اهله کہ ان کا راکا  
یزید اپنے خاندان کے نیکو کاروں میں ہے :-

اب غور کیجئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یزید اپنے خاندان  
میں سے نیک ہے اس کا اپنے خاندان کے نیک کاروں میں شمار ہونے  
کی وجہ سے مطلقاً صالحیت کو مستلزم نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے  
لمن صالحى اهله فرما کر اس کے بدکردار ہونے کی طرف بلیغ اشارہ فرمایا!

جسے حقیقت شناس ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اگر دامنِ یزید تمام عیوب سے  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نظر میں بے شمار ہوتا تو پھر اس عیوب بیان بجائے اس  
کے یوں ہونا چاہیے تھا وان ابنہ لمن القالحینے اولہ من صالحی  
الافقوم لیکن یزید ان کی نظر میں صالح نہیں تھا اس لئے صالح اہلہ و ناکر  
اس کے بدکردار ہونے کا اشارہ کیا !

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان فالرموا بجا السکر کا مطلب یہ ہے  
کہ اپنی اپنی جگہ کو لازم پکڑو ! قابلِ غور امر یہ ہے کہ ان قسم کے الفاظِ مذکور  
اور کس موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں ؟ کیا ایسے موقع پر اس کا استعمال  
صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے ؟ جبکہ ایسے شخص کے ہاتھ میں زمامِ اقتدار آجائے  
جو حسبِ ذیل صفات سے متصف ہو !

علم و فضل ، تقویٰ و برہنہ نگاری ، پابندیِ مہم و صلوٰۃ ، محدود درجہِ کرم انفس  
حکیم الطبع ، سنجیدہ ، اور متین ، سیاسی امور ہی میں نہیں بلکہ طرزِ معاشرت میں  
بھی حضرت فادوقِ اعظم کی مثال سامنے رکھ کر محدود درجہِ سادہ زندگی ، سادہ  
لباس ، حکومت کے طمطراق ، اور تزکِ شاہی سے سخت متنفر ، اور اپنی  
صلاحیتوں اور خدماتِ عظیمہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا محبوب  
ہو جس شخص میں مذکورہ بالا اوصاف پائے جائیں اس کے رہبرِ اقتدار آنے  
پر تو لوگ دوسروں کو مبارک باد اور شکر آنے کے نفل اور اس کی عمر طواری کی  
دعائیں کی جاتی ہیں نہ یہ کہ لوگوں کو اپنی جگہ کو لازم پکڑنے کی ترغیب دی جائے  
ہر شخص جانتا ہے کہ ایسے موقع پر ان الفاظ کا استعمال کسی صورت میں

میں نہیں ہو سکتا۔ اگر یزید ان اوصاف سے متصف تھا جیسا کہ عباسی حکم  
نے تحریر کیا ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان

فالزموا اہل السکرم واعطوا طاعتکم و بیعتکم کسی صورت میں  
صحیح نہیں ہو سکتا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کی حالت اس کے برعکس تھی،  
حضرت ابن عباس کے اسی فرمان سے اس وقت کے حالات کی پوری حکایت  
ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید کے بارے میں  
صحابہ وغیرہ کا یہ جذبہ بات و احساسات اس کے ہاتھ میں تمام اقتدار  
آنے کے بالکل خلاف تھے، اور قوم میں بیزاری کے عام رجحانات پائے  
جاتے تھے اور قوم کے جذبات اقتدار یزید کے خلاف خود ج کی صورت  
اُبھرنے کا شدید خطرہ تھا جس سے مفادِ ملیہ کو نقصانِ عظیم پہنچنے کا  
اندیشہ تھا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مفادِ ملیہ کے پیش نظر اھون البلیتین  
کو اختیار کرتے ہوئے قوم کو فروع سے روکنے کی خاطر نازل ہوا اھل السکرم واعطوا  
طاعتکم و بیعتکم کی ضرورت پر زور دیا۔

ابے اندازہ لگائیے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان سے  
یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے یا منقصت ؟

~\*~

## یزید و علماء الناس !

عباسی صاحب نے یزید کی منقبت میں حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا جو قول نقل کیا ہے اسے بھی قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مناقب یزید کی حقیقت منکشف ہو جائے !

قال ابن عباس اذا ذهب بنو حرب ذہب  
علماء الناس !

ابن عباسؓ نے فرمایا بنو حرب (یزید کے پردا مالکان نام حرب) اگر دنیا سے اٹھ گئے تو علماء الناس (لوگوں کے عالم) اٹھ جائیں گے ! (خلافتِ معاویہ و یزید ۲۹۰)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کی اصل غرض کیا ہے ؟ اگر منقبتِ مقصود تھی تو بجز ذہب العلماء فرمانا کافی تھا ! لیکن علماء کو الناس کی طرف مضاف کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہاں علماء سے مراد وہ عالم ہیں جن کا علم محض لوگوں کی خواہشات تک محدود ہو۔ جن کو علماءِ سوء یا علماء دنیا کہا جاتا ہے ! علماء الناس یا علماءِ سوء وہ نول ہیں سے کسی ایک سے موسوم کرنا ایک ہی بات ہے دوسرے علماء الناس سے مراد یہاں عالمِ دین نہیں بلکہ عالمِ دنیا



مراد ہیں جیسا کہ عباسی صاحب خود یزید کے لڑکوں کے متعلق تحریر کرتے ہیں  
 اپنی لگاؤنا مسلمانوں کا پہلا گھرانہ ہے جہاں مختلف علوم کا جو  
 اس زمانہ میں مدون ہو چکے تھے کتب خانہ قائم ہوا، امیر  
 یزید کے فرزندوں میں سے کیسے کیسے فاضل اور صالح عالم تھے  
 خاص کہ علامہ خالد بن یزید جو مسلمانوں میں علم کی سرسبز  
 کے موجد ہیں ! (خلافتِ مہدیہ و یزید علیہ السلام)

چنانچہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے علماءِ اناس فرما کر  
 یزید کے محض دنیا دار ہونے کی طرف بلیغ اشارہ کیا ہے ! اس سے  
 علماءِ دین مراد لینا ہرگز صحیح نہیں ! کیونکہ علی اہل حق کی ایک جماعت کا  
 قیامت تک موجود رہنا حدیث سے ثابت ہے ان کے ختم ہونے کا  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیوں کر حکم لگا سکتے ہیں !

دنیادی علوم کہ جن سے محض خواہشات نفسانی کی تکمیل پیش نظر  
 ہوتی ہے (کے موجد اگر مراد ہوں تو یہ نہیں) - !  
 اس سے اندازہ لگائیے کہ یزید کی منقبت ثابت ہوئی یا منقبت؟

الجواب ہے پاؤں یا رکازِ لب و لہجہ  
 لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا !



## حضرت محمد بن الحنفیہؒ

خلافتِ ہادیہ و یزید کے مصنف نے یزید کے تقویٰ و پرہیزگاری کے اثبات میں حضرت محمد بن الحنفیہ کا ارشاد البایہ والنہایہ سے جو پیش کیا ہے وہ یہ ہے :

اسی طرح حضرت علیؓ کے صاحب زادے حضرت محمد بن الحنفیہ نے جو اپنے علم و فضل میں شانِ امتیاز رکھتے تھے امیر یزید کے پاس مقیم رہے تھے ان کے حالات سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے :- انہوں نے بھی امیر یزید کی نیکو کاری صوم و صلوة کی پابندی اور سنت نبویؐ کی پیروی کرنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا :-

وقد حضرتہ (یزید) واقمت عنده فرأیتہ مواظبا  
على الصلوة متعمدا للخیر لیسل عن الفقه  
ملازمًا للسنة (البایہ والنہایہ ص ۲۳ ج ۸)

میں ان کے (یزید کے) پاس گیا ہوں ان کے پاس مقیم رہا ہوں  
ان کو نماز کی پابندی کرنے والا ، نیک کاموں میں سرگرم ،

مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا، اور سنت نبوی کی پیروی  
کرنے والا پایا۔ ! (خلافتِ مہدیہ و یزیدیت ص ۴۳)

حضرت محمد بن الحنفیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید کو ایسا کرتے  
ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے کلام میں یہ کہیں نہیں کہ یزید ناسحق فاجر نہیں !  
یادہ مستحق و پرہیزگار ہے بلکہ وہ اپنے قیام کے دوران جو کچھ انہوں نے  
یزید کو کرتے ہوئے دیکھا اس کا بیان فرما کر محض امت مسلمہ کو خود راج  
سے روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ کہ یزید حقیقت میں کیسا ہے اس کا یہاں  
کوئی ذکر نہیں !

اور جو مکالمہ حضرت محمد بن الحنفیہ کا اہل مدینہ کے وفد سے یزید پر  
خروج کے بارے میں عباسی صاحب نے نقل کیا ہے اس میں بھی ارکان  
وفد سے جو سوالات یزید کے بارے میں دہ بھی قریباً ایسے ہی ہیں  
کہ کیا تم نے اس کو برا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے ؟  
غرضیکہ اس کی برائی دیکھنے کی نفی یا اس کی نماز وغیرہ دیکھنے کا  
اثبات فرما کر محض امت مسلمہ کو خود راج سے روکنا مقصود ہے نہ یہ  
کہ یزید مستحق و پارسا ہے !

اور صرف صوم و صلوٰۃ کی پابندی کسی کے منتفی اور پرہیزگار ہونے  
کے لئے کافی نہیں جب تک کہ وہ ظاہراً باطناً تمام احکام الہی کا مطیع  
و فرماں بردار نہ ہو بلکہ بعض نازیروں کی نماز ہی ان پر سنت کا سبب  
بن جاتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے !

رب تال القرآن والعزائم یلعنه، رب مصل  
والصلوة یلعنه رب صائم والصیام یلعنه،  
اور بہت سے قرآن پڑھنے والے قرآن کو پڑھتے ہیں  
اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے اور بہت سے نماز پڑھنے  
والے نماز کو پڑھتے ہیں درال حالیکہ نماز ان پر لعنت  
کرتی ہے اور بہت سے روزہ رکھنے والے روزہ رکھتے ہیں  
درآن حالیکہ روزے ان پر لعنت کرتے ہیں !

یعنی جو لوگ محض صوم و صلوٰۃ کی ظاہری پابندی سے علوم الناس  
کو اپنے جعلی اتقار و پارسائی سے مرعوب کر کے اپنے جرائم کو تقدس کے  
لباس میں چھپانا چاہتے ہیں نیکی کے نام بھی ان پر لعنت کرتے ہیں ! تو پھر  
یزید کا متقی و پرہیزگار ہونا کیسے اور کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے ؟  
اگر حضرت محمد بن الحنفیہ کے سامنے یزید صوم و صلوٰۃ کی پابندی کا دلیما فرما کر  
متقی و پارسا ہو سکتا ہے ؟ جیسا کہ عباسی صاحب ثابت فرما رہے ہیں  
تو پھر ہر نمازی اور ہر روزہ دار کو متقی و پرہیزگار تسلیم کرنا لازمی اور  
مذہبی ہو گا ! جو کہ عقل و نقل و فہم اعتبار سے غلط ہے !

اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہر نمازی اور ہر روزہ دار غیر متقی  
یعنی ناسق و فاجر ہی ہوتا ہے یا یہ کہ پابندی صوم و صلوٰۃ کو اتقار و  
پارسائی کے شرائط میں سے شمار نہیں کیا جاتا  
بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتقار و پارسائی کے اثبات کے لئے محض

پابندی صوم و صلوٰۃ کافی نہیں۔ ہاں مستقی و پرہیزگار ہونے کے شرائط میں سے یہ بھی چند شرطیں ہیں اور جیسے مستقی و پرہیزگار ہونے کے واسطے پابندی صوم و صلوٰۃ ضروری ہے اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہر و باطناً تمام احکام الہی کی بجا آوری بھی ضروری ہے۔

اگر پابندی صوم و صلوٰۃ ہے لیکن دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں تعمیل احکام الہی موجود نہیں تو ایسی نماز روزہ انسان پر نعمت کا سبب بن جاتے ہیں اور یہاں حضرت محمد بن الحنفیہ بھی یزید کے بارے میں یہی فرما رہے ہیں کہ میں نے اس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا جس سے ان کی غرض محض امت کو خرد و ج سے روکنا ہے!

### رشتہ داریوں سے استدلال کی حقیقت!

عباس صاحب نے فاطمی دامادی خاندان کے درمیان سلسلہ مناکحت ثابت کرنے کی بہت کوشش فرمائی ہے اور اس سلسلہ میں کافی اوراق سیاہ کر کے یہ نتیجہ نکالنے کی سعی کی ہے کہ اگر واقعہ و کر بلا کے مظالم اور یزید یا اس جیسے دیگر اموی خلفاء کے فسق و فجور کی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہو سکتی تھیں گوہر رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ یزید کا دامن عصمت تمام آلودگیوں سے مصفیٰ و مستقی ہے اور کر بلا کے مظالم کی تمام داستانیں غلط اور بے بنیاد ہیں! نہ ہی پانی بند ہوا اور نہ کوئی مستقل لڑائی ہوئی اور نہ ہی کسی کی



بے حرمتی ہوں :

جیسا صاحب کا یہ استدلال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جو عباسی صاحب کی کم فہمی کو عیاں کرتا ہے : اس لئے کہ خاندان نبوت کو عصیت کی سب سے زیادہ قیمت کی سطح پر لاکر کوئی نتیجہ اخذ کرنا غیرتِ تلبیہ کو چیلنج دینے کے مترادف ہے ؛ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک کسی کی اچھائی یا برائی پر کھنے کا معیار صرف اس کے اپنے اعمال ہی کو قرار دیا جاتا تھا : خاندانی عصیت کی سب سے زیادہ قیمت کے معیار پر پرکھنے کو ان کے ہاں نہایت ہی قبیح شمار کیا جاتا تھا : ان کے ان بلند ترین عزائم کے پیش نظر جب ابتداء ہی سے ان کے ازدواجی تعلقات بلا امتیاز قائم تھے تو اب یزید کے جور و ظلم ، خفق و غم جوڑ کی وجہ سے ان رشتہ داریوں پر کیسے اثر پڑ سکتا تھا ۔ اور نہ ہی ان تعلقات کے قائم رہنے سے یزید کی پارسائی ثابت کیا جاسکتی ہے !

کیونکہ ظلم کا کارہی قابلِ ملامت ہوتا ہے نہ کہ اس کا خاندان اور رشتہ دار ۔ کہ سے یزید اور مرزا بھگتے تمام خاندان ؟ یہ کونسی رپڑ ہے ؟ عیش و عشرت کی پیچیدہ میدانوں میں کھیلتا رہے یزید لیکن ازدواجی تعلقات دوسروں کے منقطع ہوں ، یہ کیسا انصاف ہے ؟ جب یزید کا بدکردار ہونا پورے خاندان کے بدکردار ہونے کو مستلزم نہیں ہے تو پھر ازدواجی تعلقات کے انقطاع کا کیا حجاز ؟ اور ازدواجی تعلقات کے برقرار رہنے سے مظالم کو بلا کی نفی اور یزید

کی پارسائی کا اثبات کیسے صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟

اگر ہم خاندانی نظریہ جو عباسی صاحب نے پیش کیا ہے تسلیم ہی کر لیں پھر عباسی صاحب کی ریسرچ کہ آپ کا اقدام خود ج خاندانی وراثت پر قبضہ جانے کی خاطر تھا خود بخود ہیباؤ منشور ہو جائے گی ! اس لئے کہ جب امام حسین رضہ اور آپ کے ساتھی محض خاندانی وراثت کے حصول کی خاطر بنی امیہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بجائے عزت کے سائل پر اپنے آپ کو بنی امیہ کے ظالم ہاتھوں سے ذبح کرا چکے ہوں پھر ایسے غیور خاندان سے یہ کیسے توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ حسنی و حسینی لڑکیاں بنی امیہ سے بیاہ کر سلسلہ مناکحت قائم رکھیں ۔ کیونکہ جب خاندانی وراثت کا سوال اٹھایا جائے گا تو پھر اس سے پورے خاندانی کا متاثر ہونا ضروری ہوگا ۔

رشتہ داریوں کی تفسیل تو ناممکن ہے البتہ یہی کہنا پڑے گا کہ کہ آپ کا اقدام خود ج جو دینی نقطہ نظر سے جہادِ عظیم ہے کو وراثت خاندانی پر محمول کرنا محض عباسی صاحب کی اختراع ہے ! جو ثابت خاندانی کی پوری پوری عکاسی کرتی ہے ! لیکن آپ کے اقدام خود ج کو احب لفظ : والسبغ اللہ کے پیش نظر جہاد پر محمول کرنے کی صورت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی ! اس لئے کہ اس صورت میں خاندانی سوال پیدا کرنا ہی غلط ہوگا اس سے تو وہی شخص متاثر ہوگا جو خود بہ کردار ہو ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رشتہ داریوں کا ہونا اس

امر کا ثبوت ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام خروج محض شرعی نقطہ نظر سے یزید کی بدکرداری اور نااہلیت کی بنا پر جہادِ غلیم تھا !  
 یزید کی بدکرداریوں اور ظلم و ستم کو رشتہ داریوں کے نیچے چھپانے کی کوشش نہ محمود کو کسی صورت میں صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا !  
 اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا خاندانی اختلاف ہوتا تو اس صورت میں رشتہ داریوں سے استدلال کسی حد تک صحیح تسلیم کیا جاسکتا تھا !  
 لیکن محض شرعی و دینی اختلاف کو خاندانی اختلاف پر محمول کر کے رشتہ داریوں کا سوال اٹھانا محض توہم کو دھوکہ اور فریب دینا ہے  
 رشتہ داریوں کا ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کے ہاں خاندانی تعصب کا شائبہ تک بھی نہیں تھا !

اور دوسرے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اس سے راضی ہونا بھی خاندانی سوال کی تنبیہ کے لئے کافی ہے !




---

لے یہاں دینی اختلاف سے ظہورِ واقعہ دینی اختلاف مراد نہیں بلکہ اختلافِ علمی مراد ہے کہ یزید بد عمل و بد کردار تھا !

## واقعہ کر بلا اور یزید !

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں کہ اس میں یزید  
قصور وار تھا یا نہیں ؟

اس مسئلہ میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ امام پاکستان  
مولانا سید احمد شاہ بخاری کی ریسرچ پیش کرتے ہیں جو ایک سوال  
کے جواب میں پیش کی گئی ہے !

سوال ۵۰۔ واقعہ کر بلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ تھا ہے ؟  
اور وہ اس وقت کر بلا سے کتنا دور تھا ؟

کیا وہ قابی دشنام ہے ؟ کیا یہ سچ ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا  
جواب ہے :-

واقعہ کر بلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عاید ہوتی ہے  
وہ اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کر بلا سے بہت دور تھا  
مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ کوئی کام اس کی رائے  
کے بغیر نہیں ہو رہا تھا :-

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا

کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی ذیل نہیں ہو سکتا !  
 ہم اس موقع پر اہل سنت کی مشہور و معروف درسی کتاب شرح  
 عقاید نسفیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے  
 ہر ایک جزو کا کافی جواب ہوگی : دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ دیوبند

والحق ان رضا یزید لقتل الحسین و  
 استبشاره بذالك و اهانته اهل البيت  
 النبی علیہ السلام صاوتا و ترصنا  
 وان كان تفاصيله احاداً فحق لا نوقف  
 فی شأنه بل فی ایمانه لعنة الله علیه و  
 علی النصاراء و اعوانه !

شرح عقائد

اور حق بات یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید  
 کا راضی ہونا اور پھر اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبیؐ  
 کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے  
 اخبار احاد ہیں۔ مگر حقیقت کی روش سے متواتر ہیں۔

پس ہیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ  
 نہیں ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو  
 یزید پر اور اس کی اہل و عیال کے لئے والوں پر جاے  
 امداد مشورہ سے کریں اور چاہے اسلمہ سے !



نوٹ ۱۔ شرح عقاید کی مذکورہ بالا عبارت میں غور  
 کرو! اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات کی نہیں  
 بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور علم عقاید  
 کی کتابوں میں سے صرف اسی شرح عقاید کو نصاب  
 تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے۔  
 اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصاب تعلیم سے  
 خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا :

(رسالہ دفع الوسواس بشرح حدیث الطرطوسی ص ۲)

اس کے بعد حضرت مولانا محمد تقی قاسمی نانوتوی رحمہ  
 بانی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق اینٹ در بارہ تا مزدگی یزید حضرت  
 امیر معاویہ کا نقطہ نظر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا  
 جو یزید کے خلاف خروج کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اور حضرت امام حسین  
 کے نظریات کی اختلافی وجوہات پر محققانہ بحث۔ و حضرت  
 امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کا شرعی جواز اور خلافت یزید کی شرعی پولیش

حَجَّةُ الْاِسْلَامِ حضرت مولانا ابوالکلام  
 دیوبند کی

## تحقیق، اَبَق

تا وقتیکہ امیر سادیہ رضی اللہ عنہا پلید را ولی عہد خود کردند  
 ناسق ملن نہ بود۔ اگر چیز سے کہہ باشد در  
 پردہ کردہ باشد، کہ حضرت امیر سادیہ رضی اللہ عنہا  
 اذان خبر نہ بود،

علامہ بریں حسن تدبیر در جہاد آنچہ کہ از مشہور  
 است در بیت ام ملحاں رضی اللہ عنہا کہ حضرت  
 رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین  
 یک بار و دوبار خفتند و بیدار شدند، ہر بار  
 خندیدند و در وجہ خندہ فرمودند کہ جماعتی از  
 امتیان خود را دیدہ ام کہ در دریا جہاڑ می کنند و

در شان او شان فرموده اند ملوک علی الاسرة  
 او مثل الملوک علی الاسرة مصداق خواب بر ثانی ہیں  
 یزید و ہمارا ہیانش بر آمدند - چنانچہ بر تاریخ  
 داناں و حدیث خواناں پوشیدہ نیت غایتہ  
ما فی الباب بسبب خرابیہا پنهانی کہ داشت  
 ہجرت منا فقال کہ در بیت الرضوان شریک  
 بودند بوجہ اتفاق رضوان اللہ نصیب او شان  
 نشد یزید ہم از فضائل این بشارت محروم ماند و  
 این طرف مذہب حضرت امیر مادیہ رضی اللہ عنہ در  
 بارہ خلافت آں بود کہ ہر کس سلیقہ انتظام مملکت  
 نماید از دیگران باشد گد افضل از باشد افضل است  
 از دیگران نظر بریں اورا افضل از دیگران دانستند  
 و اگر افضل نہانستند پس پیش ازین نیت کہ ترک  
 افضل کردند بہ

چنانچہ در مقدمات سابقہ واضح شدہ کہ استخلاف  
 افضل است نہ واجب - لیکن این قدر گناہ نتوان  
 گفت کہ بسبب دہشتم امیر مادیہ رضی اللہ عنہ پیش آیم  
 و این طرف امیر مادیہ رضی اللہ عنہ را از اجلہ  
 صحابہ ثنی شماریم کہ بہ نسبت ترک افضل و ادوی

هم دریں چنین امور صذرت نمایم - ہاں پس از انتقال  
 او نشان یزید پائے خود از شکم بر آورده دل بکام و  
 دست بجام سپرد و اعلان نمود ترک صلوة داد بحکم بعض  
 مقامات سابقہ قابل عزل گردید و این قسم تحمل  
 احوال گفتہ آمدہ ام کہ ممکن است محال نیست  
 مگر دریں وقت رائے اہل الرائے و تدبیر مختلف  
 افتاد کہے را کہ اندیشہ فتنہ و فساد غالب اقتاد  
 ناپار دست بہ پیچندش بکشاد و اخرا از عن المحصیۃ  
 شرط اتباع معروف در میان نہاد و آن را کہ بوعده  
 یک جماعت کشید مثلاً امید غلبہ و رجاء شوکت  
 منتظر آمدہ حسبہ اللہ برخواست و تہیہ کار از ساخت  
 پس ہرچہ حضرت عبدالعزیز بن محمد رضی اللہ عنہ و امثال  
 او شان کردند بجا کردند و آنچه حضرت سید الشہداء  
 نمودند عین حق و صواب نمودند بنا بر این اختلاف  
 بر اختلاف امید است نہ بر اختلاف در جواز اصل  
 فعل و عدم جواز آن مگر انجام کار بوجہ نقص عبد کو فیان  
 تدبیر حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ بر نشانہ  
 و نشست و روز عاشورا قیامت قبل از قیامت  
 در میدان کہ بلا برخاست انا للہ وانا الیہ راجعون

بر همین کار نه فقط حضرت سید الشهدا و رضی الله عنه را  
پیش آمد در جهان این چنین اکثر پیش می آید واقعه احد  
و چنین شنیده باشی پس چنان که شهیدان احد و  
چنین بزرگواران و شهادت رسیده اند از آن بر همین کار  
خیلی در متاع او شان را نیافت همچنین شهیدان  
که بکار باید شناخت !

و این دقتی است که بجز استخلاف امیر معاویه  
یا بیعت مردم یا تسلط او خلافتش را امام و شای  
شمارند - و اگر باین قدر که بود قورع آمد فقط بالنقد  
مطلق خلافت او قابل شمولیم و عموم و شمول خلافتش  
را تسلیم نکنیم و گوئیم که حضرت امام حسین رضی الله عنه  
و اتباع او شان از ربه طاعت او هنوز خارج  
بودند حالت طریح نیست ، و او شان را در خروج  
بر محذورے نے و این فرق اتفاق و مطلق عموم  
النقد بهر چند امروز کم قهال نه نهید مگر به تبحر  
مما لات سابقین و اینجاست که بیعت هر کس را  
از اهل حل و عقد فقط موجب طاعت در حق او  
در حق قدم او می شمردند و نه حاجت بیعت حفرة  
علی که م الله وجهه و احکام بدان بردست حضرت



ابو بکر رضی الله عنه چه بود همچنین یزید بد سبیت  
 اهل شام و دیگر اهل عمل و عقد و خواست گمار سبیت  
 از حضرت حسین و عبدالرحمن ابن ابی بکر و دیگر عنوان  
 علیهم السلام

چون این قدر دانسته شد دیگر معلوم باد که  
 مدار کار بر نیت است بشهادت انما الاعمال بالنیات  
 و حسن نیت حضرت حسین رضی الله عنه قابل آن نیت  
 که در آن تردد کرده آید اندر این صورت در  
 شهادت حضرت امام همام رضی الله عنه چه تردد  
 نه یزید در حق او شان خلیفه بود نه خروج بر و ممنوع  
 و اگر خلیفه بود تا هم خروج ممنوع نه بود و اگر خروج  
 ممنوع بود عزل ممنوع نه بود و با جملة وجود همانست  
 مفقود و موجبات جهاد موجود در حسن نیت کلام  
 نیت باز اگر او شان شمشیر نه شوند دیگر کدام  
 ندای بود و ازین هم در گذشتیم اگر موجبات جهاد  
 نه بودند او شان نیز از قصد جهاد باز آمده نمی خواستند  
 که براه خود روند لشکر یال یزید پلید نگذاشتند  
 و محاصره کرده ظلماً شهید ساختند من قتل دمان عرصه  
 و ماله فیه شهید

باقی ماند او شان مخالفت اجماع کردند جوابش این است  
 که اول اجماع مسلم نیست اگر باشد عدم مخالفت باشد  
 با اینهمه اجماع بر عدم جواز خروج بر فساد است  
 و معنی آن هر چه هست عرض کرده شد از اجماع  
 بر عدم جواز خروج بر نفس فسق لازم نمی آید که خصوصاً  
 زائده مراتب این کلی مشکک نیز موجب خروج نتوان  
 شد با این همه اجماع غیر مسلم و فتنه کج حضرت حسین  
 رضوان الله علیهما و عبد الله ابن الزبیر و اهل مدینه  
 کار می کرده باشد مخالف آن را مجمع علیه چگونه  
 توان گفت و اگر بالفرض اجماع را تسلیم کنیم آن  
 اجماع منعقد گردیده بعد حضرت امام حسین رضی الله عنه  
 منعقد گردید مخالفت این اجماع حضرت امام رضی الله عنه  
 را چه مضر غایتی مافی الباب امام همام رضی الله عنه  
 و زمان خود در یک مسئله مختلف فیه خطا کردند و  
 لا بخدور فیه چنانچه عرض کرده باشد اکنون وقت  
 آن است که عبارت نمودی رحمة الله تعالی درین باره  
 نقل کرده شود تا تفصیل اجمال و تصدیق این مقال  
 بدست آید

اجمع اهل السنة ان لا یعزل السلطان

**بالفلق** واما الوحيد المذكور في كتب الفقه  
**لغيره** اصحابنا انه يغزل وحكي المعتزلة  
 الاول فغلط من قائده فخالف الاجماع قال العلماء  
 وسبب عدم الغزاه وتحرير الخروج عليه ما  
 يترتب على ذلك من افتنين وارانة الزماء  
 وفساد ذات البين فتكون المفسدة في  
 عزاه اكثر منها في لقائه قال القاضى عياض  
 رحمه الله اجمع العلماء على ان الامامة لا تنقل  
 لكافر وعلى انه لو طرأ عليه الكفر الغزل قال  
 وكنا لو تركنا المصلحة والدعا اليها قال كذلك عند  
 جمهورهم البدعة قال بعض البصريين تنقلد  
 له وتستدام له لانه متاويل قال القا منى فلو  
 طرأ عليه كفر وتغيير للشرع او بدعته خرج عن  
 حكم الولاية وسقطت طاعته ووجب على  
 المسلمين القيام عليه وخلعه ونصبه امام عادل  
 ان امكنهم ذلك فان لم يقع ذلك الاطاعتته  
 ووجبت عليهم القيام بخلع الكافر ولا يجب  
 في المبتدع الا انراظنوا القدرة عليه فان تحققوا  
 الهزم لم يجب القيام وليها جرم المسلم من ارضه الى

غيرها ويفردينه قال ولا يغفل فاسق ابتداء  
 فلو طرأ على الخليفة فسق قال بعضهم يجب خلعه  
 الا ان يترتب عليه فتنه وحرب قال جماهير  
 اهل السنة من الفقهاء والمحدثين والمتكلمين  
 لا ينحزل بالفسق والظلم وتعطيل الحقوق ولا  
 يخلع ولا يجوز الخروج عليه بذلك بل يجب وعظه  
 وتخويله للاحاديث الواردة في ذلك قال القاضى  
 وقد ادعى ابو بكر بن مجاهد في هذا الاجماع وقدروا  
 عليه بعضهم هذا القيام الحسينى وابن الزبير  
 واهل المدينة على بنى امية وقيام جماعة  
 عظيمة من التابعين والصدر الاول على  
 الحجاج مع ابن الاشعث وتاول هذا القائل  
 ان لا تنازع الامراء له في ائمة العدل وحجة  
 الجمهور ان قيامهم على الحجاج ليس بمجروح  
 الفسق بل غير مرد ... الشرع وظاهر من  
 النكر قال القاضى وتدل ان هذا الخلاف  
 كان او لا ثم حصل الاجماع على منع الخروج  
 عليهم والله اعلم انتهى بلفظه  
 ليس از مطالعة اين عبارت تصديق اکثر معتقدات

حاصل می شود با بحکم بر اصول اهل سنت حال یزید  
نسبت سابق متبدل شود نزد بعض کافر شد و نزد  
بعض کفر او مستحق نه گشت اسلام سابق مخلو  
بعین لایق شد اگر حضرت امام کافرش پیدا شدند  
در خروج بر وجه خطا کردند امام احمد رحمه الله علیه را همین  
خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکه ممکن است که کفر  
نزدیکه مستحق شود و نزد دیگران نشود همچنین خروج بر  
در حق این و آن مختلف خواهد بود اتفاق در تکفیر و  
تفسیق و تعدیل و تخریج کسی از ضروریات دینی یا  
از بدیهیات

عقلی نیست که حاجت مندرت افتد و در صورت  
فسق آنچه پیش کرده ام یا خواهد بود تا هم یا هیچ  
صورتی بر اصول اهل سنت نیست چه یزید اندیل  
صورت یا فاسق ملن بود تارک الصلوة و غیره  
یا مبتدع بود چه از بد سائے نه اصاب است  
باینهمه خلافتش غیر مسلم نظر بر وی وجوه بیا به مغفرت  
سابقه در خروج بر وجه قباحته نه بای همه  
خروج برای چنین کسان تا حال نزد همه جائز و اگر نزد



ہر جائز غیبت نزد بعض جائز چنانچہ از مشاہدہ عبارت  
 نویں مرتبہ اللہ علیہ واضح است دور مسائل مختلفہ  
 خلاف یکے مرد دیگران موجب تفسیق اوشاں آزار  
 بطلان اعمال او عند اللہ نمی توان شد چنانچہ دانستہ  
 (بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۵۲ تا ۲۶۰)  
 ترجمہ:

جس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید  
 کو ولی عہد کیا تھا اس کا فسق ظاہر نہ تھا اگر کچھ کیا ہوگا  
 تو دور پردہ جس کی خبر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ تھی اس کے  
 علاوہ جہاد میں ان سے حسن تدبیر کا مشاہدہ ہوتا  
 چنانچہ ام ملحان رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنحضرت معلوم کا دور  
 مرتبہ ہوتا اور جاگتا اور ہر بار ہنسنا مشہور بات ہے  
 آپ نے ہنسنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امت  
 کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ دریا بہ جہاد کر رہی ہے  
 جن کے متعلق کہا گیا ہے ملک علی الاسرہ و مثل ملک علی  
 الاسرہ۔ اس دوسرے خواب کا مصداق یزید اور اس  
 کے ساتھی ہی نکلے۔ جیسا کہ تاریخ جاننے والوں اور  
 احادیث کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے  
 نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بیئۃ الرضوان میں منافقین

شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سے محروم ہو گئے ، یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اس بشارت کی فضیلت سے محروم ہو گیا :

اور ادھر امیر معاویہ کا مذہب مخالفت کے بارے میں یہ تھا کہ جو شخص پادشاہت کرنے کا سلیقہ دوسروں سے زیادہ رکھتا ہو اگرچہ اس سے بہتر لوگ موجود ہیں مگر ترجیح اسی کو ہوگی ۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے یزید کو دوسروں سے بہتر جانا یا اگر بہتر نہیں سمجھا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ افضل کو ترک کر دیا ۔ جیسا کہ مقامات سابقہ سے واضح ہے کہ اختلاف افضل صرف افضل ہے نہ کہ واجب ۔ جس کو گناہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ سب دشمن کے ساتھ امیر معاویہ رض سے پیش آیا جائے ہاں امیر معاویہ کو ہم اجلہ صحابہ میں شمار نہ کریں گے ! بلکہ اولیٰ اور افضل کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اس طرح کے امور میں ان کو مذکور سمجھیں گے ۔ البتہ امیر معاویہ رض کے انتقال کے بعد یزید نے ہاتھ پیر پھیلانے اور دلوں جان سے برائی میں لگ گیا ۔ برائی کا اعلان شروع کر دیا نماز چھوڑ دی پس بعض مقامات گذشتہ کی بنا پر عزلی کو دینے کے لائق ہو گیا :

حالات میں اس طرح کا الٹ پھیر جیسا کہ میں نے  
 کہا ہے ممکن ہے محال نہیں ہے !  
 شاید اس وقت کہ باب حل عقد کی رائیں اور تبدیلی  
 مختلف ہو گئیں کسی پر نقشہ و فساد کا غلبہ ہو گیا مجبوراً  
 بیت قبول کر لی اور گناہ سے بچنے کے لئے اتباع  
 معروف کو بطور شرط مد نظر رکھا۔ اور جس کو ایک  
 جماعت کثیرہ کے وعدوں پر کامیابی اور دبدبہ کی امید  
 دکھائی دی خدا کے بھروسہ پر تیار ہو گیا اور اپنے  
 کا فیصلہ کر لیا۔ لہذا جو کچھ حضرت عبداللہ بن عمر اور  
 آپ کی طرح دوسروں نے کیا ٹھیک کیا۔

اور اسی طرح سید الشہداءؑ نے جو کچھ کیا بالکل  
 ٹھیک اور درست کیا۔ اس اختلاف کی بنیاد امتیہوں  
 کے اختلاف پر ہے نہ کہ اصل فعل کے جائز و ناجائز کی بناء  
 پر اختلاف ہوا ہے :

مگر اہل کوفہ کی عذاری کیوجہ سے حضرت امام  
 حسینؑ رضی اللہ عنہ کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور عاشورہ کے دن میلان  
 کہ بلا کے اندر قیامت سے پہلے ایک قیامت قائم  
 ہو گئی ! انا للہ الخ

اس طرح کے کاموں میں ایسی باتیں فقط سید

الشہد رضی کہ پیش نہیں آئی ہیں بلکہ جہادوں میں  
اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں :

مثلاً واقعہ احمد و حنین کو سنا ہی گیا ہے پس جس  
طرح شہداء احمد اور حنین شہادت کے مرتبہ پر پہنچے  
اور ان ہر دو واقعات میں کچھ کمزوری ہو جانے  
کی وجہ سے ان کے فضائل میں خلل نہیں پڑتا اسی طرح  
شہداء کہ بلا کو بھی جاننا چاہیے اور یہ اس وقت ہے  
کہ صرف استخلاف امیر مہادیہ رضی یا لوگوں کا سمیت  
کہ لینا یا ان کا تسلط ہو جانا وغیرہ کی وجہ سے  
ان کی خلافت عام اور سب کو شاملی شمار کریں !  
اور اگر اسی کو مان لیں کہ جو ہوا تو صرف ان کی خلافت  
کی مطلقاً منقذ ہونے کے ہم قائل ہوں گے ۔ اور ہم صاف  
کہہ دیں گے کہ حضرت امام حسین رضی اور آپ کے اتباع  
و انصار امیر مہادیہ رضی کی اطاعت کی ذمہ داری سے ہنوا  
خارج تھے ، مزدولی کی کوئی ضرورت نہیں ہے :

اور ایسی حالت میں ان لوگوں کے خروج میں ان  
پر کوئی گرفت بھی نہیں ہے ۔ اگرچہ نا سمجھ لوگ انقاء  
مطلق اور عموم انتقاء کے فرق کو نہیں سمجھتے ۔

پس گزشتہ واقعات کے مجتمع اور حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کا حسن نیت اس کا مقتضی نہیں کہ اس میں  
تردد و تذبذب کو راہ دی جائے۔ موجودہ صورت  
میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کیا شبہ ہے  
یزید نہ تو آپ کا خلیفہ تھا اور نہ یزید پر خروج کرنا  
نا جائز تھا۔

اور اگر خلیفہ تھا بھی تو یہی اس پر خروج ممنوع نہ  
تھا۔ اور اگر مانا ہی لیا جائے کہ خروج کرنا امام رضی اللہ عنہ  
کا جائز نہ تھا تو عزل ممنوع نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ ممانعت  
کے اسباب معقود اور اسباب جہاد موجود۔ تو پھر  
حسن نیت میں کیا کلام کیا جاسکتا ہے !  
پھر اگر یہ حضرات شہید نہ ہو گئے تو وہ سر اکون  
شہید ہو گا ؟ اور ہم اس کو بھی چھوڑتے ہیں اور کہتے  
ہیں کہ اگر اسباب جہاد نہ بھی تھے تو آپ نے جہاد  
کے ارادہ سے باز آکر چلے جانے کا راستہ مانگا مگر  
یزید کے لشکریوں نے جانے نہ دیا۔ اور گھیر کر  
مظلم شہید کر دیا۔

حدیث میں ہے جو شخص اپنے مال اور آئندہ  
کی حفاظت میں قتل کر دیا گیا وہ بھی شہید ہے !  
باقی رہ گئی یہ بات کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اجماع کی



مخالفت کی سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو  
اجماع ہی تسلیم نہیں ہے۔ اگر ہر بھی تو اس بات  
پر کہ مخالفت نہیں ہوئی بایں ہمہ فاسق پر نہ خروج  
کرنے کے عدم جواز پر اجماع ہوا اور اس کا مطلب  
جو کچھ کہ ہے پہلے عرض کیا گیا۔

عدم جواز پر اجماع کی وجہ سے نفس فسق پر خروج  
کہ نا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس کا مشکک کے مراتب  
کے خصوصیات زائد بھی موجب خروج نہیں ہو سکتیں  
پس اجماع غیر مسلم جس وقت کہ حضرات حسنین  
و عبد اللہ بن زبیرؓ اور اہل مدینہ نے فیصلہ کر لیا تھا  
مخالفت اس کو مستحق علیہ کیونکر کہہ سکتا ہے ؟

اور اگر بالفرض اجماع کو مان ہی لیا جائے تو وہ  
اجماع حضرت امام حسینؓ کے یہ مستند ہوا ہے  
لہذا اس اجماع کی مخالفت حضرت امام حسینؓ کو  
کچھ مضرت نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے  
کہ امام موصوف نے اپنے زمانہ میں ایک اختلافی  
مسئلہ میں غلطی کر لی جس میں کوئی شرعی باز پرس نہیں  
جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا

اب ہم امام لودھیؒ کی عبارت درج کرد بیامردی

سمجھتے ہیں تاکہ اس اجمال کی تفصیل اور گزشتہ باتوں  
کی تصدیق ہو جائے۔

اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے کہ بوجہ فسق  
خليفة معزول نہیں ہوگا لیکن ہمارے بعض اصحاب شیوخ  
کی فقہی کتابوں میں ہے کہ معزول ہوگا اور معتزلہ سے  
بھی اس کی حکایت کی گئی ہے سو یہ غلط ہے اور مخالف  
ہے اجماع کے علماء نے فرمایا ہے کہ سلطان کے معزول  
نہ کرنے اور اس پر خروج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ  
ایسا کرنے سے خود نیزی اور فتنہ و فساد باہمی بڑھ  
جائے گا اور معزولی کا مقصد اس کے باقی رہنے سے  
زیادہ ہو جائے گا

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا  
اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت مستفید  
نہیں ہوتی ہے اور اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو  
معزول کر دیا جائے گا اور کہا ایسا ہی اگر نادر قائم  
کرنا اور اس کی طرف بلانا جھوٹا ہے تو یہی معزول  
ہوگا فرمایا اسی طرح جمہور کے نزدیک بدعت کا پایا  
جانا ہے۔

پھر فراتے ہیں کہ بعض مبصرین قائل ہیں کہ بدعتی کی

کی امامت مستفاد ہوگی اور باقی رہے گی کیونکہ وہ قبل کرتا ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کفر اس پر طاری ہوا اور شریعت کے اندر تغیر یا بدعت شروع کر دیا تو خلافت و ولایت کے حکم سے نکل گیا۔ اور اس کی اطاعت جاتی رہی۔ لہذا مسلمانوں پر اس کے خلاف اٹھنا اس کو علیحدہ کرنا اور دوسرے عادل امام کو مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کی قدرت ہو۔

پس اگر ایسا کچھ ہی لوگ کر سکیں تو کافر کو علیحدہ کرنے کے لئے تو اٹھنا واجب ہو جاتا ہے اور بدعتی پر واجب نہیں ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ بدعتی کے علیحدہ کرنے پر لوگوں کو امکانی طاقت ہو اور مجبوری متحقق ہو جائے تو ایسے وقت میں اٹھنا نہیں چاہیے بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کر جائیں اور اپنے دین کی خاطر بھاگیں۔

فرمایا اور فاسق کی امامت شروع شروع میں مستفاد نہ ہوگی ہاں اگر خلیفہ فاسق ہو گیا تو یعنی اس کے عزل کو واجب کہتے ہیں بشرطیکہ فتنہ و فساد اور جنگ و جدال نہ ہو۔

جمہور اہل سنت میں سے فقہاء، محدثین اور متکلمین نے  
 کہا ہے کہ خلیفہ کی سزا کی وجہ فسق ظلم اور لوگوں کے  
 حقوق کو چھڑا دینے کی بنا پر نہ ہوگی اور نہ اس کو  
 عتاب کیا جائے گا۔ اور نہ اس پر اٹھا جائے ہوگا۔  
 بلکہ اس کو سمجھانا اور ڈرانا ضروری ہوگا۔ ان حدیثوں  
 کی بنا پر جو اس بارے میں موجود ہیں قاضی صاحب  
 فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر ابو بکر اجماعی مجاہد نے  
 اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں نے امام حسین رضی  
 ابن زبیر رضی اور اہل مدینہ کا بنی امیہ پر خروج  
 کرنا اور تابین کی ایک بڑی جماعت اور صدر اول  
 کا حجاج پر مع ابن الاشعث کے اٹھنے کو پیش کر کے  
 ان کا رد کیا ہے۔

اور تائبین نے ان کے قول الا ننازع الامر المکتہ کی  
 تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد امام عادل نہ کہ اور  
 حجاج پر خروج کی دلیل جمہور کی یہ ہے کہ بعض اس  
 کے فاسق ہونے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اسی نے شریعت  
 میں تنبیہ اور اظہار کفر کیا۔ تاہم صاحب فرماتے ہیں  
 کہ کہا گیا ہے کہ یہ اختلاف پہلے تھا بعد کو ایسے لوگوں  
 پر اٹھا منع ہو گیا ! واللہ اعلم !

علامہ اودھی رحمہ اللہ کی اس عبارت کے مطالعہ کے بعد مقدمات  
 گزشتہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ پس اہل سنت کے اہل  
 پر یہی کہ سابق حالت بدل گئی بعض کے نزدیک کافر ہو گیا  
 اور بعض لوگوں کے نزدیک اس کا کفر ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ  
 سابق اسلام فتنے کے ساتھ ساتھ مخلوط ہو گیا۔ اگر اہل موصوف  
 نے یہ کہ کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی  
 فرمائی۔ امام احمد رحمہ اللہ کو یہی بات پسند آئی جیسا کہ یہاں  
 ممکن ہے کہ کسی کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہوا  
 اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہوا۔ ایسا ہی اس پر  
 خروج کرنے میں اختلاف ہو جائے گا اور تحفیر، تفسیق  
 تبدیل، جرح وغیرہ وغیرہ پر کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی  
 یا بدیہیات عقلی میں سے نہیں ہے !  
 عذر، معذرت کی ضرورت پیش آئے اور فتنے کی صورت  
 میں جو کچھ میں نے پیش کیا ہے وہ تو یاد ہی ہو گا پھر بھی  
 اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ  
 اس صورت میں بڑے یا تو کم کھانا سق تھا۔ یعنی تارک نماز  
 وغیرہ یا پھر بدعتی تھا یعنی بہت بڑا ناجی تھا۔  
 ان تمام باتوں کے باوجود اس کی خلافت عام طور پر  
 غیر مسلم تھی۔ ان وجوہ مذکورہ کی بنا پر اس کے خلاف



خروج کرنے میں کوئی قباحت نہیں رہ جاتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے خلاف اٹھنا اس وقت تمام لوگوں کے لئے جائز ہے اور اگر تمام کے نزدیک جائز نہیں ہے تو بعض کے نزدیک جائز جیسا کہ علامہ نووی رحمہ کی عبارت سے سمجھا جاتا ہے اور مسائل مختلف فیہ میں ایک کا خلافت دوسروں کے حق میں فسق و فجور کا سبب یا ان کے اعمال کا خدا کے نزدیک رائیگاں ہو جانا نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ سمجھا جاتا ہے !  
(مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۵۲ تا ۲۵۹)

## تعارضات عباسی

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے ریسرچ جدید کی آڑ میں جس تپس سے کام لیا ہے اس کے تعارضات ملاحظہ کیجئے !  
مثال اول :-

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں  
مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فتنہ پردازوں کی کوئی بات نہ مانی اور صاف کہا کہ ہم نے بیعت کر لی ہے معاہدہ کر لیا ہے اب کوئی سبیل ہمارے بیعت کو توڑ ڈالنے کی نہیں ۔ اس سے چند سطر آگے فرماتے ہیں !

غالی راویوں کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صلح و مصالحت سے متفق نہ تھے۔ (خلافتِ معاویہ و یزید ص ۱۶)

اس میں صاف اقرار ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جانب صلح و مصالحت سے عدم اتفاق کی نسبت کرنا یہ غالی راویوں کا بیان ہے لیکن خود ہی دوسری جگہ مصنف بدیں الفاظ اس واقعہ کو پیش کرتا ہے البتہ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے بھائی خلافت کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح و مصالحت کر لیں لیکن جب بڑے بھائی نے سختی سے کہا اور زبرد تو یمن کی تو ان کے اتباع میں خود بھی سمیت کی اور اس پر مستقیم ہے

(خلافتِ معاویہ و یزید ص ۹۲)

دنیا ایسی ریسرچ پر بنے گی نہیں تو اور کیا کرے گی؟ کہ ایک چیز ایک جگہ محض غلط پر مبنی ہو سکی وجہ سے اگر ناقابل التفات ہے وہی چیز دوسری جگہ سچے اور کیوں کہ اصل حقیقت اور امر واقع ظاہر کر کے پیش کی جاسکتی ہے؟

مثالے ٹانھے :-

عباسی صاحب یزید کے فضائل ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں  
اولاد میں علم و فضل کے حصول کی اس درجہ خواہش اور  
تڑپ اپنے باپ ہی کی علمی مجالس اور گھر کے ماحول

سے پیدا ہوئی جہاں اکثر قالہ اللہ وقال الرسول  
کی آوازیں آتیں - نہ بقول کذابین کے غنا و موسیقی کی  
(خلافتِ مہادیوہ و یزید شاہ)

دوسری جگہ جو یزید کا نقشہ پیش کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے !  
وہ خود شاعر تھا، موسیقی کا ذوق رکھتا تھا، اہل ہزار  
شعراء کا قدردان اور ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست  
تھا۔ ! (خلافتِ مہادیوہ و یزید شاہ ۲۲۵)

ناظرین کرام عباسی صاحب کی ریسرچ کی داد دیں کہ اگر  
ایک جگہ غنا و موسیقی گھرانہ یزید کی طرف منسوب کرنا کذابین کا قول ہے  
تو کیا پھر موسیقی کا ذوق رکھنا، ادب و آرٹ کی سرپرستی کا انتساب  
یزید کی جانب کرنا کس کا قول شمار کیا جائے گا ؟  
اگر غنا و موسیقی کی آواز گھرانہ یزید سے نکلنے کا قول محض کذب و  
افتراء ہے تو پھر اس کو فضائلِ یزید میں شمار کرنا مضحکہ خیز نہیں  
تو اور کیا ہے ؟

## مثالِ ثالث

حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں :

اکابر صحابہ رحمہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعت

خلافت مکمل نہ ہو سکی ۔

(خلافتِ سادہ دیزید ۲۵)

اس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہوگا کہ خواص و اہل مشرہ نے گریز کیا اس واسطے بیعتِ خلافت مکمل نہ ہو سکی یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ عوام الناس کی بیعت کو قابلِ حجت نہ سمجھا جائے خواہ تعداد کے لحاظ سے کس قدر اکثریت کا یہ فعل ہو۔ جس سے اہل مشرہ و خواص امت حضرات گریز کریں کوئی دقت نہیں رکھتا !

لیکن عباسی صاحبِ خود ہی بیعتِ یزید مکمل ہونے کے سلسلہ میں دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلے میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔ اگرچہ وہ کہتے ہی محترم

کیوں نہ ہوں ۔

(خلافتِ سادہ دیزید ۲۵)

اندازہ لگائیے کہ بیعتِ خلافتِ یزید کو ثابت کرنے کے واسطے اسی اکثریت کو جو اہل خواص و اہل مشرہ کی عدم تائید کیوجہ سے ناکارہ کی گئی تھی اسی اکثریت کو اقتدار یزید بچانے کی خاطر سہارہ بنا کر استدلال پیش کیا جا رہا ہے بلکہ ہر شے کے حسنِ قبح کی بنیاد ہی اکثریت کے فیصلے پر رکھی گئی ہے خواہ پیغمبر بھی اکثریت کی مخالفت کیوں نہ کرے ہر صورت میں ترجیحِ اکثریت ہی کے فیصلے کو ہوگی ؛ جیسا کہ عباسی صاحب

نے آگے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال پیش کر کے اپنی جہالت کا

ثبوت دیا ہے !

ہم جناب محمود احمد صاحب عباسی کے اس استدلال کو کہ ہزاروں  
لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حقیقت  
نہیں رکھتا اگرچہ وہ کہتے ہی محترم کیوں نہ ہوں۔ آں جناب کی ریسرچ جدیدہ  
کے خلاف پیش کرتے ہیں کہ اب بھی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے  
فیصلے کے مقابلہ میں کہ یہ یہ بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں شامل تھا آنجناب  
کا اختلاف بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا تو کیا اب آپ کروڑوں مسلمانوں  
کے فیصلے کے مقابلہ میں اپنے فیصلے کو بے وقعت کہنے کے لئے تیار ہیں  
یا نہیں ؟ اگر تیار ہیں تو ہمارا مقصد حاصل اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر  
یہ دسی خلافت غلط ہوگی۔

## مثالِ رابع

اپنے موقف کی غلطی کا احساس کے ذیل

فرماتے ہیں !

مؤرخین کے بیان سے واضح ہے کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر  
جب حضرت حسین رحمہ کو مدعیانِ وفاداری کے دعادی کی  
حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی اور ان سیکڑوں خطوط بھیجنے  
والوں اور خدج پر آمادہ کرنے والوں کا ہتہ بھی نہ چلا کہ



کہ کہاں ہیں ؟ اور کیا ہوئے تو آپ نے جان لیا کہ  
امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام امت متفق ہو چکی ہے  
اور جماعت کے فیصلے یا استغنافات اب ممکن نہیں۔

آپ نے دمشق جانے کے لئے جیسا کہ ابھی تفصیلاً  
بیان ہوا ہے باگ موڑ دی اسی کے ساتھ موخرین نے بھی  
بیان کیا ہے کہ آپ نے تین شرطیں گورنر عراق کے افسروں  
کے سامنے پیش کیں

پہلی یہ کہ مدینہ طیبہ واپس جانے دیا جائے !  
یہ منظور نہ ہو تو ممالک اسلامیہ کی سرحدوں پر مصروف  
جہاد ہوں۔ یہ بھی منظور نہ ہو تو آپ کو شام (دمشق)  
بیجھ دیا جائے تاکہ اپنے ابن عم (یزید) کے ہاتھ میں ہاتھ  
دیدیں۔ (خلافت مہارویہ دیزید ص ۱۷۸ و ۱۷۹)

ناظرین کہرام اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں  
جدید کی صداقت کا خود فیصلہ کریں کہ جب سیدنا امام حسین رض  
(۱) اہل کوفہ کی بے وفائی پر یہ معلوم کہ چکے کہ بیعت یزید پر تمام  
امت متفق ہو چکی ہے اب اس کی بیعت کے سوا کوئی سبیل  
نجات نہ ہونے کی وجہ سے بزنس بیعت دمشق کی جانب باگ  
موڑ دیتے ہیں اس کے باوجود تین شرائط کا ذکر کرنا کیسے اور کیونکر  
صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟

پھر شرائط بھی وہ جو آپ کے علم و یقین کے خلاف اور برعکس ہوں  
اس لئے کہ اتفاقِ امت کی وجہ سے جب سمیت یزید کے سوا کوئی صورت  
حال نظر ہی نہیں آتی تھی پھر شرائطِ اول پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟  
کہ مدینہ طیبہ واپس جانے دیا جائے اگر یہ منظور نہ ہو تو ہمالیہ کے علاقہ  
کی سرحد پر مصروف جہاد ہوں ۔

جب جماعت کے فیصلے یا عمل کا استغناء غیر ممکن ہو چکا تھا پھر  
غیر ممکن شرائط کا ذکر کہاں کی عقل مندی ہے ؛ کیا نقل کیلئے دانشمندی  
کی کوئی ضرورت نہیں ہے ؟

۲۔ جب ان سینکڑوں خطوط بھیجنے والوں کا پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں  
ہیں اور کیا ہوئے ؟ تو پھر دوسری جگہ ساتھ کوئیوں کا ذکر  
کرنا جو کوفہ سے مکہ گئے تھے اور حسینی قافلہ کے ساتھ آرہے تھے  
ان کو فیوں نے جن میں چار نووارد کوئی بھی شامل تھے حضرت  
موصوف کو یہ ترغیب دینی شروع کی کہ کوہستان آجاؤ سلمیٰ  
پر چل کر ڈیرے ڈالیں بنی ٹے کے بیس ہزار سوار اور پیادے  
بہت جلد مدد اور نصرت کو آ موجود ہوں گے

(خلافتِ مہدیہ و یزیدیت ۲۱)

یہ تحریر کیسے صحیح قرار دی جاسکتی ہے ؟ ایک جگہ تو خروج پر  
آمادہ کرنے والوں کا عدم پتہ ہونا ظاہر کرتے ہیں اور دوسری جگہ  
ساتھ کوئیوں کے حضرت حسینؑ کے ہمراہ ہونے کا اقرار اور بنی ہزار

سوار و پیادے کی امداد اور نصرت کا وعدہ متنازع چینیوں تحریر  
کرنا نہ معلوم کن لوگوں کے نزدیک ریسرچ کہلاتا ہے !

## ثالثہ خامشے

یزید کی ولی عہدی اور بیعت خلافت

کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

الغرض امیر یزید کا ولی عہد اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا  
پوری امت کی رضا مندی سے ہوا تھا۔ یہ رضا مندی  
مصلحت کے تقاضہ کی بنا پر تھی نہ کسی خوف کے تحت اور  
لاالچ کی وجہ سے ان کا انتخاب کسی اندرونی اختلاف کا ثمرہ  
اور وقتی حادثہ نہ تھا

اس سے آگے فرماتے ہیں

عالم اسلام کے ہر ہر علاقہ میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف  
کے بیعت کی تھی اور ہر جگہ کے وفود تو کید بیعت کے لئے  
امیر یزید کے پاس حاضر ہوئے تھے۔ اس سے آگے امیر  
یزید کی ولی عہدی کی اس بیعت سے پہلے کبھی اس استہمام  
سے بیعت نہیں لی گئی تھی کہ مملکت اسلامی کسے گوشہ گوشہ  
سے بیعت کے لئے وفود آئے ہوں اور ہر علاقہ کے  
لوگوں نے بطیب خاطر اس طرح ایسے قریشی و حجازی

سویت کی ہو جو اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملیہ کے  
کارہائے نمایاں کی وجہ سے ملت کا محبوب تھا؛  
(خلافتِ مہادیہ یزید ص ۲۵۴)

یہاں بلا کسی استثناء کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یزید کی  
دلچسپی اور اس کے بد خلیفہ منتخب ہونا پوری امت کی رضا مندی و  
بلا کسی اختلاف کے ہوا تھا اور ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر  
مملکتِ اسلامی کے گوشہ گوشہ سے سچیت ہو کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ  
یزید اپنی صلاحیتوں اور خدماتِ ملیہ کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے  
ملت کا محبوب ہے گویا کہ سچیت یزید پر پوری امت کا اتفاق بلا کسی  
اختلاف کے ہر چکا تھا۔ جبکہ دوسری جگہ ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں !

يا حسينُ لا تتقى الله فتخرج من الجماعةِ  
اے حسین ! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے تم جماعت سے  
خارج ہو رہے ہو

وتفرق سببِ الامة بعد اجتماع الكلمة  
اور امت میں تفرقہ ڈال رہے ہو ؛ حالانکہ وہ سب  
ایک بات پر مجتمع ہو چکے ہیں ؛

البایہ والنبایہ ص ۱۶۶ ج  
اس حوالہ میں بھی یہی ثابت کیا گیا ہے کہ تمام امت بلا کسی استثناء

کے معیت میں یہ پر مجتمع ہو چکی تھی۔ لیکن آگے اس کے برعکس کوئی  
سپاہیوں کی ریشہ دوانیاں کے ذیل خود ہی جو تخریب پیش کرتے ہیں وہ  
بہ یہ ناظرین ہیں !

مورخین نے ابوحنیفہ قدیم راوی کی سند سے تفصیلاً ہی ہے  
مساد یہ رم کی وفات کے بعد جب امیر یزید کی محبت سے  
کر کے فرار منہ سبقت یزید

(۱۵۱ البایہ)

حضرت حسین رحمہ تشریف لے آئے اور کوئی سپاہیوں کو یہ  
حال معلوم ہوا قدام کی تحریات اور وفود آنے لگے البایہ والہا یہ  
حوالہ نقل کیا ہے جن کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے

ان کے (حسین کے) پاس عراق کے علاقہ سے کثرت  
سے خطوط گئے جن میں ان کو اپنے پاس چلے آنے کی  
دعوت دی گئی تھی اور ان تحریات میں ان کو تخلص  
بلانے کی گئی تھی۔ کہ یزید بن مساد یہ رم کی بجائے  
وہ ان سے بیعت کر لیں گے ! ان خطوط میں مساد یہ رم  
کی موت پر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔

اس کے بعد عباسی صاحب فرماتے ہیں !  
مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان خطوط کا شمار سیکڑوں  
سے متجاوز تھا۔

اس سے کچھ آگے فرماتے ہیں  
 اسی سورتِ بخ کے بیان کے مطابق ڈیڑھ سو اشخاص جو  
 کوفہ کے ممتاز افراد تھے سفر کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی  
 خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر شخص کے  
 پاس دو در تین تین مکتیب و خطوط بھی کوفیوں کے  
 تھے جن میں موصوف کو کوفہ آنے اور بیعتِ خلافت  
 لینے کی دعوت دی گئی تھی !

خلافتِ معاویہ و یزید ص ۹۶ و ۹۷

اس سے آگے کوفہ کی حالت بیان کرتے ہوئے عباسی صاحب

فرماتے ہیں :

بائیںہمہ لوگوں کی باخیانہ سرگرمیاں بڑھتی گئیں حضرت  
 نعمان صورتِ حال پر پوری طرح قابو نہ پاسکے خلیفہ  
 وقت نے مجبور ہو کر امیرِ بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ  
 کی حالت درست کرنے کے لئے مامور و متعین کیا اور بصرہ  
 کی حکومت کے ساتھ کوفہ کی تولیت بھی عارضی طور پر سپرد  
 کی گئی۔ چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے سبقت تمام سردارانِ  
 قبائل کی معیت میں کوفہ پہنچ کر مسلم کے میزبان کو گرفتار  
 کر لیا۔ مسلم نے اپنے میزبان ہانی بن عروہ کو قید سے  
 چھڑانے اور عبید اللہ کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے مہالین



کہ جن کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی ہے یا منصور  
امت شمار قرار دے کہ فوجی قاعدے سے مرتب کیا  
(خلافتِ منادیہ ویزیدیت)

ان تحریرات سے ظاہر ہے کہ اہل کوفہ حضرت امیر منادیہؓ  
کی وفات کے بعد سیدنا امام حسینؓ سے اپنی رائے کا اظہار  
غیر یہ خطوط و خود کر چکے تھے۔ کہ آپ کوفہ چلے آئیں ہم آپ کی میت  
کریں گے جس کی تقدیر کے لئے آپ نے مسم بن عقیل کو اپنا نائب  
بنامہ بھیجا تو چالیس ہزار اشخاص حضرت امام عالی مقام کی میت میں داخل  
ہو گئے اسی وجہ سے نہمان کی جگہ عبداللہ بن زیاد کوفہ کا گورنر بنا کر  
بھیجا تا کہ کوفہ کی حالت کو درست کیا جاسکے۔

یہ بھی جناب محمود احمد صاحب عباسی کا اپنا بیان ہے۔ اب  
ناظرین کرام غور فرمائیں کہ جب کوفہ کی یہ حالت تھی جو بیان کی گئی ہے  
پھر مذکورہ بیان کہ یزید کی دلی عہدی اور اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونا  
پوری امت کی رضامندی سے ہوا تھا اور افراتق امت سے  
رد کرنے کے حوالہ جات جیسا کہ البدایہ والنہایہ سے حوالہ پیش کیا جا  
چکا ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ

اے حسین! اجتماع امت کے بعد اس میں تفرقہ نہ

ڈالو!..... کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

اہل کوفہ کی حالت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اقتدار یزید

عباسی صاحب کے کذب و افتراء کا کہاں تک تجزیہ کیا جائے  
اگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے جہاد کو وراثتِ خاندانی کے حصول  
پر محمول کیا جائے تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و مصالحت  
کو کیوں کر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟

حالانکہ وہ رضائے امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق خود ہی تحریر کرتے ہیں  
مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فتنہ پردازوں کی کوئی بات نہ  
مائی اور مصافحہ کہا کہ ہم نے بیعت کر لی ہے ! معاہدہ کر لیا ہے  
اب کوئی سبیل ہمارے بیعت کے قریب ڈالنے کی نہیں ہے !  
(خلافت معاویہ دیزید ص ۱۷۱)

جب یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغیر کسی ادا کے بیعت  
کر لی جاتی ہے اور فتنہ پردازوں کی کوئی بات مانی نہیں جاتی پھر اقتدار  
یزید کے بارے میں ان کی دعوت کو محض نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلافت کا دعویٰ اٹھا کر  
اپنی دروغ گوئی کا ثبوت دینا کہاں کی ریسرچ ہے ؟

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم و فرزند علی المرتضیٰ نہیں تھے ۔ ذہاں صلح و مصالحت سے  
بیعت کرنا کسی کی بھی پروا نہ کرنا لیکن یہاں نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علیہ وسلم اور فرزند علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیثیت سے دعوٰی خلافت  
کرنے کو عقل تسلیم کر سکتی ہے ؟

کے خلاف تھے اس کے باوجود اتناقی امت اور پوری امت کی رضا مندی اور مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ سے بیعت یزید کے لئے دُفود کی آمد اور اتناقی امت کا پردہ پگندہ جناب محمود احمد صاحب عباسی کے اپنے ہی اقرار سے ہباء منثورا ہو جاتا ہے :

جب چالیس ہزار اشخاص کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا اقرار عباسی صاحب خود کرتے ہیں اس کے باوجود اقتدار یزید کی مخالفت کو چند نفوس کے اختلاف پر عمل کر کے یہ کہنا کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے فیصلے کے مقابلہ میں چند نفوس کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیسے صحیح قرار دیا جاسکتا ہے ؟ جبکہ اہل مکہ و خواص امت یزید کے خلاف تھے جن کو طاقت کے بل بوتے پر مسلط کرنے کی کوشش کی گئی جس کے عوارضات عباسی صاحب نے پیش فرمائے ہیں ۔

انہی تمام واقعات سے واضح ہوا کہ اقتدار یزید پر اتناقی امت کا پردہ پگندہ ایک خاص ذہنیت کی اختراع ہے !

## خلیفہ وقت اور باغی

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے خلیفہ وقت کی اطاعت اور امتناع خود بخود پر بہت سے دلائل پیش کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ

کہ جو شخص اتفاق امت کے لئے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کر کے  
 امت میں افتراق ڈالنا چاہے اس کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ  
 امت میں کسی قدر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو !  
 دہ بار نبوت م سے اس کے متعلق فیصلہ یہی ہے کہ اس کو بہادت  
 کی پاداش میں قتل کر دیا جائے آگے یہ کہ اتفاق امت سے خلیفہ  
 وقت ظاہر کر کے سیدنا امام حسین رضی کو اتحاد امت کا شیرازہ بکھرنے والا  
 ظاہر کیا گیا ہے بلکہ آگے خروج کو محض خاندانی طاقت کے حصول پر  
 محمول کر کے جس دیدہ وری سے کام لیا ہے وہ قابلِ ملاحظہ ہے !  
 امام حسین رضی کے خلاف تلوار اٹھانے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں  
 ”تو حضرت امام حسین رضی کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھا سکتی  
 جن کی دعوت محض یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لڑنا  
 اور حضرت علی رضی کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں  
 بنایا جائے باوجود اس کے ان کے خلاف شروع سے تشددانہ  
 کارروائی نہیں کی گئی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطالبہ ایسا تھا کہ  
 کتاب اللہ سے اس کی کوئی سستہ پیش کی جاسکتی ہے نہ  
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تعامل خلفائے راشدین  
 سے نہ عزائم آل بیت سے یہی وجہ ہے کہ امت اس نظریہ  
 پر مجتمع نہیں ہوئی

(خلافتِ معاویہ پر یہ ص ۱۸۰)

متعارض و متناقض چیزیں تحریر کرنا ہجر اسے ریسرچ جدید کا  
 نام دینا بہتہ نہیں کس کے ہاں مسقولیت کا درجہ رکھتا ہے؛  
 جب سیدنا امام حسینؑ کا خروج واقعی محض نواسہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اور یزید کے مقابلہ میں اس کی  
 خلافت پر اتفاق است کے بعد اپنی خلافت قائم کرنے کے واسطے تھا  
 باوجود اس کے یزید میں ایسی کوئی خامی نہ تھی جس کی وجہ سے اس کے  
 خلاف خود سچ کا جواز نکالا جاسکتا اور صحابہؓ نے بھی آپ کو اس  
 غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن آپ نے کسی کی بات  
 نہ مانی اور نا جائز خود سچ کر کے احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کی  
 جیسا کہ عباسی صاحب نے جابجا اس کی تشریح کی ہے  
 عباسی صاحب کی اس بحث کے پیش نظر امام حسینؑ کو باغی قرار دے کر  
 قتل کرنا ضروری و لازمی تھا جیسا کہ مذکورہ حدیث

فمن اراد ان یفرقہ امر ہذا الامة وجر جمعہ فاصدہ  
 بالیف کا ثامن کاٹے سے ظاہر ہے تو اب اس صورت میں  
 حضرت امام حسینؑ نہ کو قتل کرنا یا قتل کرنے کا حکم دینا یا اس پر راضی ہونا کسی  
 صورت میں بھی قابل ملامت نہیں ٹھہرایا جاسکتا؛  
 کیونکہ احکام اسلام کی بجا آوری مبارک باد کے لائق  
 ہے نہ کہ ملامت کے؛



ابہ ہم جس چیز کی وضاحت کرنی چاہتے ہیں کہ یزید کے شرعی خلیفہ ہونے کی صورت میں نائب پیغمبر ہونے کی حیثیت سے جیسا کہ عباسی صاحب کا دعویٰ ہے۔ امام حسینؑ کے قتل کا حکم یا اس پر اظہارِ رضا مندی جائز ہی نہیں بلکہ اُس کے فرائض منصبی میں داخل تھی لہذا عباسی صاحب کے واسطے ضروری تھا کہ یہ ثابت فرماتے کہ یزید نے امام حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تھا تا کہ اس سے یزید کی شرعی پوزیشن واضح ہو جاتی اس لئے کہ ان کے قتل کرنے کے جواز یا عدم جواز سے یزید کی شرعی پوزیشن بے نقاب ہو جاتی ہے۔ جواز کی صورت میں یزید کی پوزیشن مضبوط اور امام حسینؑ کو باغی تسلیم کرنا پڑے گا۔ عدم جواز کی صورت میں یزید کی پوزیشن محض ایک صاحبِ اقتدار کی رہ جاتی ہے جو شرعی لحاظ سے ہرگز اس منصبِ عظیم کا اہل تصور نہیں کیا جاسکتا۔ نااہل ہونے کی وجہ سے ہی اُس کی شرعی پوزیشن تسلیم نہیں کی گئی۔ لیکن عباسی صاحب نے جہاں قتل حسینؑ سے یزید کی برأت فرما کر یزید کی پوزیشن کو ختم کیا ہے وہاں اپنے ریسرچ کی دمچیاں بھی فضائے آسمانی میں ٹھیل کر کے جو مضحکہ خیز متعارض و متناقض بوالعجیاں پیش فرما کر دیانت انسانی کے حسین چہرہ کو داغدار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس لئے کہ یزید القاطق اُمت سے شرعی خلیفہ تسلیم کر لینے کی صورت میں امام حسینؑ کا اقدام خروخِ بناوت پر عمل کیا جائے گا کہ اجتہادِ غلطی پر کیونکہ احکامِ شرعی کی موجودگی میں اجتہاد کا کون سا مقام خصوصاً اس وقت جب کہ امام حسینؑ کا خروج نبویؐ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور



فرزند علیؑ ہونے کی حیثیت سے وراثت خاندانی کے حصول پر محمول کر کے اُن کے خلاف تلوار اٹھانے کا جواز پیش کیا جائے۔  
عباسی صاحب کی ریسرچ ملاحظہ کیجئے۔

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے یزید ریسرچ جدید یا افراء میں | اور اُس کے فوجی افسروں کی میدانِ امام

حسینؑ کے قتل یا اس پر اظہارِ رضامندی سے برأت فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ یزید کے متعلق اُس کے متفق علیہ خلیفہ ہونے اور امام حسینؑ کے شرعی اقدام کو غلط و ناجائز قرار دینے کے بارے میں جو بحث کی ہے وہ تمام تر غلط اور افراء و خالص ہے ورنہ بتلایا جائے کہ متفق علیہ خلیفہ بھی موجود ہو اور احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کر کے محض وراثت خاندانی کے حصول کی خاطر اتحادِ امت کو پارہ پارہ کرنے والے کے قتل سے متفق علیہ و شرعی خلیفہ اور اُس کے فوجی افسروں کی برأت ثابت کرنے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ افراء و میں کام میں منت ہے۔  
براعت یزید ملاحظہ فرمائیے۔

جناب عباسی صاحب تاریخِ شہادت | حجة الاسلام حضرت امام غزالیؒ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لیکن اہلِ صورت واقعہ کیا تھی اس بارے میں ہمارے زمانہ سے آٹھ سو برس پیشتر حجة الاسلام امام غزالیؒ جیسے علامہ زمان فرماتے ہیں کہ۔  
جو شخص بیگانہ رکھتا ہو کہ یزید نے قتلِ حسینؑ کا حکم دیا تھا یا اس

پر زمانہ مذہبی کا اظہار کیا تھا تو جاننا چاہیے کہ وہ شخص پرے دیے  
کا اہمق ہے۔ " خلافت معاویہ و یزید ص ۱۹

دوسری جگہ امام غزالیؒ کا فیصلہ جو پیش فرمایا ہے۔

و یزید اھل اسلام اھل قتل الحسین و آل امرئ بنہ و آلہ و رضا و  
مہمال اھل قتل الخلفاء منہ لا یجوز ان یظن ذلک فان اساء لا یظن  
بالمسلم انیضا ھرام۔ و فیات الاعیان لابن خلکان۔ ج ۱ ص ۴۵

ترجمہ: "اور یزید صحیح الاسلام تھا اور یہ صحیح نہیں کہ اس نے حسینؑ  
کو قتل کر دیا یا اس کا حکم یا اس پر راضی ہوا۔ پس جب یہ قتل اس  
سے دیزید، پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا تو پھر اس کے ساتھ ایسی بد  
گمانی رکھنا کس طرح جائز ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی  
رکھنا حرام ہے۔" خلافت معاویہ و یزید ص ۵۳

اس سے حقیقت بالکل عیان ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا امور کی نسبت  
یزید کی طرف کرنا عدم ثبوت کی بنا پر صحیح نہیں۔

مطلب یہ کہ اگر ان امور کا صدور پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ واقعی یزید  
نے ایسا کروایا ہے تو وہ یقیناً مجرم ہے ورنہ برأت کے کیا معنی۔ بدگمانی  
اسی فعل کی نسبت ہو سکتی ہے جو اس کے لئے ناجائز ہو کیونکہ جائز فعل سے  
بدگمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت امام غزالیؒ کے اس بیان سے  
یزید کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یزید کے محض صاحب اقتدار ہونے کی  
حیثیت سے اس کو امور بالا کا جواز تو کجا بلکہ یہ تو اس کے لئے ناجائز و حرام

تھے۔ اب امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین کے واسطے جب باغی کو قتل کرنے کا حکم دینا ہی جائز نہیں پھر وہ خلیفہ کیسے سمجھا جائے گا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کے بیان کا خلاصہ یہ نکلا کہ حضرت حسینؑ کے قتل جیسے شنیع و حرام فعل کی نسبت بلا ثبوت یزید کی جانب کرنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ لیکن عباسی صاحب کی ریسرچ کی بنیاد ہی امام حسینؑ کے باغی ہونے پر رکھی گئی ہے۔ جس کا لازماً نتیجہ نیکے گا کہ امام عالی مقام کا بغاوت کے صلہ میں قتل کرنا ضروری و لازمی ہے۔ لہٰذا باللہ من فی اللہ حضرت امام غزالیؒ کا ریمارک تو ریسرچ جدید کے لئے پیغام موت ہے۔ نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔

قتل حسینؑ سے عمر بن سعد کی برأت کرتے ہوئے عباسی صاحب فرماتے ہیں۔

**عمر بن سعد**

عمر بن سعد کو قاتل حسینؑ کہتے ہیں لیکن ان ہی راویوں خاص کر ابو مخنف نے اپنی روایت میں گویا حق بر زبان جاری یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت حسینؑ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رنج اور صدمہ سے ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہو کر زار و قطار رونے لگے۔ اُن کے رخسار اور وار بھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ ابو مخنف کی اس روایت میں یہ فقرہ ہے۔

قال فکانی انظر دموع عمرو (بن سعد) وهي تسيل على فديته وحية۔ طبری ص ۲۵۹ ج ۶

ترجمہ (روای) نے کہا گویا میں نے عمر بن سعد کے آنسوؤں کو دیکھا کہ وہ

سبب گریہ اُن کے رخساروں اور ڈاڑھی پر پہنے لگے تھے ۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱۲

اس سے کچھ آگے امام حسینؑ کے ساتھ قتال کے بارے میں عمر بن سعد کا نظریہ  
ملاحظہ فرمائیے ۔

چوں عمر بن سعد از مقاتلت حسینؑ کراہتے یکمال داشت ۔  
غاصح التواریخ ص ۲۳۲ ج ۶ از کتب دوئم

چونکہ عمر بن سعد کو حسینؑ سے قتال کرتے ہیں کمال درجہ کراہیت تھی ۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱۹

اس سے آگے :-

اما عمرو بن سعد چونکہ مکو وہ میدان داشت کہ یا حسینؑ مقاتلت آغاز  
و خود را مطرود و ملعون داریں سازد ۔ (ص ۲۳۲ ایضاً)

لیکن عمر بن سعد چونکہ حسینؑ سے قتال و جدال کا آغاز کرنے اور اس طرح  
دین و دنیا میں اپنے آپ کو مطرود و ملعون بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے ۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۲۱۹

عباسی صاحب کے اپنے پیش کردہ حوالہ جات سے نصف النہار کے ماند  
اصلی حقائق سامنے آجاتے ہیں کہ عمر بن سعد کے نزدیک امام حسینؑ کی حرکات  
شان و شرعی اقدائم نیکو بود کرداری و غیر شرعی پوزیشن کے پیش نظر امام عالی مقام  
سے قتالی و جدالی دنیا و آخرت میں اپنی گردن میں طوق لعنت ڈالنے کے  
متزاد ہے ۔ اسی واسطے عمر بن سعد کو حضرت حسینؑ کے مقتول ہونے پر

اس قدر شدید حد نہ ہوا کہ آنسوؤں سے دارٹھی بھی تر ہو گئی۔ اب ناظرین کرام غور فرماویں کہ ریسرچ جدید کے کذب و افترا کی اگر کچھ بھی حقیقت ہوتی جو امام عالی مقام کو باغی اور یزید پلید کو شرعی خلیفہ و امیر المومنین ثابت کرتے پر کی ہے تو پھر باغی سے جہال و قتال کرنا لعنت کا سبب کیسے اور کیونکر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔

عمر بن سعد کا نظریہ تو یہ ہے کہ امام عالی مقام سے جہال و قتال، دنیا و آخرت میں ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے لیکن عباسی صاحب کی ریسرچ کے مطابق امام حسینؑ سے جہال و قتال احکام اسلامی کی سرانجام دہی کے پیش نظر جائز ہی نہیں بلکہ قاتلین خراج عقیدت پیش کرنے کے مستحق ہیں لہذا حضرت امام حسینؑ سے قتال رحمت خداوندی کا سبب ہونا چاہیے جو کہ عباسی صاحب کی ریسرچ کا نتیجہ ہے کہ ملعون و مطرود ہونے کا سبب جیسا کہ عمر بن سعد کا نظریہ ہے۔

اب عباسی صاحب و دیگر اس کذب و افترا کے مداحین ہی بتلائیں کہ یزید کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور حضرت حسینؑ کی جلالت شان کو پہچاننے والے عمر بن سعد کا نظریہ صحیح قرار دیا جائے گا کہ امام حسینؑ سے جہال و قتال ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے یا آپ کے امام العباسی کا کذب و افترا جو کہ بدیں الفاظ پیش کیا گیا ہے تو حضرت حسینؑ کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جاسکتی جن کی دعوت محمدیؐ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ انہیں بنایا جائے۔



حضرت حسینؑ کے خلاف تلوار نہ اٹھانے کی وجہ سے عمر بن سعد سے پوچھیے۔ جو یزید کے کارناموں سے اچھی طرح واقف تھے۔ کیا یہ کذب و افتراء جو ریسرچ جدید کے شکل میں پیش کیا گیا ہے نذر آتش کے قابل نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ محض کذب و افتراء کا پلندہ اس قابل تھا کہ اس کو شائع کر کے قوم کے ملی جذبات کو مجروح کیا جائے۔ اُمت کے اتفاق نظر یہ کی مخالفت کرنے کا یہی اثر ہوتا ہے کہ قوت عاقلہ گرد و پیش پر نظر کر کے اصلی حقیقت تک پہنچنے کی بجائے حقائق سے انکار شروع کر دیتی ہے۔

جب تحقیق عباسی صاحب عہد نبوی کے یہ مولود (یعنی عمر بن سعد) نبی کریم کے ماموں کے فرزند بچپن میں جن کی آنکھیں جمال نبوی سے منور ہوئیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ کے ایک جنتی صحابی کی گود میں پرورش پائی۔ جن کے گھر نے کے چند در چند تعلقات قرابت خاندان نبوت سے قائم تھے۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۲) ان کے نزدیک جب حضرت حسینؑ کی جلالت شان و اتباع نبوی کے پیش نظر ان سے جہال و قتال کرنا ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے تو پھر عباسی صاحب کی بے لاگ ریسرچ جس میں امام علیہ السلام کے اقدام خروج کو مطلب حکومت و خلافت پر عمل کرتے ہوئے ان کے خلاف تلوار اٹھانے کا جواز ثابت کیا گیا ہے بلکہ ایسی ریسرچ پیش کی ہے جس کا لازماً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امام حسینؑ کو بغاوت کے صلہ میں قتل کیا جانا ضروری و لازمی ہے۔ کیوں ملعون و مطرود ہونے کا سبب نہیں۔ اگر یزید و لیاہی تھا جیسا کہ عباسی صاحب نے ثابت کرنے کی بے سود کوشش فرمائی ہے تو پھر اس کے حریف کے ساتھ



جہاں و قتال ملعون و مطرود ہونے کا سبب یکے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کی فقط ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ یزیدی فوج کا کمانڈر حنیف عمر بن سعد حالت یزید سے بخوبی واقف تھا کہ یزید بدکرداری کی وجہ سے ہرگز خلافت کا غلطی کا اہل نہیں ہے اور حضرت امام حسینؑ کا خروج مفاد علیہ کے پیش نظر بالکل صحیح و بروقت ہے۔

عمر بن سعد نے سمجھا کہ ہم دنیاوی مفاد کو ترجیح دے کر کہیں امام علیؑ جن کا اقدام خروج محض مفاد علیہ کے پیش نظر ہے کے ساتھ جہاں و قتال فرما کر دربار یزیدی میں ملعون و مطرود نہ ہو جائیں۔ اب دیکھو کہ بے لاگ ریسرچ کا مصنف اور اُس کے مداحین عہد نبوی کے مولود عمر بن سعد کے نظریہ کو تسلیم کر کے اس کذب و افتراء کو جو کہ ملعون و مطرود ہونے کا سبب ہے نذر آتش کر کے اس نظریہ سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں یا ضد پر قائم رہتے ہوئے مذکورہ سبب کے اہل بنتے ہیں۔

زود شو و ریاب استغفار کن  
گریہ نائے ہم چو ابرزار کن

خلاصہ بحث کہ جب بے لاگ ریسرچ کے پیش نظر امتناع خروج و الاماعت امیر کے متعلق احکام اسلامی کی موجودگی و صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روکنے کے باوجود محض خلافت و حکومت کو خاندانی وراثت سمجھ کر مصطفیٰ علیہ بشرعی خلیفہ کے خلاف خروج کیا گیا تھا تو اس کا لازماً یہی نتیجہ نکلا گا کہ ایسے شخص کا بغاوت کے سلسلے میں قتل کیا جانا ضروری ہے۔

اس کے باوجود متفق علیہ خلیفہ اور اس کے فوجی افسروں کی ایسے شخص کے قتل سے جس کا بنیاد کے صلہ میں قتل کیا جانا فردی ہے بری الذمہ قرار دینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ کے اقدام خروج کے ناجائز قرار دینے اور یزید کے متفق علیہ خلیفہ ہونے کے متعلق جس قدر دلائل ہیں وہ تمام کے تمام یا تو غلط ہیں یا معنی غلط پہنائے گئے ہیں جیسا کہ صحابہ کے روکنے کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ وہ امام حسینؑ کے اس خروج کو طلب حکومت و خلافت کا ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح بھی جائز و مناسب نہ تھا حالانکہ یہ چیز بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اس کی اصل حقیقت کیا تھی وہ ملاحظہ کیجیے۔

## موقف صحابہ رسولؐ

اس کے بارے میں علامہ ابن خلدون کی تحقیق ملاحظہ کیجیے۔

اب جب یزید سے بد اعمالیاں آؤ اور اسے مدار ہوتے لگیں تو اس کے بارے میں مختلف رائے تھے۔ بعض نے اس کے خلاف اٹھنے اور بیعت کو ضحک کرنے کا ارادہ کیا جس طرح حضرت امام حسینؑ و عبداللہ بن زبیرؓ نے یا انہوں نے جو ہر دو اصحاب کے متبعین تھے اور بعض نے اس کے خلاف قدم اٹھانے کو خلاف مصلحت جانا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک اٹھے اور کشت و خون کا بازار نہ گرم ہو جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر یزید کے خلاف قدم بھی اٹھایا تو اس کو نبھانا سبکیں گے کیونکہ یزید کی پشت پر اس وقت بنی امیہ کی عصبیت تھی اور قریش کے عام ارباب حل و عقد بھی اس کی معاونت میں بلکہ عصبیت مفر بھی اسی

کی مدد پر تکی ہوئی تھی جس کے مقابلہ کی تاب کسی کو نہ تھی اس لئے وہ یزید سے دست کش ہی رہتے اور اس کی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے ۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۲)

اس سے آگے حضرت حسینؑ رہ نہ سکا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

حضرت حسینؑ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام و عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب جانتے تھے اگرچہ وہ ناسق ہی تھا کیونکہ اس میں فتنہ و فساد و خونریزی کا خطرہ تھا ۔ اسی لئے وہ اس سے بچے رہے اور حضرت حسینؑ کا ساتھ نہ دیا مگر یہ بھی نہیں کہ ان کو برا بتاتے یا ان کو گنہگار ٹھہراتے کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے اور مجتہدین کی یہی صفت ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گمراہ نہیں سمجھا جاتا ۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۳۷)

علامہ ابن خلدون کی مذکورہ بالا تحقیق سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا کہ سیدنا امام حسینؑ کو روکنے یا ان کا ساتھ نہ دینے کی وجہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک محض خونریزی کے خطرہ کے پیش نظر تھی نہ اس وجہ سے جو عباسی صاحب باور کرانا چاہتے ہیں ورنہ پھر بتلایا جائے اس قدر احکام اسلامی کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود ان کی برأت کیسے معصع قرار دی جاسکتی ہے ۔

اولاً محمد بن علی (ابن الحنفیہ) کے

حضرت محمد بن علیؑ اور برأت حسینؑ

بارے میں عباسی صاحب کا نظریہ

ملاحظہ کیجئے ۔

حضرت محمد بن علیؑ (ابن الحنفیہ) نے بلا تامل اور بطیب خاطر ابتداءً امیر یزید کی ولیعهدی کی اور پھر خلافت کی بیعت کی تھی اور اس بیعت پر اس درجہ مستقیم رہے تھے کہ مدینہ منورہ میں جب امیر المومنین کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکائی گئی۔ انہوں نے سختی سے اس کی مخالفت کی۔ "خلافت معاویہ و یزید مرے" اس کے علاوہ کتاب میں متعدد جگہ ان کے طرز عمل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ یزید کے خلاف خروج کو محض طلب حکومت و خلافت کا ایک ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح جائز نہ تھا۔

۱  
ادھر خود ہی عباسی صاحب نے حضرت محمد بن علیؑ کی یزید کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران گفتگو حضرت حسینؑ کی برأت کرتے ہوئے یزید کو یہ باور کرانے کا حوالہ دیا کہ حسینؑ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو برا بھلا کہو پیش فرما کر یہ اقرار کر لیا کہ واقعی میری تاریخی ریسرچ امام حسینؑ کی تقیص شان اور یزید کی عظمت شان کے بارے میں بالکل اختراع اور خلافت حقیقت ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"حسینؑ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو برا بھلا کہو اور برطان کی مذمت کرو۔ امیر المومنین میں درخواست کرتا ہوں کہ حسینؑ کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیے جو مجھے ناگوار ہو۔"

یزید نے جواب دیا۔

"میرے چچیرے بھائی میں حسینؑ کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے تمہارا دل دکھے۔"

خلافت معاویہ و یزید ص ۱۸۲

ناظرین کرام غور فرمادیں کہ حضرت محمد بن الحنفیہؑ نے حضرت امام حسینؑ کی شان



کے خلاف عباسی صاحب کے متفق علیہ خلیفہ کی زبان سے ایک لفظ سننا بھی گوارہ نہ کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں یہ واضح کر دیا کہ گو میرا نظریہ خروج کے بارے میں محض خوزری کے خطرہ سے حضرت حسینؑ کے نظریہ سے مختلف تھا لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضرت حسینؑ نے دینی زوایہ نگاہ سے کوئی ایسا اقدام کیا جس سے اُن کی شان عظمت میں کوئی فرق آگیا تھا بلکہ یزید اور طرفداران یزید کو امام عالمیت عام کی شان عظمت سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت محمد بن علیؑ نے اس بات کی تنبیہ کی ہے کہ امام حسینؑ کے خلاف کوئی ایسا پروپیگنڈہ جس سے اُن کی تنقیص شان کا ادنیٰ شائبہ تک پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہ بھی ناقابل برداشت ہے کیونکہ حضرت حسینؑ اس بات کے مستحق نہیں کہ تم اُن کو برا بھلا کہو۔ جب حضرت محمد بن الحنفیہؑ کے روکنے سے عباسی صاحب کے متفق علیہ خلیفہ کو بھی حضرت حسینؑ کے خلاف شان کوئی لفظ استعمال کرنے کا جواز نہیں تو پھر انجذاب کی تاریخی رسیسرج جو حضرت حسینؑ کی نہ صرف تنقیص شان پر مبنی بلکہ آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو ایک ادنیٰ مسلمان کے لئے بھی استعمال نہیں کئے جاسکتے کیسے اس قابل ہے کہ اس کو منظر عام پر لا کر حضرت ابن الحنفیہؑ کی مخالفت کر کے اُن کی روح کو تو پہنچائی جائے۔ رسیسرج کی عرق ریزی ملاحظہ کیجئے۔ آزاد اور بے لاگ مورخین نے حضرت حسینؑ کے اقدام خروج کے سلسلہ میں اسی بات کو بیان کیا ہے مشہور مورخ حوسری کا ایک فقرہ اس بارے میں قابل ملاحظہ ہے۔

اغاث (یعنی آنے والی تسلوں) کا عموماً یہ شعار رکھا ہے کہ وہ ناکام مدعیوں کی ناکامی پر ہنر بات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات

انصاف قومی امن اور ایسی خانہ جنگی کے جولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ابتداء میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اخلاف کی (حضرت حسینؑ) کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خدو خال بھرے اور (حضرت حسینؑ) کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معقول حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔ ان کے ہم عہدوں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصور دار خیال کرتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے (حضرت معاویہؓ) کی زندگانی میں یزید کی (دلی عہدی) کی بیعت کی تھی اور اپنے حق یاد عویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکے۔ خلافت معاویہ و یزید ص ۷۷

اس عبارت کو غور سے پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ عباسی صاحب نے یہ حوالہ پیش فرما کر کس طرح رقابت خاندانی کا زہر اگلا ہے۔ امام علیہ السلام کو ناکام مدعی معمولی قسمت آزما جو اپنی مطلب براری کے واسطے جائز و ناجائز کی بھی کوئی پرواہ نہ کرتا ہو بناوٹی ولی اللہ بنے دانش محب جاہ راغی عہد شکن (غلام) بلا دلیل دعویٰ دار کے ناجائز القاب دیئے گئے ہیں۔

اندازہ لگائیے کہ حضرت محمد بن الحنفیہؑ جب یزید سے امام حسینؑ کی نشان کے خلاف ایک لفظ سننے کے لئے تیار نہیں بلکہ فوراً یزید کو منع کر دیتے ہیں



اگر آج حضرت محمد بن الحنفیہؒ زندہ ہوتے کیا ایسی دل آزار تاریخی ریسرچ سے خوش ہوتے یا صدار اس سے بیزاری کا اعلان فرما کر عباسی صاحب کی ناخود و نامسود کوشش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے۔ اگر عباسی صاحب کو حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی ذات گرامی کا کوئی لحاظ نہیں تھا تو کم از کم اپنے شرعی خلیفہ یزید ہی کی اتباع میں امام حسینؑ کی شان کے خلاف ایسا کوئی لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے جس سے آپ کی تنقیص شان کا کوئی پہلو نکلتا ہو جیسا کہ یزید حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے منع فرمانے سے رک گیا۔

عباسی صاحب نے دوسری کے بلواس کو تو قابل لحاظ و قابل اتباع سمجھ کر بڑے فخر سے اس کو نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت محمد بن الحنفیہؒ کے ارشادات کو جو برأت حسینؑ سے متعلق ہیں کی پرواہ تک نہیں کی کہ آپ کیا فرما رہے ہیں اس ریسرچ کی بنیاد ہی امام حسینؑ کی تنقیص شان پر رکھی گئی ہے لیکن خود حضرت امام حسینؑ کے بری الذمہ ہونے پر دلیل پیش کر رہے ہیں۔ یہ امام حسینؑ کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے۔

تمام صحابہ گرام جو خروج کو خونریزی کی وجہ سے نامناسب سمجھتے تھے۔ اگرچہ یزید فاسق ہی تھا۔ ان میں عباسی صاحب کے نزدیک ہر سب سے پیش پیش رہے ہیں وہ حضرت محمد بن الحنفیہؒ کی ذات گرامی ہے۔

ان کے مذکورہ بالا فرمان سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے طرز عمل سے القادریزید اور اس کے شرعی خلیفہ ہونے پر استدلال کرنا خود ان کے برأت حضرت حسینؑ سے متعلق ارشادات کی تغلیط کرتے ہوئے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنے

کے مترادف ہے تو یہاں سے تمام صحابہ کرام کے طرز عمل کی وضاحت بھی ہو گئی۔

**موقف صحابہ و تائید امام حسین** | عباسی صاحب کا صحابہ کرام کی خاموشی کو اتفاقاً پیدا اور اس کے

جائز خلیفہ ہونے پر حمل کرنا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے ورنہ لازماً خروج کے نتیجے میں احکام اسلامی کی خلاف ورزی کے پیش نظر امام عالی مقام کو باغی اور سخت گنہگار کہنا اور ان کے اسٹ جائز اقدام کی مذمت کرنا صحابہ کرام کی جانب سے لازمی و ضروری تھا۔ لیکن کتب تاریخ و سیر اس سے خالی پڑی ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت امام حسینؑ کی خلاف شان لفظ سننے کو ارادہ کرنا جیسا کہ حضرت محمد بن الحنفیہؑ کے طرز عمل سے ظاہر ہے آخر کیوں؟ اور صحابہ کرام کی جانب سے بھی عجائبات ان کی مذمت کے خاموش رہنا یزید کے نااہل ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے اگر واقعی یزید صحابہ کرام کے نزدیک بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ عباسی صاحب کا دعویٰ ہے تو پھر کیا امام حسینؑ کو روکنے میں صرف افہام و تفہیم تک بات محدود رہتی۔ ہرگز نہیں بلکہ جس طرح حضرت حسنؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح و مصالحت کر لینے پر حضرت امام حسینؑ کی مخالفت کو محض افہام و تفہیم سے ختم نہیں کیا بلکہ بقول عباسی صاحب کہ بڑے بھائی کی سختی اور ان کی تہذیب و توہین نے امام حسینؑ کو مخالفت سے روک دیا جیسا کہ یہ حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت حسنؑ نے اپنے بھائی سے یہ الفاظ کہے۔

فَقَالَ لَحُوءٍ وَاللَّهِ لَقَدْ صَحَّحْتُ اَنْ اُسَبِّحَكَ فِي بَيْتٍ وَاطْبِقَ عَلَيَّ بِابِهِ  
هَقٌّ اَفْرِغْ مِنْ هَذَا الشَّانِ ثُمَّ اَخْرِجْ فَلَمَّا رَأَى الْحُسَيْنَ ذَلِكَ وَسَكَتَ وَسَلَّمْ  
الْبُيَّاهِ وَالنَّهْيَاهِ مِنْهَا جَزَاءً

نوح ۴ :- تو ان کے بھائی نے کہا خدا کی قسم میں تم کو گھر میں قید کر دوں گا اور اس کا دروازہ تم پر بند کر دوں گا یہاں تک کہ میں اس کام سے (یعنی صلح و مصالحت سے) فراغت پا جاؤں اس کے بعد تمہیں نکلنے دوں گا۔ جب حسینؑ نے یہ حالت دیکھی خاموش رہے اور اشبار کی ۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۹۵) اسی طرح صحابہ کرام پر بھی ضروری و لازمی تھا۔ خاص کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر کہ امام حسینؑ کو سختی سے روک کر کسی مکان میں قید کر دیتے۔ جب بقول عباسی صاحب تمام صحابہ کرام یزید کو شرعی خلیفہ سمجھتے تھے تو پھر بتلایا جائے کہ انہوں نے من رای منکم منکر اقلی غیوہ بیدہ کے اوپر کیوں عمل نہ کیا کیا وہ نفوذ باللہ دین سے برگشتہ ہو گئے تھے یا حضرت امام حسینؑ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اور اسی طرح حضرت محمد بن علیؑ (ابن الحنفیۃ) پر بھی ضروری و لازمی تھا کہ حضرت حسینؑ کو سختی سے روک کر حضرت حسنؑ کی مثال قائم کر کے اُمت کو اس فتنہ عظیم سے محصور و محفوظ فرماتے بلکہ اس کے برعکس صحابہ کرام کا طرز عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یزید کی نااہلیت پر تو تمام صحابہ کرام کو اتفاق تھا لیکن یزید پر خروج کو محض فتنہ فساد و خونریزی کی وجہ سے نامناسب خیال فرماتے تھے۔

لیکن جب یزید اپنی بدکرداریوں میں حد سے گزر گیا اور ساکنان مدینہ منورہ نے اس کے باوجود خاموش رہنا عذاب الہی کو دعوت دینے کے لئے اُٹھ کر سمجھتے ہوئے یزید کی بیعت کو ضحک کر کے میدان جہاد میں کو دنیا ہی باعث نجات سمجھ کر علم جہاد بلند کیا جو واقعہ حرہ سے مشہور ہے۔

## یزید علماء اُمت کی نظر میں

تاریخی لحاظ سے کردار یزید کی وضاحت کے بعد اب اس کی شرعی پوزیشن کو علماء اُمت کے نظریات سے واضح کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو اسی سلسلہ میں ہے پیش کی جاتی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

من اخاف اهل المدينة ظمأ أخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين۔ (مسلم شریف)

ترجمہ :- جو شخص خوفزدہ کرے گا مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر لعنت اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔

اہل علم حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ اہل مدینہ نے جب یزید کی بدکرداریوں کی وجہ سے اُس کی بیعت کو فسخ کیا تو یزید کی اجازت پر کس طرح اس کے بدبخت لشکریوں نے اہل مدینہ کے مقدس ترین خون سے اپنے منحوس ہاتھوں کو رنگین کر کے اپنی عاقبت کو برباد کیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس حدیث کا مصداق یزید پلید اور اُس کے لشکری نہیں تو اور کون ہے اگر اہل مدینہ کو ظلماً قتل کر کے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کے بعد بھی حدیث مذکورہ بالا کا مصداق یزید اور اس کے لشکری جنہوں نے وہاں ہر ظلم کو روا رکھا نہیں ہیں تو پھر اور کوئی شخص اس



کا مصداق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اُن کے اس بدترین فعل کو قبیح شمار کیا جاسکتا ہے۔ العباد باللہ۔

اگے اہل مدینہ کی فسخ بیعت کی وجہ ملاحظہ کیجئے۔

امیر الانصار حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ | حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ جو انصاری کے امیر کہلاتے تھے

وہ بیعت یزید کے فسخ کرنے کی وجہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔  
 فقد اخرج الواقدي من طرق ان عبد الله بن حنظلة بن ابي سفيان قال  
 والله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نومي بالجحاش من السماء انه  
 رجل نكح امهات الاولاد والبنات والاحوات ويشرب الخمر ويبدع  
 الصلوة (صواعق محرقة ص ۱۳۲)

”واقدی نے متعدد طرق سے یہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہؓ نے فرمایا کہ واللہ ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت فسخ کیا جب ہم کو اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا کہ وہ (یعنی یزید) البیبا آدمی ہے کہ وہ نکاح کرتا ہے امہات اولاد اور بنات اور اخوات سے اور پیتا ہے شراب اور نازک نما ہے۔“

امیر الانصار حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے بیان سے اہل مدینہ کے خروج کی وجہ اور یزید کی پوزیشن واضح ہو گئی۔

مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ تھیں الحنفی الراشدین اور سعادت تابعین



اور اموی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اُن کا زمانہ یزید کے زمانے کے بہت ہی قریب تھا۔ وہ یزید کے حالات سے کما حقہ واقف تھے۔

اُن کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس شخص کو ڈانٹا اور اس کے بیٹے درے لگوائے۔ یہ واقعہ صواعق محرقة اور تہذیب التہذیب اور تاریخ الخلفاء مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کے راویوں کی تہذیب التہذیب میں توثیق فرماتے ہیں جس سے اس واقعہ کی صحت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا یزید کو امیر المومنین کہنے پر نکیر کرنا اور کہنے والے پر حد جاری کرنا یزید کی شرعی پوزیشن کو واضح کر رہا ہے اور آئندہ اس کو امیر المومنین کہنے والے کے واسطے شرعی سزا بھی بتلا رہا ہے۔

علامہ حنفی حیاۃ الجیوان میں یزید کے بارہ میں کیا الہامی کا قول نقل کر رہے ہیں۔ جس سے یزید کے بارہ میں ائمہ مجتہدین کا مسلک واضح ہوتا ہے۔

### اُکْمَةُ اَرْبَعَةِ

مسئل الیٰ الہرامی الفقیہ الشافعی عن یزید بن معاویہ صلّی اللہ علیہ وسلم  
امہ لا ھل یجوز لعنہ امہ لا فاحباب انہ لم یکن من الصّحابة لانه ولا فی  
ایام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واما قول السلف فیہ لکل واحد من ابی حنیفہ  
ومالک واحمد قولان تصریح وتلویح ولنا قول واحد التصریح دون التلویح  
وکیف لا یكون كذلك وهو المتصدي بالعهد واللّٰعاب بالنزہ ومن الخمر

ترجمہ: ”الکيا الہر اسی فقہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہے یا نہیں۔ آیا اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کی ولادت حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں ہوئی ہے رہا سلف صالحین کا قول اس کی (لعنت) کے بارے میں تو، اس میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ، ایک تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح (یعنی صراحت کے ساتھ لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جب کہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے تو شکار میں رہتا اور نزد سے کھیلتا اور شراب خواری کرتا۔“

اس عبارت سے ائمہ مجتہدین کا مسلک یزید کے بارے میں واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک یزید کا فسق و فجور کس قدر واضح و نا قابل انکار ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے اوپر لعنت کا مسلک زیر غور آیا۔ حضرت امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ صراحت کے ساتھ یزید پر لعنت کے قائل ہیں جیسا کہ صواعق محرقة میں امام احمد بن حنبل کا قول یزید کے بارے میں ابن الفاظ سے نقل کیا گیا ہے فقال یا بنی وھل یتوی یزید اھل یومن باللہ و ملکہ العن من لعنہ صواعق محرقة ص ۱۳۲ فی کتابہ۔

ترجمہ: ”تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ بیٹا کیا کوئی اللہ پر ایمان لانے والا، ایسا بھی ہو گا جو یزید سے دوستی کا دم بھرے اور میں اس پر لعنت

کیوں نہ کروں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔“  
حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایمان باللہ اور حب یرزید کا اجتماع  
ناممکنات سے ہے جیسا کہ ان کے مذکورہ بالا فرمان سے واضح ہے۔

## محققین علماء اُمت و محدثین کرام

مثلاً علامہ قسطلانیؒ، علامہ بدر الدین عینیؒ، علامہ حیتھیؒ، علامہ ابن جوزیؒ، علامہ  
سعد الدین تقطازانیؒ، محقق ابن ہمامؒ، حافظ ابن کثیرؒ، علامہ الکلبیؒ، الہراسیؒ، جیسے  
محققین یرزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی  
کے قائل ہیں جیسا کہ کتاب میں ان کے حوالہ جات سے واضح ہے۔

علامہ ابن حجرؒ صواعق محرقہ میں اہل سنت والجماعت  
علامہ ابن حجر ہیتھیؒ کے یرزید کے بارہ میں دو گروہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک گروہ یرزید پر لعنت کے جواز کا قائل ہے۔ دوسرا گروہ اس پر  
عدم لعنت کا قائل ہے۔ ان دونوں گروہوں کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔  
وبعد اتفاهم علی فسقه اختلافوا فی جواز لعنه بخصوص اسمہ فاجاد

قوم منهم ابن الجوزی ونقلہ عن احمد وغیرہ (صواعق محرقہ ص ۱۳۲)  
ترجمہ: ”اور یرزید کے فسق پر ان کے (یعنی اہل سنت والجماعت کے) متفق  
ہونے کے بعد اختلاف ہوا اُس پر نام لے کر لعنت کرنے میں  
بعض نے اسے جائز رکھا۔ ان میں ابن جوزیؒ ہیں۔ انہوں نے یہ جواز  
امام احمدؒ سے نقل کیا ہے۔“

علامہ ابن حجر کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جو شخص  
یزید کو ناسق و فاجر کی بجائے متقی و پارسا سمجھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت  
سے خارج ہے۔

## حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد ریزہ می کا یزید کے بارہ میں مکتوب گرامی

یزید بد بخت ناسقوں کے زمرہ سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف کرنا  
اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے  
اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر  
پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنی اور اس کی عورت۔  
نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں (وَالَّذِينَ يُوْحِدُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ  
اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)۔

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت  
میں اللہ کی لعنت ہے“ (مکتوب نمبر ۲۵۱ دفتر اول ص ۴۳)

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی

مولانا یزید پر لعنت و عدم لعنت  
پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں  
سب سے اچھا مسلک یہ ہے کہ اس شقی کو ترحم اور مغفرت سے یاد نہ کرے  
اور لعنت جو کافروں کے لئے مخصوص ہے اس سے بھی اپنی زبان کو آلودہ نہ کرے

کیونکہ باوجود کفر کے شیطان پر بھی لعنت نہ کرنا برا نہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ مجیدی کاپنور ۱۰۵)

امام اہل سنت والجماعت حضرت علامہ ابن تیمیہ الحنفیؒ انہ کان  
ملکاً من ملوک المسلمین لہ حسنات ولہ سیئات والقول فیہ کالقول فی امثالہ  
من اللوٹ لاختبہ ولا تسبہ (مجموعۃ فتاویٰ مصریہ ص ۲۱)

ترجمہ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ (یعنی یزید) ایک بادشاہ ہے۔ مسلمان بادشاہوں  
سے کہ اس کی نیکیاں بھی ہیں اور نافرمانیاں بھی اور اس کی مثال اس جیسے  
بادشاہوں کی ہے نہ ہم اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کو گالی دیتے  
ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک یزید عام شاہن اسلام کہ جن میں اچھائی اور برائی  
دونوں پائی جاتی ہیں کی مانند ہے جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں کہ یزید اہل  
سنت والجماعت کے نزدیک اچھائی اور برائی کا جامع ہونے کی وجہ سے فاسق  
و فاجر سمجھا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کی ذات گرامی محتاج تعارف

نہیں کہ ہندوستان کو علوم اسلامیہ سے سب سے پہلے روشناس کروانے والی  
صرف آپ کی ذات بابرکات ہے۔ آج اگر ہندوستان کی علوم اسلامیہ کی تابانی  
کے سامنے تمام ممالک اسلامیہ کی آنکھیں خیرہ ہیں تو وہ آپ ہی کے خاندان کی  
قرانی کا ثمر ہے۔ اُن کا یزید کے بارے میں نظریہ ملاحظہ کیجئے۔



حضرت حذیفہؓ کی روایت شدہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
 تخریص شاعر دعاۃ القتال کا مصداق یزید و مختار کو ٹھہراتے ہیں ودعاۃ  
 الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق حجة اللہ الی اللہ جلد ثانی ص ۱۷۷ اور  
 گمراہی کی طرف بلانے والا یزید ملک شام میں اور مختار عراق میں ؟  
 اس کا فیصلہ ناظرین کرام پر چھوڑنا ہوں کہ جب یزید محض یہی نہیں کہ وہ خود  
 گمراہ ہے بلکہ گمراہی کا داعی ہے کیا گمراہی کی جانب دعوت دینے والا متفق و پیار سا  
 و شرعی خلیفہ ہونے کے قابل تصور کیا جاسکتا ہے  
 ع چون کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمان

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بھی  
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے والد بزرگوار کی طرح ہندوستان  
 کی عظیم ترین شخصیت ہے وہ لعنت یزید میں توقف کی وجہ ان الفاظ سے بیان  
 فرماتے ہیں۔

ہر لعن یزید توقف از الجہت امت کہ روایات متعارضہ و متخالفہ  
 اذان پلیدہ ہر مقدمہ شہادت امام علیہ اسلام واحد شدہ ۔  
 فتاویٰ عزیزی ص ۱۷۷

توجہ یزید پر لعنت میں توقف اس وجہ سے ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت  
 کے واقعہ میں اس پلیدہ کی جانب سے ایک دوسری کے مخالف و  
 متعارض روایات وارد ہیں ۔

اس عبارت سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

صاف ظاہر ہے۔ اُن کی عبادت میں جہاں یزید کا تذکرہ ہے وہ اس کو پلید کے لفظ سے ہی تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ امام حسینؑ کے خروج کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وہنوز اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بہ تسلط یزید پلید و اہنی نہ شدہ بودند۔ (تھاوی عزیزی ص ۲۱)

ترجمہ: اور ابھی اہل مدینہ اور اہل مکہ و اہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی نہیں ہوئے تھے۔

حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ | حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بارے میں طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں۔

حاصل یہ کہ ہمارے نزدیک یزید پلید سب آدمیوں سے زیادہ بدتر و مفوض ہے اور اس بے سعادت نے وہ کام کئے ہیں کہ اس اُمت میں کسی نے نہیں کئے بعد قتل امام حسینؑ کے اور اہل بیت کی امانت کی۔ اُس نے مدینہ منورہ کے خراب کرنے کو اور وٹاں کے رہنے والوں کے قتل کرنے کو لشکر بھیجا اور بقیہ اصحاب و تابعینؓ کے قتل کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کی تخریب کے بعد مکہ منظمہ اور اس کی حرم شریف پر قبضہ کرنے کا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کا حکم دیا۔ انہیں دنوں اسی حالت میں وہ مر گیا۔

ص ۹۴

(نور الایمان ترجمہ نور الایقان مصنفہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ | حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں۔

لہذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرآن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۹

اس عبارت سے حضرت مولانا گنگوہیؒ کا نظریہ یزید کے بارے میں ظاہر ہے کہ اہل سنت والجماعت کے لعنت یزید کے بارے میں دو گروہ ہیں ایک گروہ اس پر جواز لعنت کا قائل ہے اور دوسرا گروہ عدم جواز کا قائل ہے اور حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی عدم جواز لعنت کے قائل ہیں بہر صورت فسق یزید پر تمام کا اتفاق ہے۔ لیکن حضرت مولانا دونوں گروہوں کی تصویب فرما کر ترجیح عدم جواز لعنت کو دیتے ہیں جیسا کہ آگے انہوں نے خود اس کی تصریح کی ہے

حضرت مولانا تھانویؒ | حضرت مولانا حسینؒ کے خروج

کے بارے میں ایک طویل سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے، دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا، حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گواہوں میں اقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول ظالم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنا پر مظلوم پر ان کو شہید مانیں گے۔“

باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے مغرور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کرانا تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسنؒ کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوصاً اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خطیفہ بناتے۔ (فتاویٰ امدادیہ ج ۵ ص ۵۴)

حضرت مولانا تھانویؒ نے اتنی عبارت میں بہت سے اشکالات کا حل فرما دیا۔ منیب کے لئے تو بس یہی کافی ہے۔ ہندی کے واسطے تمام قرآن بھی ناکافی ہے۔

ان حضرات کے علاوہ استاذی المکرم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی غسقی یزید کے قائل ہیں اور حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی

کفر یزید کے قائل ہیں جیسا کہ تفسیر منظرہ ص ۲۱۹ میں انہوں نے کفر یزید پر لائل پیش کئے ہیں۔

علماء محققین کے پیش کردہ نظریات کے پیش نظر جب کہ بعض اُن میں سے لعن یزید کے قائل ہوں۔ یزید کے لئے کون سی خوبی ہے جس کو ثابت کرنے کے واسطے عباسی صاحب نے نامحود کو شمش فرمائی ہے۔ جب نصوص لحد و تاریخ اسلامی و علماء کی روایتی کے نزدیک یزید کی بدکرداریوں کی وجہ سے اس کا مذکورہ بالا مقام متعین ہو چکا ہے۔ پھر اس کو وٹاں سے اٹھا کر بلند مقام پر لے جانا عباسی صاحب کے بس کی بات نہیں ہے۔

### حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ

شاہ بہت حسین یاد شاہ بہت حسین

دین بہت حسین دین پناہ بہت حسین

سرداد نہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ بہت حسین

یہاں حضرت امام حسینؑ کے اقدام خروج کی صحت ہی نہیں بلکہ لا الہ کی بنیاد ہی امام عالی مقام کے اس اقدام شرعی پر رکھتے ہوئے یزید کی ناپائیداری کو حضرت معین الدین چشتیؒ واضح فرما رہے ہیں۔



**فسق یزید** | گزر چکے ہیں جن کا مصداق محدثین کرام نے یزید ہی کو قرار دیا ہے، اس لئے کہ اُس کے ذاتی فسق و فجور کے علاوہ خاندان نبوت کی شہادت اور اسلام کے مقدس ترین مراکز کی بے حرمتی اور وطن کے باشندگان شہیع نبوت کے پروانوں کا قتل عام یہ تین کارنامے اُس کے دورِ اقتدار کے ایسے قبیح و تہرین افعال ہیں کہ جن کی وجہ سے ارشاد نبوت **هکلة امتی علی ابیدی علیہ من قریش** کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لوگوں کے نامتوں سے ہوگی کا مصداق یزید اور اُس کے ہمنوا سائبیوں کے سوا اور کسی کو قرار ہی نہیں دیا جاسکتا بلکہ بعض روایات میں یزید کے نام کی تصریح موجود ہے جیسا کہ البدایہ و النہایہ میں مذکور ہے۔

لا یزال امر هذه الامّة قائماً بالقسط حتی یكون اول من یتلمه من اجل من بنی امیة یتقال له یزید البدایہ والنہایہ ج ۲۳۱ -  
 ترجمہ :- میری امت کا امر و حکم عدالت کی بنیادوں پر قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اُسے تباہ کرے گا بنی امیہ سے ایک آدمی ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔  
 اور یہ روایت صواعقِ محرقہ میں بھی موجود ہے۔

اس کی سند میں اگرچہ کلام کیا گیا ہے لیکن دوسری احادیث اور یزید کے افعالِ شنیعہ اور محدثین کے فہمِ ناقب کے پیش نظر اس کی سند

میں کلام ضرور رساں قرار نہیں دیا جاسکتا۔  
اسی سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ملاحظہ  
کیجئے۔

من اخاف اهل المدينة فلما اخافه الله وعليه لعنة الله والملائكة

والناس اجمعين (مسلم شریف)

ترجمہ: ”جس نے خوف زدہ کیا اہل مدینہ کو ظلماً خوف زدہ  
کرے گا اللہ اس کو اس پر خدا کی لعنت اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں  
کی۔“

یزید کی فوج نے اس کے حکم سے جس قدر بدترین سلوک سالکانِ  
مدینۃ الرسول سے کیا ہے اس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے  
عاجز ہے۔ کون سا وہ ظلم تھا جو ان بد بخت شکاریوں نے صحابہ کرام  
و تابعین عظام کے برگزیدہ گروہ سے نہیں کیا۔ اس قدر وضاحت کے  
بعد یزید اور اس کے بد بخت شکاریوں کو حدیث مذکورہ کا مصداق قرار  
نہ دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ یزید کے بارے میں تفصیلی بیان پہلے  
مذکور ہو چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

لیکن اس کے برخلاف راقم الحروف نے ایک نام نہ رسالہ میں استاذی  
المکرم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ہتھم دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی  
کی کتاب شہید کر بلا اور یزید پر تبصرہ دیکھا جس میں ایک صاحب کی طرف  
سے حضرت موصوف کی فسق یزید کے منصوص ثابت کرنے میں سختی سے

مخالفت کی ہے جس کے پڑھنے کے بعد اتم الحروف کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس قدر وضاحت کے بعد ایک صحیح و ثابت شدہ چیز کی مخالفت محض اس بنا پر کرنا کہ اُن کا سابقہ مضمون کہیں غلط نہ ہو جائے باعث استعجاب نہیں تو اور کیا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے فسق یزید کے مضمون ہونے کے خلاف جو دلائل پیش فرمائے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

کہ یزید کے فسق کو ہم ایک عقیدہ کی طرح واجب التسليم نہیں سمجھتے ہماری ناقص رائے میں یزید کے فسق کا مسئلہ ایک خالص تاریخی مسئلہ ہے۔

تاریخ سے اگر کسی کے نزدیک یزید کے متعلق ان اعمال و افعال کی نسبت صحیح ثابت ہوتی ہے جو موجب فسق ہیں تو بے شک اس پر فسق کا شرعی حکم لگے گا لیکن شریعت یہ کسی پر لازم نہیں کرے گی کہ یزید کو فاسق مانا جائے اور اس کے لئے فسق کے ثبوت پر عقیدہ رکھا جائے اس لئے کہ یہ ثبوت کسی شرعی نص سے نہیں بلکہ تاریخ سے ہو رہا ہے اور تاریخ خواہ فنی اعتبار سے کسی کے فسق کا کتنا ہی پکا ثبوت پیش کرتی ہو شرعی اعتقاد کی موجب نہیں ہو سکتی۔ آگے فرماتے ہیں۔

العرض کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسليم ہونا صرف کتاب و سنت کی خبر کی بنا پر ہو سکتا ہے اور کسی بنیاد پر کسی معین شخص کی اچھائی برائی بطور عقیدہ واجب التسليم نہیں۔

پس کسی بھی شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو مخصوص کتاب و سنت کی

بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا۔  
لگے فرماتے ہیں۔

کہ آخر ان روایتوں میں سے کوئی روایت میں اس امر کی واجب  
الاعتقاد تعیین ہوتی ہے کہ علامۃ من قریش میں یزید بھی ضرور داخل ہے  
حضرت ابو ہریرہؓ اگر ۳۷ھ سے پناہ مانگتے تھے یا کون کہہ سکتا ہے کہ  
حضور کے الفاظ امارۃ صبیان میں یزید کی امارت بھی ضرور شامل ہے۔  
خصوصاً اس وقت جب کہ امارت صبیان کی جو علامت حضورؐ نے  
بیان فرمائی اسے یزید پر مطبق کرنا نہایت مشکل ہے اس لئے کہ وہ  
ذاتی طور پر شرار فتنہ میں ڈوبا ہوا سہی مگر اس سے کوئی ایسا حکم ثابت  
نہیں جس پر عمل کر کے امت کا دین برباد ہوتا ہو اور جب ایسا کوئی حکم  
ثابت نہیں تو اس کا تو سوال ہی نہیں کہ اپنے کسی ایسے حکم کی نافرمانی  
کئے جانے پر اس نے لوگوں کو مارا کاٹا ہو۔

پس آنحضرتؐ نے صرف اتنا فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد آپ کی  
امت میں بعض ایسے خلف پیدا ہوں گے۔ یہ ساٹھ سال کب پورے  
ہوئے اس کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں اس کا صحیح علم اگر  
ہو سکتا تھا تو صرف ابو سعید خدریؓ (روای حدیث) کو یا حضورؐ کا یہ ارشاد  
سننے والے کسی دوسرے صحابی کو۔ مگر ہمیں صرف ابو سعید خدریؓ ہی کا نام  
معلوم ہے کہ انہوں نے یہ ارشاد حضورؐ سے سنا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب اسی واقعہ کی طرف توجہ کیجئے کہ ابو سعید

خدریؒ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے حضرت حسینؑ کو یزید کی بیعت پر مستقیم رہنے کی تلقین ابن کثیر ناقل ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔

کیا اس سے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ جو ہمارے علم میں واحد ہستی ہیں جنہیں اس ساٹھ سال کی مدت کا صحیح شمار ہو سکتا تھا۔ ان کے شمار سے ساٹھ سال کی یہ مدت سترہ میں پوری نہیں ہوئی تھی ورنہ آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ جن روایات کی رو سے یزید قطعی جہنمی ثابت ہو رہا تھا۔ وہ حسین (سید شباب اہل جنت) کو اس جہنمی کے خلاف خروج کے مطالبے میں اللہ سے ڈرا رہے ہیں۔

یہ مضمون نگار کے اپنے خیالات ہیں جن کے دلائل سطحی لحاظ سے بڑے پختہ و ناقابل تردید معلوم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعض حضرات نے فسق یزید کے متصوص ہونے کی تغلیط شروع کر دی جس سے نہ صرف اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی تغلیط لازم آتی ہے۔ الغیاذ باللہ جیسا کہ آگے جواب سے واضح ہے لیکن درحقیقت یہ دلائل اثبات دعویٰ میں نہایت ہی کمزور اور مضمون نگار کے عدم رسوخ فی العلم کو عیاں کرتے ہیں اگرچہ مضمون نگاری کے اعتبار سے بڑی شہرت کے مالک ہیں۔

فسق یزید کے متصوص ہونے کے بارے میں آنحضرتؐ کی پیشین گوئی مختلف اسلوب سے بیان کی جا چکی ہے۔ اس کے بارے میں محدثین کرام کا نقطہ نظر پہلے کتاب میں درج کیا جا چکا ہے۔



وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حوالہ اور ہدیہ ناظرین ہے تاکہ فریق یزید کے منصوص ہونے کے بارے میں محدثین کرام کا نظریہ واضح ہو جائے۔

## مؤ علامہ عبد الرؤف مناوی محدث زمان کا نظریہ

یزید کے بارے میں علامہ مناوی آنحضرتؐ کی حدیث احادیث امتی علیٰ یدی غلمۃ من قریش کا مصداق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال جمع منہم القرطبی متعم یزید بن معاویہ واضرابہ من احداث ملوک بنی امیۃ فقل کان منہم ما کان من قتل اهل البیت وخیار المهاجرین والافاضل بحکۃ والمدنیۃ وسجی اهل البیت قال القرطبی وغیرہ خاف ما صدر من بنی امیۃ وحماہم من فاک الامم و اتلاف الاموال واحداث الناس بالمجاز والعراق وغیرہما۔ قال وبالجملة فبنوا الامیۃ قابلو اوصیۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی اهل بیتہ وامتہ بالمخالفة والعقوق فسکوا دماءہم وسبوا النساء ہم واسوا واصغارہم وخرلوا احیاءہم وحجروا اشہم وفصلہم واستباحوا تسامہم وسبیہم وسبہم فالفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وصیۃ وقابلوہ بتقیض قصده وامنیۃ فیما خجلہم اذا التقوا بین یدیه ویا فضیحتہم لوہ یعرضون علیہ وھذا الخبر من المعجزات وقال ابن حجر وتبعہ القسطلانی وفی کلا

ابن بطال اشارت الی ان اول الاعلمۃ یزید کان فی سنۃ ستین  
قال وهو کذلک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیہا ولقی  
الی سنۃ اربع و ستین فمات ثم فی ولدۃ معاویۃ مات بعد  
اشہر قال الطیبی رحمہم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی منامہ ینبئون  
علیٰ منہ <sup>۳۵۵</sup> فیض القابری ص ۶

اس سے محدثین کرام کا نقطہ نظر یزید کے بارے میں کہ وہ اس  
حدیث کا اولین مصداق ہے بالکل واضح ہے جس کا انکار نہیں کیا جا  
سکتا بلکہ محدثین کرام آنحضرت کی اس پیشین گوئی کو معجزات سے شمار  
کرتے ہیں۔

اس قدر وضاحت کے بعد فسق یزید کو غیر منصوص کہنا باعث استعجا  
نہیں تو اور کیا ہے۔ مضمون نگار نے فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی  
مسئلہ پھیل کر کے جو غلطی کی ہے اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں  
آتی۔

۱، کہ اگر تاریخی اعتبار سے ہی یزید کا فسق تسلیم کر لیا جائے اور  
پھر تاریخ ہی یزید کے بارے میں شرعی حکم طلب کر رہی ہو  
پھر تیار کیا جائے کیا جواب دیا جائے گا یہی کہ وہ فاسق ہے  
جب اس پر فسق کا شرعی فتویٰ لگے گا تو پھر شرعی لحاظ سے  
ایسے شخص کے متعلق کیا نظریہ رکھا جائے گا۔ کیا عقل و نقل  
دونوں کا یہ فیصلہ نہیں کہ ایسے شخص کے اعمال کے مطابق اس

کے فسق کا نظریہ رکھا جائے تاکہ احکام اسلامی کی عظمت برقرار رہے۔

اس صورت میں بھی فسق بیزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی کہنا صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مضمون نگار اپنے کسی سابقہ مضمون کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں ورنہ حقیقت بالکل واضح ہے۔

(۲) تاریخ فسق کو ثابت نہیں کرتی بلکہ تاریخ ان اعمال و افعال کی منظر ہے جو موجب فسق ہیں۔ اب جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوگا جو موجب فسق ہیں اس کے متعلق اگر شارع کی جانب سے کوئی پیشین گوئی موجود ہے تو اس پیشین گوئی کے مطابق اس کے فسق کو عقیدۂ تسلیم کرنا پڑے گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونا صرف کتاب و سنت ہی پر مبنی ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر حیثیت سے اس کی تعین نصوص اسلامیہ سے ہو بلکہ جن افراد کے صالح او غیر صالح ہونے کی حضورؐ نے پیشین گوئی فرمائی ہے حضورؐ کی پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے واسطے ان علامات کا پایا جانا ہی کافی ہے جو حضورؐ نے پیشین گوئی میں بیان فرمائی ہیں۔ مثال کے طور پر آنحضرتؐ کے فرمان تَلَّوْنَ دِجَالَوْنَ کُنْ اِلَوْنَ کَلِّمِ بَرِّعِمْ اَللّٰہ

نبی اللہ کو ملاحظہ فرمائے کہ تیس دجال آئیں گے۔ اُن دجالہ کی نشانی حضورؐ نے یہ بیان فرمائی کہ ہر ایک اُن میں سے اپنے آپ کو نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اب جو شخص بھی اس دعویٰ کے ساتھ سامنے آئے گا وہ حضورؐ کی اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھا جائے گا۔

لیکن نص میں ان مدعیان نبوت کی کوئی تعیین نہیں کہ وہ کون کون ہیں اور اُن کے کیا نام ہیں۔ بلکہ تاریخی لحاظ سے جس کا بھی دعویٰ نبوت ثابت ہوا اُس کے ارتداد کو بطور عقیدہ واجب التسليم سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس دعویٰ کے ساتھ سامنے آنا ہی سب سے بڑی علامت اس کی تعیین کی ہے۔ لیکن افسوس کہ مضمون نگار نے کس قدر غلطی کی ہے کہ مرتدین کا راستہ بھی ہموار کر دیا کہ جب کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسليم ہونا صرف کتاب و سنت کی خبر کی بنا پر ہو سکتا ہے اور کسی بنیاد پر کسی معین شخص کی اچھائی برائی بطور عقیدہ واجب التسليم نہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا کوئی منبع اگر مضمون نگار سے یہ سوال کرے کہ پھر ہمارے نبی کے ساتھ اس کے برعکس اُس کی برائی بطور عقیدہ واجب التسليم کیسے؟ جب کہ اس کی تعیین بھی تاریخ سے ہو رہی ہے نہ کہ نص سے۔ تو کیا اس کو یہی جواب دیں گے کہ واقعی اس کی برائی بھی بطور عقیدہ واجب التسليم نہیں ہرگز نہیں۔

تو اس سے یہ صاف واضح ہو گیا کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ کتاب و سنت کی خبر پر مبنی ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں جو



فاضل مضمون نگار بیان فرما رہے ہیں۔ ورنہ پھر ان مدعیان نبوت کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے گا۔

پس فسق یزید کے منصوص ہونے کا مسئلہ بھی ایسا ہی سمجھے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونے کا مسئلہ ہے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعین بجائے نص کے تاریخ سے ہو رہی ہے۔ ایسا ہی یزید کے تعین بھی تاریخ ہی سے کافی سمجھی جائے گی جب نفس ایمان کے مخالف کی تعین کے لئے تاریخ کافی تصور کی جا سکتی ہے تو پھر عملی زندگی کے کمزور شخص کی تعین کے لئے تو بطریق اولیٰ تاریخ کافی تصور کی جائے گی۔ پس یہ کہنا کہ کسی بھی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص کتاب و سنت کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہنا کہ یزید سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں کہ جس پر عمل کر کے امت کا دین برباد ہوتا ہو۔ کس قدر غلط اور خلاف حقیقت ہے۔ کیا استعلال مکہ مکرمہ اور اباحت مدینہ طیبہ اور مدینہ الرسول کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دین کی اشاعت کا سبب تھا اور اسلام کے مقدس ترین مقامات کی بے حرمتی امت کے دین کی اگر بربادی نہیں تو اور بربادی کس چیز کا نام ہے۔ کیا خاندان نبوت کی بے حرمتی اس کے اقتدار کی منحوس یادگار نہیں۔ اس کی ذمہ داری اگر یزید پر نہیں اور کس پر اس کی ذمہ داری ڈالی جائے گی۔ فوجی آفیسر بھی آخر اسی کے ماتحت تھے۔ کیا اس قدر عظیم ترین شخصیت



پر مانتھ ڈالنا کسی فوجی افسر کا ذاتی فعل قرار دیا جاسکتا ہے۔ حضرت شاہ  
عبد العزیز محدث دہلویؒ تو فرماتے ہیں کہ بزرید پلید کو اہل بیت سے عداوت  
تھی۔ اصل عبارت ملاحظہ کیجئے۔

پس معلوم ہوا کہ آزدگی معصوم کے ساتھ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک  
وہ جو تعصب اور عداوت کی بنا پر ہو۔ جس طرح بزرید پلید کو عداوت اہل  
بیت اطہار کے ساتھ تھی (تحفہ اشعار پر ص ۴۱۴)۔ تو پھر کیا جن سے  
محبت و مودت جزو ایمان ہے۔ ان کی بے حرمتی ہی نہیں بلکہ خاک و  
خون میں لپٹانا اُمت کے دین کا برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ خصوصاً  
ایسے شخص کے اقتدار میں جس کو ان سے عداوت ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سنا ہے کہ بعد ایسے خلف ہوں گے  
خاروں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ قریب  
نعمی (وادی جہنم) میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اس پر فاضل معقول نگار فرماتے ہیں۔ یہ ساٹھ سال کب پورے ہوئے  
اس کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں۔ کہ سقندر غلط اور بے بنیاد بات  
تخریب کی ہے۔ حضرت مولانا نے غور نہیں فرمایا کہ اگر پیشین گوئی کے وقوع  
فی الخارج کے بعد بھی کسی کو آج تک ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم  
نہیں ہوا تو پھر پیشین گوئی کا اعجاز ہرگز برقرار نہیں رہ سکتا۔

دوسرے لفظوں میں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ پیشین گوئی ہی صحیح نہیں

اس لئے کہ جب آج تک کسی کو ساٹھ سال (جو کہ حدیث میں موجود ہیں) کے پورا ہونے کا ہی علم نہیں کہ کب پورے ہوئے۔ یہ اسی صورت میں قابل تسلیم ہے جب یہ مانا جائے کہ پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا، ورنہ پیشین گوئی کے ظہور کے بعد ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم نہ ہونا، کیونکہ صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ لہذا آج تک پیشین گوئی کا وقوع نہ ہونا اس کا بین ثبوت ہے کہ پیشین گوئی صحیح نہیں العباد باللہ۔

لہذا یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ ساٹھ سال کے پورے ہونے کا کوئی ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں۔ دوسرے اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی مدت کی پیشین گوئی کی نسبت لازم آتی ہے جس کے علم کا ذریعہ ہی امت کے پاس کوئی نہ ہو جو شان نبوت کے خلاف ہے۔

رنا حضرت ابوسعید خدریؓ کا طرز عمل کہ جب خود ہی اس روایت کے ردای ہیں کہ جس کی رو سے بیزید جہنی ثابت ہو رہا ہے وہ حضرت حسینؓ سید شباب اهل الجنة کو اس جہنی کے خلاف خروج کے معاملہ میں اللہ سے طرار ہم میں آخر یہ کیا ماجرا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ بیزید کے زمانہ اقتدار کے شروع میں جب کہ اس کے تمام افعال شیعہ منظر عام پر نہیں آئے تھے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا تھا کہ ان احادیث کا مصداق یہی صاحب اقتدار ہے کیونکہ ان علامات کے ظہور سے پہلے جن کا ذکر احادیث میں ہے جہنی فیصلہ کرنا کہ بیزید ہی ان احادیث کا مصداق ہے کسی طرح بھی درست نہیں تھا۔ اس لئے کہ صحابہ عالم الغیب

تو نہیں تھے اور حدیث میں اس کے نام وغیرہ کا ذکر نہیں، لہذا بعد از ظہور  
افعال شنیعہ ہی اس کے مصداق ہونے کو پہچانا جاسکتا تھا۔ اس چیز کے پیش  
نظر حضرت ابوسعید خدریؓ کے طرز عمل سے استدلال کیسے صحیح اور یزید ان اتحاد  
مصداق ہونے سے کیسے خارج۔ پس حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت  
بھی صحیح اور یزید کا اس روایت کا مصداق ہونا بھی درست اور حضرت  
ابوسعید خدریؓ کا حضرت امام حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا  
بھی مصداق حدیث ہونے پر اثر انداز نہیں لیکن تمام افعال ناشائستہ منظر  
عام پر آنے کے بعد مثلاً اہانت اہل بیت و استحلال مکہ و اباحت مدینہ  
صحابہ و تابعین کا قتل عام ہو چکنے کے بعد یزید کی برأت کے لئے حضرت  
ابوسعید خدریؓ کے اس وقت کے طرز عمل سے استدلال پکڑنا جب کہ  
یہ تمام چیزیں پردہ غیب میں مستور تھیں مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے  
راقم الحروف کو یہ معلوم کر کے بڑا صدمہ پہنچا کہ فاضل مضمون نگار بہت  
بڑی شخصیت کے خلف الرشید ہیں کہ اگر ایسے حضرات کی دینی بصیرت  
کا یہ حال ہے تو دوسروں پر کیا شکوای آگے فرماتے ہیں۔

قرآن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان قائم ہوتا ہو کہ یزید اس فہرست  
میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے داخل نہ  
ہو۔ اس لئے کہ احادیث کے الفاظ کسی معین شخص کی تعین کے لئے  
مساعدت نہیں کرتے اور جب صورت ہے تو ہم میں سے کسی بڑے  
سے بڑے کے لئے بھی اس جرأت کی گنجائش نہیں ہے کہ ان احادیث

کی بنیاد پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب التسليم قرار دیا جائے۔ اس کا مال حضرت رسالت کی طرف اپنے ظن و تخمین کی بنیاد پر ایک بات کی حتمی نسبت ہے اور اس کی حجرات کو روار کھنے کا آج تک اسلام میں تصور نہیں کیا گیا۔

کیا اچھا ہوتا اگر فاضل مضمون نگار اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتے اس لئے کہ اس سے محض نیرید ہی کی برأت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کے ارتداد اور آنحضرتؐ کے ارشاد نلشون و جالون کلہم یزعم انہ نبی اللہ میں داخل ہونے پر امت مسلمہ، اجماع کر چکی ہے۔ کی بھی برأت تسلیم کرنی پڑے گی کیونکہ یہاں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان ہوتا ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی ان تیس دجالہ میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے داخل نہ ہو اس لئے کہ احادیث کے الفاظ کسی شخص کی تعیین کے لئے مساعد نہیں کرتے العیاذ باللہ۔

چون کفر از کعبہ پر خیمہ زد کجا ماند مسلمان

جب ان احادیث کی بنا پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب التسليم قرار دینا صحیح نہیں تو پھر کسی شخص معین کے ارتداد کو جو فسق سے نہایت ہی قبیح ہے۔ ایک عقیدہ کی طرح واجب التسليم قرار دینا کس طرح صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔ واقعی اگر اس قسم کے لایعنی دلائل سے کوئی دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے تو پھر ہر شخص اپنے دعویٰ میں دلائل کے



اعتبار سے سچا ہے۔

اس نظریہ سے کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص کتاب و سنت کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو۔ عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیشین گوئیوں کا غلط ہونا لفظ آتا ہے اس لئے کہ ہر پیشین گوئی کے مصداق کا وقوع فی الخارج کے اعتبار سے پایا جانا تمام اہل اسلام کے نزدیک ضروری و لازمی ہے۔ بلکہ یہاں ایمان کا لازمی جز ہے کہ جو آقا نے فرمایا وہ ہر صورت ہو کر رہے گا پیشین گوئی کے مصداق کی تعین جب تاریخی روایات سے نہیں کی جاسکتی جو کہ واحد ذریعہ ہیں۔ اس کی تعین کا تو پیشین گوئی پھر کیے اور کیونکہ صحیح قرار دیا جاسکتی ہے کیونکہ مثال کے طور پر جس شبہ کی بنا پر یہاں تریہ کو حدیث کا مصداق قرار دینے سے خارج قرار دیا ہے وہ شبہ ہر اس شخص پر مصداق آئے گا جس کو بھی مصداق حدیث قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں جس چیز کا مصداق حدیث ہونے کی حیثیت سے خارج میں پایا جانا لازمی و ضروری تھا۔ فاضل مضمون نگار کے نظریہ کے مطابق اس کا خارج میں پایا جانا تو درکنار اس کے وقوع فی الخارج کا تصور بھی اسلامی نظریہ کے خلاف ہے۔

اس لئے کہ جس کو بھی تاریخ پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے لئے پیش کرے گی۔ اس کے عدم مصداق ہونے پر مذکورہ شبہ اور یہ کہ اس صورت میں اس کا مال حضرت رسالت کی طرف اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر ایک بات



کی حتمی نسبت ہے اور اس کی جرأت کو دہرا رکھنے کا آجنگ اسلام میں تصور نہیں کیا گیا کو نہ نظر رکھتے ہوئے مہر تصدیق ثبت کر دی جائے گی کہ واقعی یہ اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر حضرت رسالت کی طرف ایک بات کی حتمی نسبت ہے۔

تو اس صورت میں محض یہی نہیں کہ پیشین گوئی کی تغلیط ہے بلکہ اسلامی نظریات کی ایک گونہ تفحیک ہے۔ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے مامون و محفوظ رکھے۔

فہمق بیزید کے منصوص ہونے کا کوئی جدید نظریہ نہیں بلکہ ائمہ محدثین کا یہی نظریہ ہے۔ یہ کہنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ علماء دیوبند ائمہ محدثین سے اس مسئلہ میں متفق و متحد ہیں اگر اسلاف دیوبند کا اس مسئلہ میں کوئی الگ مسلک ہوتا تو ضرور اس کا کہیں ذکر ہوتا اور محدثین کے نظریہ کی تردید ہوتی۔ بلکہ علماء دیوبند کا فہمق بیزید کی منصوصیت کے بارے میں وہی مسلک ہے جو ائمہ محدثین کا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اس مسئلہ میں نقطہ نظر ملاحظہ کیجئے  
حضرت شاہ صاحب حضرت حدیث کی روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دعاء الفضل بیزید بالشام ومختار بالعراق حجة الله البالغ ۵۸  
توحہ :- اور گمراہی کی جانب بلائے والا بیزید تھا۔ ملک شام میں اور

مختار وغیرہ عراق میں ۔

یہ آنحضرت کے فرمان ثم ینشاء دعاة الضلال کا مصداق تیرید وغیرہ کو قرار دے رہے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اس خاندان اور علماء دیوبند کے مسلک کو الگ سمجھنا عدم واقفیت کی دلیل ہے ورنہ حقیقت نصف التہار کے مانند ظاہر ہے کہ علماء دیوبند درحقیقت خاندان ولی اللہی کے مظاہر ہیں جس قدر کمالات علمیہ کی بارش علماء دیوبند پر ہوئی، یہ اُسی خاندان کے فیوضات غفرانہ کی برکت کا نتیجہ ہے کہ آج تمام دنیا اس سرزمین سے نکلی ہوئی نورانی شعاعوں سے مستنیر ہو رہی ہے۔

اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک ہمیں قابل تعجب نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا علماء دیوبند اس مسئلہ میں اپنے اساتذہ کے خلاف نظر یہ رکھتے تھے۔

رہا علماء کا یہ فرمان کہ جواز لمن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اپنی جگہ صحیح و ناقابل تردید ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گلوبی نے فرمایا ہے اس لئے نفس فسق تو حدیث سے ثابت ہے لیکن اعمالی فسق کا اقع وغیر اقع ہونا اور اعمال غیر شریعت کا مستعمل وغیر مستعمل سمجھ کر ارتکاب کرنے کا مدار تو تاریخ پر ہے۔ یعنی اعمال فاسقانہ کا ارتکاب محض فسق کا قوی دیتا ہے یہ منصوص ہے لیکن آگے ان اعمال فاسقانہ کا اقع وغیر اقع یا ان کا ارتکاب مستعمل وغیر مستعمل سمجھ کر کرنا اس کا ثبوت تاریخ ہی سے ملے گا۔

جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہونے سے فسق یرید کے مسئلہ کو خالص تاریخی مسئلہ پر معمول کرنا مفہم خیر نہیں تو اور کیا ہے۔ اس لئے کہ فسق کے آخری حدود کے غیر منصوص ہونے سے نفس فسق کے غیر منصوص ہونے پر استدلال کرنا اہل علم کی شایان شان کے خلاف ہے کیونکہ ابتدا اور انتہا کو ایک ہی درجہ میں رکھنا ایام طفولیت کی یاد کو تازہ کرنا ہے۔

یرید کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصریح کے بعد کہ آپ صاف اس کو آنحضرت کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں یہ کہنا کہ یہ علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

**ستین سنت کی بحث** رہی یہ بحث کہ روایات میں جو ساٹھ سالہ مدت کا ذکر ہے۔ اس کا آغاز حضور

کی وفات سے سمجھا جائے یا ہجرت سے اس کے متعلق عرض ہے کہ اس قدر طویل مدت گزرنے کے بعد جب کہ پیشین گوئی بھی نصف النہار کی طرح ظاہر ہو چکی ہو اور شارحین حدیث نے بھی اس کے ایک ایک مصداق کی تعبیر کر دی ہو یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد اب اس میں ایسے شبہات پیدا کرنا جس سے مصداق حدیث مشکوک ہوتا ہو پیشین گوئی کے اعجاز کا انکار نہیں تو اور کیا ہے۔

باقی رہی اصل حقیقت، اس کے متعلق عرض ہے کہ پیشین گوئی کا اعجاز علی وجہ الکمال اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے جب پیشین گوئی میں

ایسی چیزیں ذکر کی جائیں جو فیما بین الناس معروف و مشہور ہوں کیونکہ غیر معروف اشیاء کا ذکر پیشین گوئی کے اعجاز کے خلاف ہے لیکن ان اشیاء کا معروف و مشہور ہونا ظہور پیشین گوئی کے زمانہ میں ضروری ہے پیشین گوئی کے وقت ضروری نہیں۔

اب لیجئے اصل بحث کو کہ سلسلہ سے مراد کون سا سن مراد ہوگا۔ مذکورہ بحث کے پیش نظر وہی سن مراد ہوگا جو اہل اسلام میں معروف و مشہور ہے تو متعارف فیما بین الناس وہ سن ہجری ہے نہ کہ سن وفات۔ اس لئے کہ اہل اسلام کے سن کی ابتداء ہی آنحضرتؐ کی ہجرت سے ہوتی ہے۔ باقی اگر کسی روایت میں سلبین کا لفظ آیا ہو یعنی سلسلہ کا ذکر ہو تو اس صورت میں دس سال قبل از ہجرت بھی شامل کرتے پڑیں گے تاکہ روایات میں تعارض نہ رہے۔

لیکن اگر ساٹھ سالہ مدت کا آغاز حضورؐ کی وفات سے ہی سمجھا جائے اور اس صورت میں یہ مدت سترہ پر نہیں بلکہ سترہ پر تمام ہونے کا دعویٰ کر کے یزید کو ان اخلاف کی فہرست سے نکالا جائے، جیسا کہ فاضل مضمون نگار نے ایسا کیا ہے تو علاوہ دوسری خرابیوں کے کسی بھی شخص کو پیشین گوئی کا مصداق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ جس کے بھی مصداق ہونے کا دعویٰ کیا جائے گا اُن کے اپنے اصول کے مطابق بہر صورت اس کا مال حضرت رسالت کی طرف اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر ایک بات حتمی کی نسبت لازم آئے گی جس کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصور نہیں کیا گیا۔

تو اس صورت حضور کی پیشین گوئی کا انکار لازم آئے گا جس کا تصور بھی ہر مسلمان حرام سمجھتا ہے۔

جناب محمود احمد صاحب عباسی نے

## کتاب خلافت معاویہ و یزید کا پس منظر

جو ریسرچ پیش فرمائی ہے، اس میں ایک بھی دلیل ایسی نہیں جو یزید کی پارٹیاں اور اس کی خلافت شرعیہ کے اثبات میں کافی ہو جیسا کہ راقم الحروف نے اجمالاً اس کا تعارف کرایا ہے۔ پھر لطف یہ کہ جن کتابوں سے عباسی صاحب نے حوالہ جات پیش فرما کر اپنا نقطہ نظر ثابت کرنے کی ناجھود سعی فرمائی ہے ان کے تمام مسلم مصنفین یزید کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عباسی صاحب کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس کو اصل حقیقت سے ادنیٰ مناسبت بھی نہیں بلکہ حقیقت سے اس کو اسی قدر بُعد ہے جس قدر اس کے بے لاگ ریسرچ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں عباسی صاحب نے جو روش اختیار کی ہے اس سے اس کتابچے کے منظر عام پر لانے کا پس منظر عیاں ہو جاتا ہے کہ اس سے عباسی صاحب حقائق اہلیہ کو ثابت نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنی اغراض پتہانی کے پیش نظر امت مسلمہ کی خاندان بنوت سے دایہ عشق و محبت کو رقابت خاندانی کی وجہ سے ختم کرنے کے ارادے سے رقابت خاندانی کے مظہر کو بے لاگ ریسرچ کے نام پر منظر عام پر لائے ہیں۔



رقابت خاندانی کی وجہ سے بعض انسان ایسے کام کر گزرتے ہیں کہ دنیا  
 مسلم تو کجا شرافت انسانی بھی کا تپ اٹھتی ہے لیکن وہاں دیانت و شرافت  
 کا گزرتو درکنار اس کا تصور بھی تو ناممکنات سے شمار ہوتا ہے۔ اس کو چہ میں  
 صرف عباسی صاحب ہی متفرد نہیں بلکہ یہ چیز ان کو وراثت میں ملی ہے جیسا  
 کہ تاریخ دان حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ عباسی خاندان کس قدر فاطمی  
 خاندان کے ساتھ جو روئے ظلم کرتا رہا اور اپنے استحقاق اور برتری کو فاطمی خاندان  
 پر ظاہر کرتا رہا۔

خلیفہ منصور عباسی کی ظالمانہ روش جو اس نے فاطمی خاندان کے ساتھ روا  
 رکھی تاریخ کا ہر طالب علم اس سے بخوبی واقف ہے۔ کولسا وہ ظلم تھا جو اس  
 ظالم نے خاندان نبوت کے ساتھ روا نہیں رکھا اور کونسی وہ برتری و فضیلت  
 خاندانی تھی جو اپنے لئے اس نے مخصوص نہیں کی بلکہ اس نے محمد مہدی کو جو  
 مکتوب لکھا۔ اس میں کس طرح اپنا استحقاق اور تفوق خاندان نبوت پر ظاہر  
 کیا جو ایک مسلمان کے اسلامی تقاضے کے خلاف اور ملت اسلامیہ کی بے  
 حرمتی کے مترادف ہے۔ مکتوب بہت طویل ہے یہاں صرف اس کے چند  
 اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں کہ عہد نبوت کے قریب ترین زمانہ میں ان  
 کے اسلاف پر کس قدر رقابت خاندانی کا بھوت دل و دماغ پر سوار تھا۔

مؤ خلیفہ منصور عباسی کا مکتوب مجب مہدی کا نام

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تمہارے فخر کا دار و مدار عورتوں کی

قربت پر ہے جس سے جاہل بازاری لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں، باپوں اور ویسوں کی طرح نہیں بنایا  
 اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کے قائم مقام بنایا ہے اور اپنی کتاب  
 میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ عورتوں  
 کی قربت کا پاس و لحاظ کرتا تو اُمّہ (مادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جنت  
 میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی مرضی  
 کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا۔  
 اس سے آگے فرماتے ہیں۔

تمہارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی۔ فاطمہ کو دن  
 میں نکالا، اُن کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت اُن کو دفن کیا  
 مگر لوگوں نے سوائے شیخین کے کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس  
 پر متفق ہیں کہ نانا ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے پھر تم نے علی  
 اور ان کے سابق باالسلام ہونے کی وجہ سے فرمایا ہے تو اس کا جواب  
 یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت دوسرے کو مار پیٹنے  
 کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے  
 اور ان کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان چھ شخصوں میں سے تھے۔  
 لیکن سبھوں نے ان کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس  
 معاملہ میں اُن کو حقیر نہ سمجھا۔ عبد الرحمنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم  
 کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں۔ طلحہؓ و زبیرؓ ان سے

لڑے۔ سہنے نے اُن کی بیعت سے انکار کیا۔ بعد ازاں معاویہؓ کی بیعت کی، بعد اس کے تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے۔ ان سے اُن کے ساتھی جدا ہو گئے اور حکم مقرر کرنے سے پہلے اُن کے ہوا خواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے پھر انہوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہمیں کے عوض فروخت کر ڈالا اور اپنے ہوا خواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا اور حکومت نابھل کو سونپ دی۔

پس اگر اس میں تمہارا کوئی حق بھی تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے اور قیمت وصول کر لی۔ پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف اس کا ساتھ دیا یہاں تک کہ لوگوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا اور اُن کا سر کاٹ کر اس کے پاس لے آئے۔ اس سے آگے فرماتے ہیں۔

غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت اور اسلام کا کوئی شرف باقی نہ رہا جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے۔ جب اسلام شائع ہوا ہے تو عباسؓ اس وقت ابوطالب اور ان کی اولاد کے کفیل تھے اور قحط کی حالت میں اُن کی دست گیری کرتے تھے اگر بدر میں

عباسؑ کو باکراہ نہ نکالا جاتا تو ابی طالب و عقیل بھوکے مرجاتے اور  
 عنبہ و شیبہ کے برتن چاٹتے رہتے لیکن عباسؑ ان کو کھانا کھلا رہے  
 تھے۔ انہوں نے ہی تمہاری آبرورکھی، غلامی سے بچایا، کھانے  
 کپڑے کی کفالت کرتے رہے پھر جنگِ بدر میں عقیل کو فدیہ دے  
 کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا تفاخر جنتے ہو۔ ہم نے تمہارے  
 عیال کی کف میں بھی خبر گیری کی، تمہارا فدیہ دیا، تمہارے بزرگوں  
 کی ناموس کو بچایا اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ الخ  
 تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۳۱۳ تا ص ۳۱۴۔ مصنف مولانا اکبر شاہ

نجیب آبادی۔

اس مکتوب کو بار بار پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ خاندانی رقابت  
 کی وجہ سے کس طرح حضرت علی المرتضیٰؑ کی عظیم شخصیت کو مجروح کرنے کی  
 ناجائز کوشش کی گئی ہے اور کس طرح اپنا استحقاق و تفوق خاندانی جگہ  
 کو خلافتِ اسلامیہ کو خاندانی وراثت پر عمل کر کے اس کو اپنا ورثہ سمجھ کر خاتم  
 الانبیاءؑ کے وارث ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

**حالاتِ سیادت خاندانی کو فاطمی خاندان کے مقابلہ میں پیش کرنا ارشاداتِ**  
**نبوت سے ناواقفی کی علامت ہے۔** رہا خلافتِ اسلامی کا مسئلہ یہ کسی  
 خاندان کی وراثت نہیں ہو سکتی۔ اور خلیفہ منصور عباسی نے علوی خاندان  
 کے افراد کو جس بے دردی سے قتل کرا کے اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت  
 دیا ہے وہ رہتی دنیا تک خاندانِ عباسیہ کی پیشانی پر بد نما داغ رہے گا۔



جو کسی چیز سے دُور نہیں کیا جاسکے گا۔

اگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کو قید میں ڈال کر زہر دی گئی اور کوڑے لگوائے گئے وہ محض اسی وجہ سے کہ انہوں نے خلیفہ منصور عباسی کے رقیب ابراہیم بن عبد اللہ نفس زکیہ کے بھائی کی حمايت کا فتویٰ کیوں دیا۔

اور حضرت امام مالکؒ کو جو کوڑوں سے پٹوایا گیا وہ بھی صرف اسی بنا پر کہ جب مدینہ منورہ میں منصور کے خلاف خروج کا مسئلہ چھڑا تو لوگوں نے اپنے اپنے اس معاہدے کا ذکر کیا جو خلیفہ عباسی نے لوگوں سے بیعت لیتے وقت یہ معاہدہ کروایا تھا کہ بیعت فتح کرنے کی صورت میں اُس کی بیوی کو طلاق پڑھ جائے گی۔ اس پر امام مالکؒ نے فتویٰ دیا کہ یہ جبری طلاق ہے جو نہیں پڑتی۔ اُن کی طرف یہ مسئلہ منسوب ہے کہ طلاق المکرہ نہیں شئی اس کی بنیاد یہی ہے۔

مطلب یہ کہ خاندان نبوت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ بھی صرف رقابت خاندانی کے اثرات کا نتیجہ اور اکٹمہ دین کو جو ظلم کا خزانہ مشق بنایا وہ بھی صرف اسی وجہ سے کہ وہ ان کے رقیبوں کی حمايت کیوں کرتے ہیں۔ ابو جعفر منصور عباسی کے تغافل و تسبی کے دلائل کو سامنے لائیے کہ جب اس خاندان کے سامنے مذکورہ خاندانی سیادت کی حسین ترین تصویر آتی ہے، تو کیا پھر یہ حضرات کسی کو اپنے سے اونچا دیکھنا برداشت کر سکتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے عباسی صاحب کو ہر بددیانتی کے روا رکھنے کی اجازت دی کہ جس طرح بھی ہو دن کو رات کہنا پڑے تو ر کو ظلمت، نا جائز کو جائز



حرام کو حلال، گندگی کو بندگی، بدی کو نیکی سب جہائز و مباح ہے لیکن یہ کیسے  
برداشت کے قابل ہے کہ خاندانی سیادت کے تمام اوصاف ہم میں پائے  
جائیں لیکن اُمتِ مسلمہ تعظیم و تکریم کی پیتھائیاں ہمارے رقیبِ فاطمی  
خاندان کے سامنے جھکا گئے۔

اس تعظیم و تکریم کے ختم کرنے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ ان  
کے محاسن کو معائب کے رنگ میں اور جہاد کو بغاوت کی صورت میں اور  
اہلیت کو نااہلی کے لباس میں گویا کہ ان کے ہر کمال کو ایسے رنگ میں پیش کیا  
جائے کہ لوگوں کی تمام عقیدتیں خود بخود پاش پاش ہو جائیں۔

اس کی صورت عباسی صاحب کو یہی نظر آئی کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں اُن  
کو ایسے رنگ میں پیش کیا جائے جس سے مذکورہ بالا مقصد حاصل ہوئے  
سے ان کی سیادتِ خاندانی خود بخود ختم ہو جائے۔

## خلافتِ مرتضوی کی خلافتِ عباسی پر روئینہ طہ | اموی خلافت کے پس منظر کی

ابتدا ہی حضرت علی المرتضیٰؑ کی خلافت سے کرتے ہوئے یہ تاثر پیدا کرنے  
کی کوشش کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خلافت کا علی وجہ الکمال نہ انعقاد  
ہوا اور نہ ہی وہ اس منصبِ جلیل کی اہلیت رکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی دورِ خلافت سے قبل مسلمان کفار کے مقابلہ میں  
صفِ آرا تھے اور فتوحات پر فتوحات حاصل کئے چلے جا رہے تھے حکومت  
کی باگ ڈور جو نہی حضرت علی المرتضیٰؑ کے ہاتھ میں آئی انہوں نے کفار کے محاذ

سے مسلمانوں کے رُخ کو پھیر کر خود مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا اور مسلمانوں کی تلواریں اہل اسلام کے خلاف چلتی رہیں اور فتوحات اسلامی کا سلسلہ ایسا رہا کہ چار سال نو ماہ کی اپنی مدت حکومت میں ایک رانچ کا اضافہ بھی مسلمانوں کی فتوحات میں نہ کر سکے۔ بلکہ وہ توسبائی گروہ کے آلہ کار تھے۔ سبائی جو چاہتے اُن سے کروا لیتے۔ اُن کی خلافت کا انعقاد ہی سبائی گروہ کے اثر سے ہوا۔ اسی وجہ سے اکابرین صحابہؓ نے بیعت کمنے سے گریز کیا۔

گویا کہ جس قدر مسلمانوں کا نقصان اُن کی دورِ خلافت میں ہوا۔ یہ اُن کی نااہلی کا بین ثبوت ہے۔ بخلاف خلافت بنو اُمیہ کے۔ ان کے زمانہ حکومت میں ہر طرح امن اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔

اگر تحقیقاً اموی خلافت کا پس منظر بیان کرنا ہی تھا تو شہادت مرتضوی سے شروع کرنا کافی تھا لیکن بسم اللہ ہی کتاب کی حضرت علی المرتضیٰؑ کے خلافت قبول کر لینے کے اقدام کو غیر عاقلانہ ظاہر کرنے سے کرنا اس چیز کی غمازی کر رہا ہے کہ عباسی صاحب کی قلم محض رقیباً نہ جذبہ انتقام کے تحت حرکت کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حوالہ جات پیش کرنے میں عباسی صاحب بددیانتی میں

---

۱۔ مگر بلاذری نے لکھا ہے کہ ۳۹ھ یعنی جس کے ایک سال بعد حضرت علی المرتضیٰؑ شہید ہوئے حارث بن حمرۃ المعبدی نے حضرت علیؑ کی اجازت سے سندھ کے بعض علاقوں پر چڑھائی کر کے فتوحات حاصل کئے تھے۔ فتوح البلدان ص ۲۲۸

سب سے باز می لے گئے۔ مثال کے طور پر ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت علی المرتضیٰؒ کی خلافت کا انقطاع ثابت کرتے ہوئے حضرت علیؑ کے مخالفین حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا عذر بیان کیا ہے کہ ان حضرات کی مخالفت خطائے اجتہادی کے قبیل سے تھی اور جن دلائل کی بنا پر ان حضرات نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا تھا وہ نفاذ نفل تھے لیکن عباسی صاحب جذبہ انتقام میں اس قدر محو خواب ہیں کہ ان دلائل کو حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کی منشاء اور ان کے موقف کے بالکل برعکس خود شاہ صاحب کو ہی کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰؒ کے خلاف استعمال کیا ہے جیسا کہ ابتداء کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

ماظہیون کرام خود قیصلہ کریں کہ اگر یہ بددیانتی رقابت خاندانی کی بنا پر نہیں تو کیا سخاوت خاندانی کا نتیجہ ہے کہ یہ خاندان بددیانتی میں بہت سخی ہے۔ عباسی صاحب کے پروپیگنڈہ کار وائسی جواب ابتداء کتاب میں دیا جا چکا ہے اب درائسی جواب ملاحظہ کیجئے۔

**عباسی پروپیگنڈے کا جواب میزانِ ایت پر** حضرت علی المرتضیٰؒ کی خلافت

کے واقعات کو منظر عام پر لا کر رقابت خاندانی کے فرائض کی ادائیگی کے پیش نظر ان کی عظمت فی الاسلام و سیادت خاندانی کے ختم کرنے کا رجحان پیدا کرنا عباسی صاحب کے بس کی بات نہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؒ کے ساتھ جن احسان فراموشیوں کا

از کتاب کیا جا رہا ہے اور اہل الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ بند کو یاد کیا جا رہا ہے الی اللہ المشتکی کے سوا اس کے جواب میں اور کیا کہا جاسکتا ہے اور باوجود دیکھنے کے جو نہیں دیکھنا چاہتے اُن کو کیسے دکھایا جاسکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی پچھلی زندگی کو تنقیداً پیش کرنے والے ان کی زندگی کے ابتدائی خدمات ملیہ و عظیم ترین کارہائے نمایاں سے اپنے آپ کو کیوں اندھا بنالیتے ہیں۔ وہ اسلامی اطلس میں ایران، مصر، شام و عراق کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قادسیہ میں جو کامیابی مسلمانوں کو نصیب ہوئی کیا بدر کی فیصلہ کن کامیابی کے بغیر نصیب ہو سکتی۔ وہ خوش ہوتے ہیں کہ یرموک ندی کے ساحل پر معجزانہ شکست اُن کے دشمنوں کو اٹھانی پڑی لیکن یرموک کی فتح پر خوشی کے شادیاں بجانے والوں سے کون پوچھے کہ ارے عسکری یرموک تک تم پہنچ بھی سکتے تھے اگر کھولنے والا تم پر خیبر کے پہاڑی قلعوں کو کے دروازوں کو نہ کھول دیتا۔ حضرت ابوہریرہؓ صحیح فرماتے تھے جب کسی ملک کی فتح کی خبر مدینے پہنچی کہ خبر کو آج آئی ہے لیکن فتح کا یہ واقعہ تو اُسی دن پیش آ چکا تھا جب مدینہ منورہ کے اطراف میں اللہ کا رسول اور فدایان رسول خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ تم نے تو دجلہ کے کنارے دیکھا کہ سعد بن وقاص اپنی فوج کو تراتے ہوئے دائیں کی طرف لے جا رہے ہیں لیکن دیکھنے والوں نے اسی واقعہ کو اُسی وقت دیکھ لیا تھا جب مدینہ کے خندق کو پھانڈ کر عمرو بن عبدود عرب کا سورما اس شخص سے مبارزت طلب کر



رہا تھا جس نے ایک ہی وار میں سو کے برابر سمجھے جانے والے اس پہلوان کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا تھا۔ یقیناً حافظے کمزور بھی ہوتے ہیں لیکن تمکباً اتنے کمزور کہ ہر دوسرے قدم کو اٹھانے کے بعد دماغ سے یہ بات ہی نکل جائے کہ دوسرا قدم اُٹھ ہی نہیں سکتا اگر پہلا قدم نہ اٹھتا۔ یہ فطرت کی انتہائی دناؤ اور گندگی کہ جس نے سارے جسم سے کانٹوں کو نکالا، اس کے احساؤں کا صرف اس لئے انکار کر دیا جائے کہ آنکھ جب کھلی تھی تو اس وقت ہمارے سامنے صرف وہی تھا جس نے آخر میں آنکھ کے کانٹوں کو کھینچ لیا تھا۔

یہ تو صحیح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چوتھے جانشین تھے اُن کو پہلا جانشین یا خلیفہ اول کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کیا واقعہ کا انکار کیا جائے لیکن کہنے والوں نے جیسے یہ کہا کہ خلافت کی یہ ترتیب ہر خلیفہ کی وفات کی ترتیب تھی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو قدرت جنتیں رسول کی جانشینی کے شرف سے شرف کر چکی تھی وہ اس شرف سے محروم ہو جاتے۔

(۱) اسی طرح میرا تو کم از کم ذاتی خیال یہی ہے کہ ردّہ کے داخلے سے پیغمبر کے باندھے ہوئے شیرازے کو بکھرنے سے بچانے کے لئے صدیق اکبر خلیفہ اول کے آپہنی ارادے کی ضرورت تھی وہ نہ ہوتے تو جو کچھ بعد کو ہوا کچھ بھی نہ ہوتا۔



(۲) اور اندرونی فتنے فرو ہو جانے کے بعد اسلام کی اس جدید اجتماعی طاقت کو منتشر کرنے کے لئے ایک طرف سے رومیوں اور دوسری طرف ایرانیوں کی خارجی قوتوں نے جب سر نکالا تو ان دونوں طاقتوں کو واپس کر کے خود ان پر چھا جانے کے لئے فاروقی عزم و ارادہ مسلمانوں کو عطا کیا گیا۔

(۳) اور ثروت و دولت کا جو طوفان اس کے بعد مسلمانوں کے گھر گھر میں اُبلنے لگا۔ یقیناً اس بے ہوش و بدحواس کرتے والی دنیا کے ساتھ دینی زندگی کے مطالبات کی تکمیل شاید مشکل ہو جاتی اگر خدا کے اس راست باز بندے کا نمونہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہوتا جو غنا اور تو نگر می کی بلند ترین منزلوں پر پہنچنے کے بعد بھی بن کے ہر ہر جزئی مطالبے کو زندگی کے آخری لمحوں تک نہ صرف پورا کرتا رہا بلکہ دینی مطالبے کو پورا کرنے پر ہی اپنی زندگی کو قربان کر دیا۔

(۴) اگر ان تمام واقعات کا ظہور ٹھیک اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہا تو مسلمان قدرت کی اس غیبی امداد کے شکریہ سے کیا سبکدوش ہو سکتے ہیں کہ جب دین کو دل و جان سے چاہا جا رہا تھا اور دنیاوی جاہ و جلال شوکت و اقتدار کو صرف ایک حیلہ اور بہانے کی حیثیت عطا کر کے اس کے سارے زور اور اذیت کو ختم کر کے دینی کامیابیوں کا ذریعہ بنا کر دنیا کو بھی دین بنا لیا جائے

جو اسلام اس کی تعلیم دینے کے لئے آیا تھا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اس کو بھی دنیا کی اس چلتی پھرتی چھاؤں کی تارکیوں میں گم نہ کر دیا جائے تو کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اس وقت سب سے بڑی فیصلہ کرنے والی قوت عین وقت پر ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر وہ سب کچھ کرنے کے لئے اگر تیار نہ ہو جاتی جس کے تصور سے بھی آج مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو کیا اسلام جو صرف دین ہے دین کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اپنے دین سونے کی اس حیثیت کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

یہ نظریہ قائم کرنے والوں کو کیسے سمجھایا جاسکتا تھا کہ اگر وہ اسلام کے متعلق بھی یہی نظریہ قائم کرنے لگتے کہ جیسے بیسوں جیلے مختلف ناموں سے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے دنیا میں آئے دن تراشے جاتے ہیں۔ پہلے بھی تراشے والے تراشے رہے اور اب بھی تراش و تراش کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ انہی تراشے ہوئے جیلوں میں ایک خود تراشیدہ جیلہ اسلام بھی ہے تو ان الزام لگانے والوں کے اس الزام کی تردید کی آخر شکل ہی کیا ہوتی۔ ہر قسم کے اصول سے بے پرواہ ہو کر حصول مقصد کے لئے وقت کا جو اقتضا ہو اسے پورا کرنا چاہیئے کرنے والوں نے جب یہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا بلکہ یہی کرنے بھی لگے تھے اور شاید انہوں نے کیا بھی ہو تو خود ہی چوٹا چاہیئے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے شائستگی اور تہذیب کو پھیلانے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ جیسے یورپ کی استعماری اور استعماری قوتوں کے اس اعلان یا

اسی قسم کے خوشنما دعووں کو سن سن کر لوگ مسکرا مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ کیا اسلام کو بھی تحقیقی خندوں کے ان پیچیدہ سسٹمز سے کوئی بچا سکتا تھا۔ مسلمان مر رہے ہیں مارے جا رہے ہیں، کٹ رہے ہیں اور کاٹے جا رہے ہیں لیکن اسلام بچ رہا ہے اور بچا جا رہا ہے۔

اس بلند حوصلہ اور فولادی عزم کے ساتھ خدا کے دین کی آخری مشکل کو بچانے کے لئے کھڑا ہونے والا اگر جمل اور صفین کے میدان میں سینہ تان کر کھڑا نہ ہو جاتا تو اسلام کو پھر کیسے بچایا جاسکتا تھا۔

**حضرت علی المرتضیٰؑ کے سامنے عجیب قسم کے حالات تھے۔** یعنی ایک طرف اسلام تھا اور دوسری طرف مسلمان تھے۔ ان دونوں چیزوں میں پیدا کرنے والوں نے ایسا تعلق پیدا کر دیا تھا۔ ایک کو اگر پکڑا جاتا ہے تو دوسری چیز بگڑتی ہے۔ پھر کیا کیا جائے۔ ایک ایسا مشکل مسئلہ تھا کہ اقتناہم کی قوت فیصلہ اگر مسلمانوں کو اس وقت نہ مل جاتی تو ممکن تھا کہ مسلمان نام رکھنے والی کوئی قوم دنیا میں رہ جاتی لیکن اسلام بھی باقی رہتا یا نہیں۔ اس کی پیشین گوئی مشکل تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے جس نظام کو اسلام نے پیش فرمایا ہے اس نظام کے قائم کرنے پر اسلام کو اتنا اصرار ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے مسلمانوں کا خون پانی سے زیادہ ارزاں نظر آنے لگے لیکن ہر قیمت پر اس نظام کے قائم کرنے کی کوشش میں مسلمانوں کو آخر وقت تک منہمک رہنا چاہیے اسلامی نظام سیاست میں اتنی اہمیت صرف حضرت علی المرتضیٰؑ کے عمل نمونے نے پیدا کر دی ہے۔

کہ حکومت کے اس نظام کو جو بدلنا چاہتے تھے ان کے مقابلہ میں ہر قسم کی مصلحت اندیشیوں سے بے پرواہ ہو کر آستینیں چڑھائے سرکف میدان میں کود جانا اور اس طور پر کود جانا کہ بولنے والے تو صرف زبان سے بولتے ہیں کہ اپنے نصب العین کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے کے لئے تیار ہیں لیکن جمل و صفین میں بیکر کے دکھا دیا گیا کہ دس پانچ نہیں ہزار ہا ہزار بھول بعض لاکھوں تک نوبت قتل و شہید ہونے والوں کی پہنچی چلی جاتی تھی رکشتوں کے واقعی پشتے لگ چلے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی لاشوں کا پہاڑ جمع ہونا چلا جاتا تھا لیکن یہ حد تھی کسی نصب العین پر اصرار کی کسی قسم کا کوئی حادثہ یا کوئی مصلحت ان کو بال برابر بھی اس سے نہ ہٹا سکی۔

میں نہیں جانتا کہ کسی نصب العین کے حصول کی کوشش میں اس کی نظیر انسانیت کی تاریخ پیش کر سکتی ہے۔ سب کچھ اسی راہ میں لٹا دیا گیا بلکہ کر بلا کے میدان میں تو اسی نصب العین کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰؑ کے گھرانے کا ایک ایک بچہ قربان ہو گیا اور اب سمجھ میں آتی ہے اہمیت اس سیاسی نظام کی جسے اسلام نے دنیا میں پیش کیا ہے۔ لوگوں نے اس پر بعد کو عمل کیا یا نہیں یہ الگ سوال ہے لیکن جمل و صفین و کربلا کے خون سے جریدہ رھزگار پر جس نہ ختم ہونے والے اسرار کا نقش دوام قائم ہو گیا ہے کیا اس کو کوئی مٹا سکتا ہے اور جب تک یہ نقش قائم ہے اسلامی نظام سیاست کی اہمیت بہر حال دنیا میں قائم رہے گی۔

اس حقیقت کو ہوتے ہوئے اگر عباسی صاحب پر ظلمتِ عبوسیت نیم روز



میں چھپا جائے کہ سوائے فضائلِ یزید کے کچھ فخر ہی نہ آئے تو اس سے خاتم الخلفاء کی عظمت فی الاسلام جس کا جریدہ عالم پر نقشِ دوام قائم ہو گیا ہے کو کیسے مٹایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کو مٹانے والے جن کے پاس سب کچھ تھا کہ دنیاوی قوت کا سارا ساز و سامان موجود، مٹانے کے لئے سب کچھ کیا لیکن خود مٹ گئے اور وہ نقوشِ عباداتی چمکتے گئے جیسا کہ عباسی صاحب کا جدِ امجد خلیفہ منصور عباسی فاطمی خاندان کو مٹانے کے لئے سب کچھ کرتا رہا۔

## رقابتِ خاندانی عباسی صاحب کی اپنی زبان

سیدنا امام حسینؑ کے اقتدارِ یزید کے اقتدارِ یزید کے خلاف اقدامِ خروج کے بارے میں عباسی صاحب نے مفصل بحث فرما کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام عالی مقام کا یزید کے خلاف اقدامِ خروج ہر لحاظ سے ناجائز و ناروا تھا۔ قرآنِ حکیم و حدیثِ شریف کے لحاظ سے دیکھا جائے تب بافتہ و اجماعِ اُمت کی رو سے پرکھا جائے خلیفہ وقت کے کردار کے لحاظ سے جائزہ لیا جائے گویا کہ جس حیثیت سے بھی پرکھا جائے جواب یہی ہو گا کہ ناجائز و ناروا اقدام تھا جو کہ اطاعتِ امیر و امتناعِ خروج کے بارے میں احکامِ اسلامی کی صریح خلاف ورزی پر محمول ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم سے اسنادِ لالی پیش کیا گیا۔

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تمہارا

امیر ہو اس کی"



خروج کرنے والے کی سزا دربار نبوت سے اقلام خروج کے خلاف جو پیش کی گئی ہے۔

فمن اراد ان یفرق امرہ ذلک الاہلۃ وھی جمیع فاضلویہ بالسیف  
کائنات من کالی - مسلم شریف،

ترجمہ: "اگر کوئی شخص اس امت کے ایک امیر پر متفق ہونے کے بعد افتراق پیدا کرنا چاہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو، خواہ کوئی ہو"

والا منتازع امر اہلہ الا ان نزلوا کفرا لواح عندکم من اللہ فیہ  
برہان - (بخاری شریف)،

ترجمہ: "اور یہ کہ حکومت کے بارے میں ہم برابر افتراق شخص سے جھگڑانہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کھلا کفر نہ ظاہر ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو" خلافت معاویہ ویزید ص ۶۵

اولی الامر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اولی الامر (امیر) کے لئے نسل و رنگ، عقیدہ و خاندان کی کوئی قید نہ تھی۔ جس کسی فرد ملت پر اہل حل و عقد کا اتفاق رائے ہو کر بیعت عامہ ہو جائے۔ خواہ نسل و رنگ اور حیثیت کے اعتبار سے حبشی، غلام بدہیئت سے گنجا ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت کرنا اور حکم ماننا واجب و لازم کیا گیا۔ خلافت معاویہ ویزید ص ۶۱

ان کے علاوہ اور بہت سے دلائل امتناع خروج کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔ یہ اور ان کے علاوہ دوسرے دلائل امیر وقت کے خلاف امتناع خروج کے بارے میں ہر خروج کرنے والے فاطمی ہو یا عباسی پر مساوی چسپاں کیا جائے گا۔ یہ صرف ایک خاندان کے خروج پر عمل کر کے اس کو رقابت کی بنا پر گردن زدنی کا مصداق قرار دے دیا جائے اور دوسرے کے خروج کو بجائے مذمت کے اپنا ہونے کی بنا پر خراج تحسین پیش کر کے اُس کی اس پر مداح سرائی کی جائے۔ اس سوال کا جواب خود عباسی صاحب جنہوں نے ایسی بے لاگ رلیسٹریج پیش کی ہے جس سے انسانی شرافت بھی پیچھے اٹھی کی زبان سے ملاحظہ کیجئے۔

## استزاع خلافت اموی و قیام خلافت عباسیہ

کا لفظ و خیال اہل انصاف ملاحظہ فرمادیں۔

راقم الحروف نے مسبوط تالیف میں استزاع اموی خلافت و قیام خلافت عباسیہ کے تحت بتایا کہ مفروضہ کی شدید ترین دشمنی نے اموی خلافت کی افادیت ختم کر دی تھی۔ اگر محمد الامام عباسی کی تعمیری تحریک اس وقت کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتی تو ملت کا شیرازہ ایسا بکھر گیا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ ہو کر تباہ ہو جاتی۔ عرب اور غیر عرب کی چپقلش نے صورت حال نازک کر دی تھی۔

عباسی تحریک تخریبی ہمیں تعمیری تھی۔ اس بارے میں بھی روایات کو

نقد و درایت سے پرکھنے کی ضرورت ہے "خلافت معاویہ و برید بحث عرض مولف حاشیہ ص ۱۸"

اس سے حقیقت حال عباسی صاحب نے خود ظاہر کر دی کہ امیر وقت کے خلاف امتناع خروج کے متعلق عین قدر احکام اسلامی دربار رسالت سے صادر ہوئے ہیں وہ حضرت امام حسینؑ کے خلاف پیش کرنا کہ ان کا اقدام خروج یزید پلید کے خلاف ناجائز و تخریبی اقدام تھا لیکن اپنے محمد الامام عباسی کے اقدام خروج کو ان تمام احکام اسلامی کے ہوتے ہوئے تخریبی قرار دینے کو نادرست و ناروا کہنا بلکہ اپنے حیدر امجد کی احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی کو تعمیری تحریک کا فتویٰ دے کر ان کی مدح سرائی کرنا اس چیز کا خود اقرار نہیں کہ خاندان نبوت کے بارے میں جو کچھ پیش فرمایا ہے۔ وہ محض رقابت خاندانی کا بدترین مظاہرہ ہے جس کا حقیقت حل سے ادنیٰ تعلق بھی نہیں۔ ورنہ بتلایا جائے کہ اگر خاندانی رقابت جو عباسی صاحب کو محمد الامام اور خلیفہ منصور عباسی سے وراثت میں ملی ہے کا یہ مظاہرہ نہیں تھا بلکہ حقیقت ہی کی ترجمانی تھی تو پھر محمد الامام کا اقدام خروج تعمیری یکے قرار دیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر عباسی کے مدد و حین جن میں اُن کے خلیفہ محمد الامام عباسی بھی مل ہیں کے اقتدار حاصل کرنے کی چال بازیوں کا تذکرہ کیا جائے کہ خاندان عباسیہ نے سیاسی اقتدار حاصل کرنے اور اس کو اپنا وراثتی حق سمجھتے ہوئے اس پر پیشہ کے لئے تسلط قائم رکھنے کے واسطے جن مظالم و شاطرانہ چال بازیوں کے نقوش

قائم کئے۔ اگر ان کو منظر عام پر لایا جائے اور ساتھ ساتھ خاندان نبوت جن کی زندگی کا ہر گوشہ اسلام کی عملی تصویر اور بزرگوار کے خلاف ان کا اقدام خروج مفاد ملت کے پیش نظر جہاد عظیم تھا کو ملحوظ نظر رکھا جائے اور خاندان عباسیہ جن کی زندگی کا ہر ورق خاندان نبوت مقابلہ میں سیاہ - کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ انسانی دنیا کے لئے بارگراں تھا ناقابل بیان افعال کا بھی تجزیہ کیا جائے اس کے بعد عباسی پر دہشت گردانہ کو دونوں خاندانوں کی عملی زندگی کے لحاظ سے پرکھا جائے تو حقیقت نصف الزہار کی مانند اپنی اصلی صورت میں کھل کر سامنے آجائے کہ اس قابل تفاوت عمل کے کہ ایک تقویٰ کے انتہائی بندیوں پر پہنچنے کی وجہ سے قابل التام اور دوسرا اپنی بدکرداری کی بنا پر قابل نفرت اس کے باوجود ریسرچر کا فتویٰ اس سے بالکل برعکس آخر قایم خاندانی نہیں تو اور کیا ؟

خاندان نبوت کے بارے میں ان کے فضائل دربار رسالت سے جو اُمت تک پہنچے ہیں اس بارے میں ایسی احادیث صحیحہ کو موضوع قرار دینا جو ان کی برتری و فضیلت کو ثابت کرتی ہوں لیکن دشمنان اسلام غیر مسلم مصنفین کی متعصبانہ ذہنیت کے تحت خاندان نبوت کی شان کے خلاف بلکہ اس کو حقیقت کی ترجمانی پر عمل کر کے اس پر ایمان لے آنا۔ اگر بے لاگ ریسرچ ہے تو صد بار لعنت ہو ایسی ریسرچ پر۔

فضائل ثابت کرنے والی احادیث کے متعلق عباسی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محمد بن علی (ابن الحنفیہ) فضیلت علمی اتقا و پرہیزگاری شجاعت  
 بہادری میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ اگر مناقب کی وضعی احادیث اور  
 عقیدت کے مبالغات و توہمات سے غرض بصر کر کے حقیقت کے زاویہ نگاہ  
 سے دیکھا جائے تو فرزند ان علی مرتضیٰ میں ان کا درجہ بہت بلند تھا۔

خلافت معاویہ و یزید ص ۷۹

یہاں عباسی صاحب اہل بیت کے مناقب ثابت کرنے والی احادیث کو  
 موضوع قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس غیر مسلم متعصب و دشمن اسلام  
 کے بلواس کو نقل کرنے سے قبل جس انداز سے تعارف کراتے ہیں وہ ہدیہ ناظرین  
 ہے۔

آزاد اور بے لاگ مؤرخین  
 حضرت حسینؑ کے اقدام

## مورخ دوزی و عباسی کا اتحاد

خروج کے سلسلہ میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔ مشہور مورخ دوزی کا ایک  
 فقرہ اس بارے میں قابل لحاظ ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

اخلاف (یعنی آنے والی نسلوں) کا عموماً یہ شعار رہا ہے کہ وہ ناکام  
 مدعیوں کی ناکامی پر جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ایسا اوقات انصاف  
 قومی امن اور ایسی خانہ جنگی کے ہولناک خطروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو  
 ابتدا میں نہ روک دی گئی ہو۔ یہی کیفیت اخلاف کی (حضرت حسینؑ کے  
 متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں۔ ایرانی شدید  
 تعصب نے اس تصویر میں خدو خال بھرے اور (حضرت حسینؑ کو بھالتے



ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معقول حب جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہوں ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔

ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے۔ وہ انہیں عہد شکنی اور بغاوت کا قصور وار خیال کرتے تھے۔ اس لئے یہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق یا دعویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکے تھے۔

#### خلافت معاویہ و یزید ص ۷۶

ناظرین کرام غور فرماویں کہ فضائل کے بارے میں احادیث صحیحہ بھی موضوع قرار دے کر اور معائب کے اثبات میں غیر مسلم متعصب کے بکواس پر ایمان لا کر خاندان نبوت کو محض نیچا دکھانے کی غرض سے جس ذہنیت کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یزید اور اس کے معاونین کے کردار کو جو بے داغ ثابت کرنے کی نا محسود کوشش کی ہے اور اس کے اتفاقاً دہریز گاری کا جو پوپس گینڈہ کیا ہے وہ محض اس لئے تاکہ حضرت حسینؓ کے اقتدار یزید کے خلاف اقدام خروج کو علی وجہ الکمال ناجائز و ناروا ثابت کر کے ان کو زیادہ سے زیادہ مجرم بنا کر نیچا دکھایا جاسکے۔

یہ مختصر خاکہ ہے خلافت معاویہ و یزید کے پس منظر کا، ورنہ تمام کتاب رقابت ہی کا مظاہرہ ہے تفصیلی گفتگو کے واسطے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔

## ایک عباسی عالم اور یزید

کتاب خلافت معاویہ و یزید کے شائع ہونے پر یہاں کے ایک عالم نے جو محمد و احمد صاحب عباسی کے قریبی رشتہ دار ہیں، حمایت یزید میں اس قدر شدت سے کام لیا کہ تمام اسلاف بزرگان دین کی یزید کے بارے میں تحقیقات کو غلط ٹھہرا کر عباسی صاحب کی تاریخی ریسرچ جو درحقیقت رقابت خاندانی کا مظاہرہ ہے کہ ہی ترجمان حقیقت یقین کر کے ملک و ملت کے مقصنات کا لحاظ رکھے بغیر اس مسئلہ کو ایسٹ پر اس طرح بیان کرنا شروع کر دیا گو یا آج تک اس مسئلہ کو سوائے عباسی صاحب کے اور کوئی سمجھا ہی نہیں یعنی امت مسلمہ یزید کے بارے میں آج تک جو پیش کرتی رہی وہ سب غلط بلکہ کذب و افتراء کے سوا اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

بلکہ ہماری مخالفت پر ہم کو چیلنج مبالغہ دینا شروع کر دیا۔ چیلنج مبالغہ صرف ہم تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کو یہ چیلنج تصور کیا جائیگا اس لئے کہ منق یزید کے نظریہ میں تمام امت فرد و احد کے قائم مقام ہے تو اس میں کسی ایک یا تمام امت کو چیلنج

دینا مسادہ سمجھا جائیگا تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے  
 کہ پوری امت گمراہی پر مجتمع رہی جو سر اسرارِ شاد پیغمبر صلی اللہ علیہ  
 وسلم لایجمع امتی علی الضلالۃ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں  
 ہوگی کے خلاف ہے۔

ہم نے اصلاحِ حال کی خاطر ان کی خدمتِ اقدس میں کچھ حضرت  
 بیچے کہ بجائے اس کے کہ اس مسئلہ کو ایسٹچ پر لا کر ملتِ اسلامیہ میں افتراق  
 و انتشار کی غیج کو وسیع کیا جائے بلکہ تخلیہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث بالمشافہ  
 ہو جانی چاہیے لیکن بجائے گفتگو کرنے کے مباہلہ کہ ہی سمجھتے ہیں کی واحد صورت  
 سمجھ کہ اسی پر مصر رہے کہ مباہلہ ہی ہو گا اور نہ ہی کسی کو اس مسئلہ میں  
 ثالث تسلیم کرنے پر رضامند ہوتے کیونکہ ان کی نظر میں کوئی عالم ایسا  
 نہیں جو کما حقہ پورا تاریخ دان ہو تاکہ اس مسئلہ کی ثالثی کے فرائض  
 سرانجام دے سکے۔

آخر کار ہم نے یزید اور حلیج مباہلہ کے متعلق چند سوالات لکھ کر  
 ان سے جواب کی التجا کی تو آنحضرت کی جانب سے جواب کیا آیا۔ گویا  
 اخلاقِ حمیدہ کے ناقابلِ بیان کا ایسا مظاہرہ ہے جو اہل تدین حضرات  
 کی شان کے بالکل خلاف ہے لیکن یہاں ہم وہی چیزیں درج کریں گے  
 جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہے ان کی اپنی تحریر ملاحظہ کیجئے۔

اگر مباہلہ کرنا ہو تو جو بات میں نے عاشورہ کے جمعہ میں کہی تھی اس  
 پر مباہلہ ہو گا میں نے کہا تھا کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اور وہ امیر المؤمنین

ہے بلکہ مسلمان مردوں پر رحمت بھیجنے کا حکم ہے اس لئے رحمت اللہ کی دعا کرنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث لا تشبوا الکھوات اور قرآن میں ہے: دینا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقوا ابائنا ایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امتوا۔ ہر دو آیت و حدیث ملا کر دیکھیں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں اور آج ان کا فتویٰ تاریخی معاملہ میں ہم پر پیش کرتے ہیں کہ اہل دلیوبند کے مسلک سے ہٹتے ہو یہ جواب ہمارے اس سوال میں ہے جس میں حضرات علماء دلیوبند کے مسلک برحق کو قبول کرنے کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں۔

مکرمہ یاد رکھیں کہ عاشورہ کے دن کے بیان پر میں قائم ہوں  
یزید امیر المومنین تھا۔ اس پر لعنت تھیں کرنا چاہیے بلکہ دعائے رحمت کرنا چاہیے۔ آؤ اس پر مباہلہ کر لو

آگے فرماتے ہیں پھر جب صحابہؓ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی وہ امیر المومنین ہوا یا امیر الفاسقین اس کو صحابہؓ نے امیر المومنین کہا یا نہیں کہا۔ آگے یزید کے امیر المومنین ہونے کا مطلب جو ان کی نگاہ میں ہے اس کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں۔

اگر یزید فاسق بالاتفاق تھا اور کافر مختلف فیہ جیسا کہ آپ بار بار کہہ چکے ہیں تو صحابہؓ کون ہوئے اگر وہ تارک صلوٰۃ اور نماز تھا

جیسا کہ آپکا دعویٰ ہے تو پھر اہل بیت اطہار کا کفو نہیں تھا پھر اہل بیت رسول اللہ میں اس کی شادی کیوں ہوئی اور خاندان میں نہ آیا و شادی اہل بیت کے ساتھ کیوں ہوئیں۔ اگر یزید فاسق تھا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی اور ابوالیوبہ انصاری نے کیوں عرصہ تک نمازیں پڑھیں اور اس نے نماز جنازہ حضرت انصاری کا کیوں پڑھا۔ کیا صحابہ کتبہ کرتے تھے۔

فاضل موصوف نے اس میں یزید کے بارے میں اپنے موقف کی پوری وضاحت فرمادی کہ شنیٰ یزید کا نظریہ ایک لمحہ کے لئے بھی قابل تسلیم نہیں ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کی ذوات مقدسہ پر الزام آگئے گا۔ لہذا یزید کے امیر المؤمنین ہونے کا مطلب ان کے نزدیک منقہ و پار سائینی شریعت اسلامیہ کا پورا پورا امتیاع ہی ہے بلکہ آگے یزید کو بشارت جنت کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔۔!!

اور مغفور لمحہ اور بخاری میں اور جو ا کا کہیں استثناء ہے مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجاہدین قسطنطنیہ کے واسطے بشارت جنت کی پیش گوئی فرمادی ہے۔ اور یزید کے مجاہدین قسطنطنیہ میں داخل ہوئی و جسے جنتی ہونے کا یقین کہنا فرمان عمید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ضروری و لازمی ہے اس لئے حدیث میں کہیں یزید کے اخراج کا کوئی ثبوت نہیں لہذا یزید کا جنتی ہونا



یقینی ہے۔ !

اہلسنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف یزید کا تقویٰ و پرہیزگاری ایسٹج پر بیان کر نیکی وجہ سے ہم نے یہ دریافت کیا تھا کہ کیا اس نظریہ کا ایسٹج پر لانا فرض و واجب ہے یا سنت و مستحب ہماری غرض یہ تھی کہ جب اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا بیان وقت کی ایک اہم پکار کے پیش نظر ضروری و لازمی ہے۔ پھر ایسے مسئلہ جو ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق سے ناقابل تردید ایک حقیقت بن کر بنی آدم کے قلوب پر تحریر کیا جا چکا ہو کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے بالکل برعکس افتقار یزید جیسی مویشگانوں کا ایسٹج پر لانا کیسا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ہاں۔ ہاں اسکا ایسٹج پر لانا فرض ہے کہ صحابہؓ مومن تھے اور یزید امیر المومنین تھا۔ آگے فرماتے ہیں۔

صحابہؓ کی برأت اور امیر المومنین (یعنی یزید) کی برأت ضروری ہے۔ اس میں یزید کے امیر المومنین ہونے کا محض عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس مسئلہ کے ایسٹج پر بیان کرنے کی فرضیت کا اقرار کرنے سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک یزید کے تقویٰ اور پارسائی کی تبلیغ تو ذات ربانی کی جانب سے فرض ہے۔

یہ ہیں فاضل موصوف کے یزید پلیدی کے بارے میں دلائل و نظریات جو کتاب خلافت معاویہ و یزید جو در حقیقت رقابت خاندانی

کی ایک بدترین تصویر ہے کے غلط حوالہ عبات کے قیہ میں پیدا ہوئے  
 اسی پیر نے عباسی صاحب کی ریسرچ کا پردہ چاک کرنے پر ہم کو مجبور  
 کیا ورنہ عباسی صاحب کی کتاب ہماری نظر میں قابل انتفات ہی نہ تھی اس  
 لئے کہ وہ تو ریسرچ کے نام پر خاندانی تعصب کا مظاہرہ ہے جس میں حق و  
 صداقت کا تصور کرنا بھی جرم عظیم سے کم نہیں سمجھا جاتا۔

لیکن ہمارے ہاں کے فاضل موصوف عباسی صاحب سے بھی کچھ قدم  
 آگے ہیں اور اہل علم میں منسلک ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں اپنی  
 انفرادی حیثیت کا اظہار جس انداز سے کیا ہے اس کی نظیر نہیں پیش کی جا  
 سکتی۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ انہوں نے اپنی پوزیشن کو اپنی ہی قلم سے ہمیشہ  
 کے لئے موت کی نیند سلا دیا اس لئے کہ اسلاف کی مخالفت کا نتیجہ ہمیشہ  
 ایسا ہی نکلتا ہے کہ انسان باوجود دیکھنے کے حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا  
 چنانچہ فاضل موصوف کی تحریر کا

اندازہ کیجئے کہ اگر زید کا معاملہ فاضل موصوف کے بیان کے  
 مطابق تاریخی ہی تھا کہ جبکہ قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں تو پھر  
 فاضل موصوف نے جو دلائل عدم لعنت اور بشارت جنت اور امیر المؤمنین  
 ہونے کی قرینیت پر قرآن و حدیث سے پیش فرمائے ہیں کیسے صحیح قرار  
 دیے جاسکتے ہیں۔ اب جو شخص ایک تاریخی معاملہ کہ جس کا قرآن  
 و حدیث سے ادنیٰ تعلق بھی نہ ہوگی قرینیت کا قائل بھی ہو اس کے متعلق  
 فتویٰ فاضل موصوف ہی سے ملے سکتے ہیں۔

دوسرے اگر یزید کے قاصق بالاتفاق اور کافر مختلف فیہ ہونے کا موقف غلط ہے جیسا کہ جناب کا دعویٰ ہے تو پھر اہلسنت والجماعت کون ہوتے اور اگر وہ افعال شیعہ کا مرتکب نہیں ہوا تھا تو پھر حضرت امام حسینؑ اور بعدہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت کو کیوں فسخ کیا۔

اور اگر یزید کے امیر المومنین ہونے کا بیان کرنا فرض ہے تو پھر مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مقلد کیا ارشاد ہے کہ جنہوں نے یزید کو امیر المومنین کہنے والے پر بیس کوڑے لگوائے۔

اور اگر یزید کی تمام جراثیم سے برأت ضروری ہے جیسا کہ جناب کا دعویٰ ہے تو پھر امت مسلمہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو فسق یزید کے نظریہ پر متحد و متفق ہے۔ بلکہ کچھ حضرات کفر یزید کی جانب بھی گئے ہیں یہ الزامی جراثیم ہیں یہی اصل حقیقت اس کے مقلد گذارش ہے کہ مداحین یزید نے یزید کے امیر و خلیفہ و امام المسلمین کے القاب سے موسوم ہونے کی وجہ سے اس کے متقی و پارسا ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں کے فاضل موصوف نے اس کا اثبات کیا ہے لیکن ہم اس کو فریب دہی پر محمول کریں گے اس لئے کہ مذکورہ بالا القاب اس وقت اہل اسلام میں ہر اس شخص کے لئے استعمال ہوتے تھے جس کے بھی ہاتھ اقتدار کی باگ و ڈور ہو۔ یعنی عہدہ اقتدار کے پیش نظر اس کو ان القاب سے نیکار جانا تھا خواہ اس میں اس کی اہلیت ہو یا نہ ہو عام ہے کہ نیکو کار ہو یا بد کردار ہو ابتداء اگرچہ یہ القاب اپنے اصل معنی کے اعتبار

سے استعمال ہوتے تھے کیونکہ وہی حضرات حقیقی طور پر خلیفہ و امام المسلمین تھے۔ لیکن ان حضرات کے بعد جو بھی مسند اقتدار پر آیا اس کو بھی اسی لقب سے پکارا جانے لگا جیسا کہ موجودہ دور میں ہر صاحب اقتدار کو ایک خاص لقب سے پکارا جاتا ہے۔ عام ہے کہ اس کا اہل ہریانہ ہوتا ہے۔

اور اس کا ہر حیثیت سے امام یا خلیفہ و امیر المومنین ہونا مراد ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ انسان زمین پر خلیفہ اللہ کہلاتا ہے ہر انسان عام ہے کہ مطیع ہر یا فرمانبردار ہر خلافت ارضی کے فرائض کی سرانجام دہی کرتا ہو۔ یا نہ ہر صورت ان جاعل فی الارض خلیفہ کے پیش نظر اس کو خلیفہ اللہ ہی سمجھا جائیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان حضرات جن کو قرب الہی حاصل ہے مثلاً انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین جو حقیقاً خلیفۃ اللہ ہونے کے واحد مستحق ہیں کے اوپر قیاس کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو مثلاً فرعون و ہامان و شداد و ابوجہل وغیرہ کو خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے ان کے نیکوکار و عند اللہ مقرب ہونے پر استدلال کرنا بیوقوفی کی علامت ہے تو پھر مزید پلید جیسے بد اطوار کے امیر المومنین ہونے سے اس کے نیکوکار ہونے پر استدلال کرنا کہاں کی دانائی ہے۔

اب ہم اپنے دعویٰ کی تائید میں امام اہلسنت و الجماعت علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں کہ یزید و عبد الملک و منصور وغیرہ کی اہلسنت کے نزدیک امام و خلیفہ و امیر کس اعتبار سے سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ ان القاب کی بنا پر القار یزید کے غلط پر و پگندہ کی حقیقت اور بعض فریب

مخبر و ان اہل مذہب کی کوتاہ فہمی واضح ہو جائے جو یزید وغیرہ کے لئے اہلسنت والجماعت کی بعض کتب میں امیر یا خلیفہ کا لفظ استعمال کرنے پر عوام الناس کے قلوب کو پریشان کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

## القاب کی بحث

اس سلسلہ میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ یزید و عبدالملک و منصور وغیرہ کو امام یا خلیفہ یا امیر اہلسنت والجماعت کے نزدیک ایک خاص اعتبار وحیثیت کی بناء پر سمجھا جاتا ہے نہ کہ ہر حیثیت سے ہم عباسی صاحب کے ہی حوالہ سے علامہ ابن تیمیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

فیكون الواحد من هؤلاء اماما بمعنى انه كان سلطانا و  
معه السيف يولى ويعزل ويعطى ويحرم ويحكم وينفذ ويقيم الحدود  
ويجاهد الكفار ويقسم الاموال امر مشهور ومتواتر لا يمكن  
جحد و هذا معنى كونه اماماً و خلیفة و سلطان كما ان امام  
الصلوة هو الذي يصلي بالناس فاذا راينا رجلا يصلي بالناس  
كان يقول بانه امام امر مشهور محسوس لا يمكن المكابرة  
فيه و اما كونه برأ او قاجرا او مطيعا او عاصيا فذلك امر  
آخر فاهل السنة اذا اعتقدوا امامة الواحد من هؤلاء ينفذون  
او عبد الملك او المنصور او غيرهم كان بهذا الاعتبار من  
من نافع في هذا فهو مشبه من نافع في ولاية ابي بكر و عمر



و عثمان و ملک کسری و قیصر و النجاشی و غیرہم منی الملوک (منہاج  
السنۃ صفحہ ۲۴۰ =

(تجید) پس ان میں سے ہر ایک (یعنی یزید اور اموی  
خلفاء جن کا ذکر اوپر کیا ہے) اس معنی و اعتبار سے امام تھا کہ  
اس کو اقتدار حاصل تھا اور قوت عسکریہ اس کے پاس تھی  
وہی عزل و نصب کرتا تھا وہی دیتا لیتا تھا وہی حکم دیتا اور نافذ کرتا  
تھا وہی حدود و شریعت قائم کرتا تھا اور کفار سے جہاد کرتا تھا اور اموال کی تقسیم  
کرتا تھا یہ باتیں عیاں اور منواتر اور ان کا انکار ممکن نہیں۔

اس معنی و اعتبار سے وہ (یعنی یزید) امام اور خلیفہ اور سلطان  
تھے یعنی جیسے مثلاً امام نماز کا جو لوگوں کو نماز پڑھانے کی یہ  
قول کہ وہ امام ہے عیاں اور بین ہے۔ جس میں کسی محبت اور  
تکبر اور کی گنجائش نہیں لیکن یہ بات کہ وہ نیک کردار یا فاجر  
پرہیزگار ہے یا گنہگار امر دیگر ہے۔ پس اہلسنت جو یزید  
یا عبدالملک یا المنصور یا ان کے علاوہ دوسرے (خلفاء)  
کی امامت کے معتقد ہیں وہ اسی اعتبار سے ہے اور جو کوئی  
اس بارے میں نزاع کرے وہ ایسی بات ہے جیسے کوئی (حضرت)  
ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) کی حکمرانی (خلافت)  
کے بارے میں نزاع کرے بادشاہوں میں سے کسری  
قیصر و نجاشی کے بارے میں کہے کہ وہ حکمران نہ تھے۔

۱۔ کوہنہ کی ضمیر نیکون الراحہ کی جانب راہج ہے۔ ترجمہ  
اصل لیں ہے کہ یہ ہے معنی جو نے ہر ایک کا ان میں سے امام  
اور خلیفہ اور سلطان۔

۲۔ اصل ترجمہ لیں ہے اور لیکن ہرنا ہر ایک کا  
ان میں سے (یعنی یزید و عبد الملک وغیرہ سے) نیک اصیبہ کو داد  
یا پرہیزگار یا گنہگار دوسری بات ہے۔

۳۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ پس اہلسنت جب ان میں سے  
ایک یزید یا عبد الملک یا مضر وغیرہ کے امام ہونے کا اقرار  
کریں۔ تو اسی (یعنی مذکورہ معنی کے) اعتبار سے ہو گا۔ ترجمہ میں  
لہذا بھی بہت سے اغلاط ہیں جو عباسی صاحب کے بے جا تصرف  
کی انعکاسی کرتے ہیں۔

یہاں علامہ ابن تیمیہؒ نے اس امر کی وضاحت فرمادی کہ یزید یا  
عبد الملک وغیرہ کو جو امام یا خلیفہ یا امیر سمجھا جاتا ہے وہ اس بنا پر نہیں کہ  
وہ ہر اعتبار سے امام یا خلیفہ ہیں بلکہ محض اس بناء پر کہ وہ صاحب  
سیف کہ امریت کی قوت ان کے ہاتھ تھی۔ سو دا اعظم یعنی اہلسنت و  
الجماعت ان کو اسی حیثیت و اعتبار سے امام و خلیفہ سمجھتے ہیں خلاصہ یہ کہ  
ان کی دو حیثیتیں ہیں ایک صاحب اقتدار کہ قوت غالبہ پر قبضہ ہرنا دوسری  
میلیت نیکو کار اور بدکردار عاصی و فرمانبردار ہونے کی ہے۔ لہذا

سعد اعظم کے نزدیک ان کو امام یا خلیفہ کے الفاظ سے جب موصوم کیا جائے گا تو بعض پہلی حیثیت کی بناء پر ان کو ایسا سمجھا جائیگا نہ یہ کہ وہ ہر لحاظ سے امام و خلیفہ ہیں۔

اس چیز کے پیش نظر یہ نیک کے امیر المؤمنین کے لقب سے پکارے جانے کی بناء پر پارسانی کا غلط پروپیگنڈہ بہاد منثورا ہو گیا اور بعض فریب دہندگان اہل مذہب کے غلط الزام کی حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ مگر کہ لفظ سوائے اعظم کی کتب سے لیکر اور معنی اپنی جانب سے پہنا کر عوام الناس کو پریشان کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ جہاں بھی یہ بدعینہ کیلئے خلیفہ و امام کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اسی حیثیت مذکورہ کے پیش نظر استعمال کئے گئے ہیں اس کے دور اقتدار میں بھی اس کو امام و خلیفہ و امیر صاحب اقتدار ہونے کی حیثیت سے کہا جاتا تھا رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ

لا ینزال الا سلام عنیذا الی اثنی عشر خلیفۃ ینزلون  
من قریش۔ دین اسلام قوت سے رہیگا۔ یہاں تک کہ بارہاں خلفاء ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

صحیح و درست ہے لیکن یہ کہ ان بارہاں خلفاء میں یزید شامل ہے کہ نہیں یہ ایک الگ بحث ہے بارہاں خلفاء میں یزید کی شمولیت تسلیم کر لینے کے بعد آیا حضور کا یہ فرمان ان کی تفریف و مدح کی بناء پر ہے یا محض استقامت سلطنت کی بناء پر ہے یہ دوسری بحث ہے

وہ بارہا خلفاء کون کون ہیں اور ان کی اگر ابتداء حضرت صدیق اکبرؓ  
خليفة اول سے شروع ہوتی ہے تو آیا ان کا یہ درپے آنا ضروری و  
لازمی ہے یا کہ یزید جیسے بد اطوار کو نکال کر صحیح معنی میں جو خلفاء تھے  
وہی مراد ہیں یہ ایک تیسری بحث ہے۔

یاد رہے کہ امارت و خلافت بارہ خلفاء تک خلافت راشدین کے  
طرز فقہ کے مطابق رہے گی اگرچہ ان بارہا میں اسے امرائے بھی ہوں  
گے جو اپنے نفس پر عصیان خداوندی میں مبتلا ہو کر ظلم کریں گے جیسا کہ  
یزید اپنے نفس پر ظلم کرتا رہا الگ بحث ہے یہ جتنے احتمالات ذکر کئے  
ہیں۔ دراصل یہ محدثین کرام کے آنحضرتؐ کے مذکورہ بالا فرمان کی  
وضاحت میں الگ الگ احوال ہیں تمام محدثین کرام مدح کی صورت  
میں یزید کو ان بارہا خلفاء میں داخل ہی نہیں سمجھتے۔ محدثین کے تمام  
اقوال کتاب میں دوسری جگہ بارہا خلفاء میں یزید کی ستمنیت پر بحث کے  
سخت گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔ لہذا ان القاب سے یزید کی  
مدح سرائی کا پر و پگندہ غلط اور بے بنیاد ہے اب فاضل موصوف کے  
دوسرے استدلال کی حقیقت ملاحظہ کیجئے

## صحابہ کرام و فسق یزیدؓ

فاضل موصوف یزید کا ارتقاء و پارسانی جن بنیادوں پر ثابت  
کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر یزید فاسق و لاتفاق

تھا اور کافر مختلف قیہ جیسا کہ آپ بار بار کہہ چکے ہیں تو پھر صحابہؓ کون  
ہوتے — !!

اس سے فاضل موصوف یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ صحابہؓ کہ ام مہ کا  
اقتدار یزید کے خلاف اس کے فسق و فجور کے ہوتے ہوئے خروج نہ  
کرنا بلکہ اس کی بیعت پر مستقیم رہنا شان صحابیت کے خلاف نہیں قرار  
کیا ہے۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یزید کے کردار میں کوئی خرابی  
نہ تھی وہ نہ صحابہؓ کہ ام مہ کی وراثت مقدسہ پر الزام آئے گا، یہی طرز استدلال  
عباسی صاحب کا ہے لیکن ہمیں عباسی صاحب پر اتنا انورس نہیں جتنا کہ  
فاضل موصوف پر ہے اس لئے کہ عباسی صاحب کو نہ تو علوم اسلامیہ  
میں ماریست ہے اور نہ ہی انہوں نے علوم اسلامیہ میں کسی کو اپنا استاد  
درہنما تسلیم کیا ہے۔ لہذا ان کا استدلال اس قدر باعث ملال نہیں  
جس قدر کہ فاضل موصوف کا استدلال ہے کیونکہ انہوں نے باقاعدہ علماء  
کہ ام سے علوم اسلامیہ کو حاصل کیا اور علماء کہ ام کے گروہ کو اپنا استفاد  
و پیشوا تسلیم کر لینے کے بعد آزاد و شخص جیسا رویہ اختیار کر کے اپنے اساتذہ  
کے مسلک کے بالکل برعکس اقلیت یزید کا اثبات ایسے کمزور دلائل سے  
ثابت کرنے کی کوشش کرنا باعث حد انورس و ملال نہیں قرار کیا ہے۔

اس لئے کہ صحابہؓ کہ ام کے طرز عمل سے اقلیت یزید کا اثبات اور  
فسق یزید کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف خروج نہ کرنا بلکہ اس کی بیعت  
پر مستقیم رہنا باعث الزام اس وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے جب یہ ثابت



کر دیا جائے کہ شریعت اسلامیہ میں خلیفہ فاسق کے خلاف اٹھنا ضروری  
 اور اس کی بیعت پر مستقیم رہنا ہر حالت خواہ اسباب جہاد موجود ہوں یا  
 نہ ہوں خوں ریزی کا خطرہ ہو یا نہ ہو جرم سے کم شمار نہ کیا جاتا ہو ایسے وقت  
 تو صحابہ کرام کی جانثاری کے پیش نظر مذکورہ استدلال با وقعت شمار کیا جا  
 سکتا ہے کہ صحابہؓ نے پھر ایسا طرز عمل اختیار کر کے حکم شرعی کی مخالفت کیسے  
 گوارہ کی۔

لیکن جب بچائے ایسے حکم کے کہ اس کے بالکل برعکس مداحین زید  
 کے امام خود اپنی بے لاگ ریسرچ میں بڑی شد و مد سے یہ ثابت کریں کہ  
 سوائے کفر و باج کے خلیفہ وقت کے خلاف خروج ہرگز قابل برداشت  
 نہیں ان کا اپنا بیان ملاحظہ کیجئے۔ شارع علیہ السلام نے امت کو فتنہ و  
 فساد سے محفوظ اور امت مسلمہ کے سیاسی نظام کو اختلال و انتشار سے  
 مصنون و مامون رکھنے کے لئے امیر المومنین و حاکم وقت کے خلاف خروج  
 و بغاوت کی سختی سے مخالفت فرمائی ہے مولانا انداد کے کسی حالت میں بھی ولایت  
 الامر کے خلاف خروج کو جائز نہیں کیا گیا۔ خلافت معاویہ و یزید صف ۶۲۔  
 پھر ایسی صورت کہ جب خلیفہ وقت کے خلاف خروج سوائے انداد  
 کے کسی صورت میں جائز ہی نہ ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اس  
 کے خلاف خروج نہ کرنا بلکہ شرعی احکام کے پیش نظر اس کی بیعت پر مستقیم  
 رہنا احکام اسلامی کی فرمانبرداری شمار کیا جائے گا یا باعث الزام ٹھہرا  
 کہ خلیفہ فاسق کا اتفاقاً ثابت کر کے اپنی بے راہ ردی کا ثبوت فراہم کیا

جانتے گا۔ !

تو کیا پھر صحابہ کرامؓ کا فسق یزید کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف خروج نہ کرنے۔ بلکہ اس کی بیعت پر مستقیم رہنے جو سراسر اتباع شریعت ہے۔ کو باعث الزام قرار دے کر اگلے یزید کی بنیاد صحابہؓ کے طرزِ عمل پر رکھنا احکام اسلامی کی تقلید اور اپنی علمی قابلیت کی تصحیح نہیں تو اور کیلئے کیونکہ جب خلیفہ وقت کے خلاف خروج از روح شریعت ممنوع و ناجائز ہو اخواہ وہ کتنا ہی بدکردار کیوں نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل سے یزید کی پارسائی کا اثبات واقعی علمی قابلیت و تائید یعنی ریسرچ کا ایک ایسا ثبوت ہے جس کی نظیر انسانی دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے اس سے فاضل موصوف کے استدلال کو اگر یزید فاسق بالاتفاق تھا اور کافر مختلف فیہ تو پھر صحابہؓ کون ہوئے۔ کی حقیقت واضح ہو گئی کہ ان حضرات کے نزدیک فسق یزید کی صورت میں احکام اسلامی کی پرواہ کے بغیر سب بھائی ہوئے یا نہ ہوں خون ریزی کا کتنا ہی شدید خطرہ کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ پر یہ لازم و ضروری تھا کہ بیعت یزید کو فسخ کے میدان جہاد میں کود پڑتے گویا کہ فسق یزید کی صورت صحابہ کرامؓ کی خاموشی ایک ایسا سنگین جرم ہے جس سے شان صحابیت پاش پاش ہو جاتی ہے لا حول ولا قوت الا باللہ۔

فاضل موصوف کے استدلال کے پیش نظر خلیفہ وقت کے خلاف امتناع خروج کے متعل جہاں احکام اسلامی کی تقلید لازم آتی ہے وہاں

شانِ صابیت بھی داغدار ہو جاتی ہے یہ درحقیقت سوارِ اعظمِ اہلسنت  
والجماعت کے خلاف اٹھتے یزید پر اپنی انفرادی حیثیت ظاہر کرنے کا  
ثمرہ ہے۔

باقی رہا سیدنا امام حسینؑ کا اقدام وہ بھی اپنی جگہ صحیح اور درست  
ہے جیسا کہ اس کے متعلق دوسری جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔  
حضرت امام حسینؑ کا یزید کے چچے نماز پڑھنے کی تاریخی روایات  
کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تو یہی اٹھائے یزید ثابت ہوتا ہے  
اور نہ ہی حضرت امام حسینؑ کے موقف پر کوئی محرت آتا ہے اب اس کی  
وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

## موقف امام حسینؑ

مداحین یزید نے امام حسینؑ کی شخصیت کو مجروح ثابت کرنے کے  
واسطے جہاں اور بہت سے حربے استعمال کئے ہیں وہاں یہ حربہ  
بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر یزید ایسا ہی بدکردار تھا جیسا کہ بیان کیا  
جاتا ہے تو پھر حضرت امام حسینؑ نے اس کے چچے نماز کیوں پڑھی اور  
اس کی ولیعهدی کے فیصلہ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے بجائے ناراضگی  
کے ہر سال حضرت حسینؑ دمشق جاتے۔ غریزوں کی طرح ان کے پاس  
مقیم رہتے اور وظائف و عطایا کی گرفتور قوم حاصل کر کے واپس  
آتے۔ اگر یزید ان کی نظریں منصبِ خلافت کا اہل نہیں تھا پھر اس

وقت ایسے تعلقات اور بعد ان کی وفات کے برسرِ پیکار ہونا آخر کس بات کا ثبوت ہے بلکہ ایک صاحب اپنے ماہنامہ رسالہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ولیعہد بنانے کا جو فعل بعض مدبر صحابہ کے مشورے سے ایک ایسے ممتاز تر فقیہ و مدبر صحابی نے انجام دیا جو جس کے کمال تدبیر پر فاروق اعظم جیسے عبقری خلیفہ کا دیا ہوا کسر اسے عرب کا لقب حرف آخر کا حکم رکھتا ہو اور تمام صحابہ نے اس فعل کے جواز پر اتفاق کر لیا ہو اور کتنے ہی سرکردہ اصحاب نے بیعت کی ہو اور صبر و سکوت سے تو کسی نے بھی تجاوز نہ کیا ہو وہ فعل ایسا جرم مان لیا جائے کہ چند سالوں بعد اس کی ہولناکیوں کا اندازہ کس کے ایک شخص اسٹھ اور وَلَیْکُمْ بِآیَاتِ الْکِتٰبِ کی پرواہ کئے بغیر جان لڑائے اہل نظر اس وقت بھی اسے دیکھیں تینہہ کریں ساتھ دیتے سے کان پہے ہاتھ دھریں مگر وہ نہ جانے اور خود ہی کہیں ان معصوم بال بچوں کو بھی کڑی ابتلاء میں ڈال دے جن کو ابتلاء میں ڈالنے کا حکم یا اذن اللہ اور رسول نے نہیں دیا اس شخص کی ایسی جرأت و شہامت کو اگر آپ انتہائی زیر کی اور دانائی اور علم شریعت میں گہری نظر کا ثبوت قرار دیتے ہیں تو اس کے ثمرات اور مضمرات پر بھی غور فرمائیں۔

یہ تحریر اگرچہ ولیعہد کے عدم جواز کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن درحقیقت اسکا مآل وہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ آخر تین سال بعد ہی حضرت امام حسینؑ کو یزید کی ناپاہت کا علم ہوا ان اعتراضات کے جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جواب سمجھنے میں

آسانی ہو۔ اولاً یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارا ولیعهدی کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی ہم ایسے اعتراض کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۱) خلافت کا انعقاد و قیام اور انعقاد خلافت کا عموم و الگ الگ چیزیں ہیں۔ خلافت کا مطلق انعقاد تو ارباب حل و عقد میں سے ایک و شخصوں کے بیعت کر لینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن عموم انعقاد خلافت تمام اہل حل و عقد پر اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ صرف بیعت کر نبیوں اور ان کے متبعین پر خلیفہ کا اتباع ضروری و لازمی ہے۔

لیکن عموم انعقاد خلافت کی صورت میں ہر مسلمان پر خلیفہ کی اتباع لازمی و ضروری ہے البتہ اگر اہل حل و عقد ہوتا کسی ایک ہی شخص میں منحصر ہو جائے تو ایسے وقت عموم خلافت اس ایک شخص کی بیعت کر لینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اہل حل و عقد کا مصلوق ایک شخصیت سے زائد نہ تھا یعنی یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح خلفائے ثلاثہ کی جنگ اور صلح تمام اہل اسلام کی جنگ اور صلح تھی لیکن جب اسی اتفاق و اتحاد نے مقیم ہو کر شتت و التراق کی صورت اختیار کی اور جماعتیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں اور ہر جماعت کا سر حلقہ اور سربراہ لیڈر اہل حل و عقد کا مصداق ہو گیا تو اب تمام اہل حل و عقد کا بیعت کرنا عموم انعقاد خلافت کے لئے لازمی نہیں رہا۔

(۲) خلیفہ وقت کا استعلافا یعنی کسی شخص کو ولیعهد بنا دینا اس کی خلافت



کے عہد کا موجب اس وقت ہوتا ہے کہ جس سے ہر شخص پر اس کی اتباع ضروری و لازمی ہو جاتی ہے۔ جب کہ ولیعہد میں منصب خلافت کی اعلیٰ درجہ کی لیاقت و اہلیت پائی جاتی ہو جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ولیعہد بنادیا تھا اس لئے کہ اولوالاخر کی اطاعت بارشاد ربانی ضروری ہے جو کچھ وہ (دائرہ شریعت کے اندر) فرمائیں قبول کرنا ضروری ہے لیکن اس طرح کی ولیعہد کی قبول کرنیکی بنیاد جبکہ اولوالاخر کی اطاعت پر ہے تو ضروری ہے کہ اطاعت کے تمام فرائض ملحوظ ہوں لہذا اگر خلیفہ وقت کسی ایسے شخص کو ولی عہد اور اپنے بعد کے لئے خلیفہ بنا دے جس میں منصب خلافت کی وہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت نہ ہو بلکہ تارک نماز یا متبرع ہو صرف ادنیٰ درجہ کی اہلیت اسلام اور قریشیت سے ہی مرصوف ہو اس قسم کی ولیعہد کی قبول کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ایسے فاسق کو با اختیار خود خلیفہ بنادینا ظاہر ہے معصیت ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ لا طاعة لمخلوق في معصية المخلوق کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں بالکل نہیں ہے۔

اور اگر خلیفہ کی اپنی نظر میں ولیعہد قابل خلافت ہو اور دوسروں کی نظر میں اہل نہ ہو پھر بھی خلیفہ کے اس حکم کی اطاعت لازم نہیں لیکن خلیفہ کو جبکہ اس نے اپنے خیال کے مطابق صلح آدمی کو ولیعہد بنایا ہے اس کو اس اقتدار کی وجہ سے برا اور مرد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا خصوصاً اس وقت جبکہ اس کے خبث افعال کی اس کو اطلاع نہ ہو۔

(۳۱) حال معرض تحول و تغیر میں ہوتا ہے حال کا حال نام ہی اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں تحول (گروہش) اور تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے میں ممکن ہے کہ ایک شخص اپنی سابقہ حالت میں خلافت کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو پھر حالت بدل جائے اور وہ لیاقت و اہلیت باقی نہ رہے جیسا کہ ہم رات دن ہزار ہا اشخاص کو دیکھتے ہیں کہ ایک وقت میں تقویٰ و طہارت زہد و عبادت ہے تسبیح و اطاعت ہے اور کچھ عرصہ بعد ابلیس کا ساتھی بن جاتا ہے بلکہ ہمارے اس دعوے کے لئے بخود معلم الملکوت کی سابقہ حالت کافی ہے ظاہر ہے کہ ایسا شخص پہلی حالت میں مسند خلافت کا اہل ہوگا اور تغیر احوال کے بعد اس کی اہلیت باقی نہ رہے گی۔

(۳۲) امام عام اور خلیفہ وقت کے خلافت خروج کرنا اور چیز ہے اور اس کی بیعت سے الگ ہو جانا یعنی بیعت سے عائد شدہ ذمہ داریوں کو واپس کر دینا دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ نقص عہد یعنی وعدہ خلافتی اور چیز ہے اور نمینہ عہد یعنی معاہدہ کو واپس کر دینا دوسری چیز ہے۔ معاہدہ کر لینے کے بعد اس کی پابندی لازمی ہے اور معاہدہ باقی رکھتے ہوئے اس کی خلافت مدتی قطعاً ناجائز و حرام ہے معاہدہ کرنے کے بعد نمینہ عہد یعنی معاہدہ کا واپس کر دینا مباح اور جائز ہے ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے

و اما تخافون قوم حیاتیۃ فانبذ الیہم علی سوائہ و اور اگر

تم کو ڈر ہو کسی (معاہدہ) قوم سے خیانت (بد عہدی) کا تو جواب دے

وہ تم برابر برابر۔

اسی طرح امام عام کی بیعت کر لینے کے بعد اس کے خلاف خروج کرنا اور بیعت کو باقی رکھتے ہوئے اس سے برسرِ پیکار ہونا مندرج بالذات اور قطعاً حرام اور وقت ضرورت بیعت کا دلہن کر دینا بذاتِ خود مباح و جائز اگر کوئی فاسق و بد اطوار خلافت پر قائل ہو جائے اور اس کے اقتدار میں اہل حقوق کے حقوق کا قتلِ مطالب کی گرم بازاری احکام شرعیہ کی ادائیگی میں عوام کے تساہل کا ترقی پزیر ہونا اور عوام میں افعال ناشائستہ کا عام ہونا ظن غالب نہیں بلکہ ان امور کے واقع ہونے کا یقین ہے تو ایسے وقت اگر کوئی صاحبِ ہمت اٹھ کر خلیفہ کا دامن پکڑ لے اور تختِ سلطنت سے اتار دے اور کسی عادل و پیرِ مہرگار کے ہاتھ پر بیعت کر لے تو ہمارا خیال ہے کہ کسی ذی شعور انسان کو اس صاحبِ عزیت شخص کے اس مستحسن فعل پر مجالِ انکار نہ ہوگی ہاں اگر ایسا کرنے میں فتنہ برپا ہو جائے دین اور اہل دین کی آبروریزی ہو تو اس صاحبِ عزیت کا یہ اقدام ذاتی طور پر نہیں مگر اس فتنہ کے عارض سے مندرج ہو جائیگا۔

اور اگر صرف اپنی جان و مال اور اپنے متبعین ہی کو اس استدام سے خدمات اور تکالیف سے دوچار ہونا معلوم ہوتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس قسم کا استدام کرنا افضل اور عزیمت ہے اور یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ جیسا کہ واقعات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح خود اہل الرائے کی رائے و فکر کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو ایک اقدام میں اندیشہ نظر آتے

ہیں اور اس کی ہمت کو پست کرتے ہیں تو دوسرے شخص کو اس اقدام میں کامیابی کی امیدیں نظر آتی ہیں اور اسباب جہاد اس کی نظر میں کافی ہونے کی وجہ سے اس کی ہمت کو بڑھاتی ہیں تو پہلے شخص کے لئے ایسا اقدام ناجائز ہوگا اور دوسرے شخص کے لئے ایسا کرنا یقیناً مباح ہوگا۔

ان تمام مقدمات کو پیش نظر رکھ کر مداحین یزید کے غلط پروپیگنڈہ کو سامنے لئے اور اندازہ کیجئے کہ اس پروپیگنڈہ میں مصیبت کس قدر کارفرما ہے کہ بالفرض اگر حضرت امام حسینؑ کا یزید کے پیچھے نماز پڑھنے کی کسی تاریخی روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ان سے یزید کے عدم فسق و فجور پر استدلال کرنا کیسے صحیح قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ تغیر احوال کے ہزار ہا مشاہدات ہمارے سامنے ہوں خصوصاً آزاد و عیش پسند طبیعت جب خود مختار ہو جاتے عیش پرستی کے کوئے نشے وہ امور ہیں جس کو وہ نظر انداز کر دیتی ہے اور پھر یزید جیسا شخص جو کہ عباسی صاحب کے اپنے قول کے مطابق کہ وہ ادب و آدب کا مربی موسیقی کا سرپرست رہا ہو اگر ایسے اور شیعہ کی سرپرستی کرینو الا جناب کے نزدیک فاسق و ناجبر نہیں بلکہ متقی و پرہیزگار ہے تو پھر سب سے پہلے ان امور کے جواز کا فتویٰ دینا ضروری ہوگا۔ حضرت امام حسینؑ دو دیگر صحابہ کرامؓ کا یزید کے پیچھے نماز پڑھے گا وہ اقتدار نظر آگیا لیکن موسیقی و ادب و آدب جیسے حرام امور جن کی یزید سرپرستی کرتا رہا نہ معلوم کیوں نظر سے بے نظر ہو گئے۔

رہا یہ کہ جب یزید کی خلافت منقذ ہو گئی تھی اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اس کو اپنا ولیعہد بنادیا تھا اس کے باوجود حضرت حسینؑ نے اس کے خلاف



خروج کیسے فرمایا اس کا جواب مقدمات مذکورہ میں دیکھئے کہ حضرت امام حسینؑ  
 ہنزہ یزیدی کی لزوم اطاعت سے بری تھے لیکن اگر لزوم اطاعت کو تسلیم بھی کر لیا  
 جائے تو پھر بھی اس کا فسق و فجور عیاں ہونے پر اس کی بیعت کو واپس کسے ایسا  
 اقدام ہرگز قابل اعتراض نہیں سمجھا جاسکتا اور بعض ہمسائے زمان کا یہ فرمانا کہ چند  
 سالوں بعد اس کی ہولناکیوں کا اندازہ کسے ایک شخص اٹھے اور ولا تعلقوا  
 ایذیکم الی القتلۃ کی پروا کئے بغیر جان لڑا دے اگر صحیح و درست  
 ہے تو پھر اہل مدینہ کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی جنہوں نے حضرت  
 حسینؑ کا ساتھ دینے سے کانٹوں پر ہاتھ دھرتے تھے جیسا کہ مضمون نگار نے  
 تحریر کیا ہے کہ جس کے خلاف اقدام خروج میں حضرت حسینؑ کا ساتھ دینے سے  
 کانٹوں پر ہاتھ دھرتے تھے لیکن چند سال بعد وہی امر شیعہ جو بقول معاہدین  
 یزید امام عالمی قائم کے لئے ناجائز و حرام تھا اہل مدینہ نے اپنے واسطے کیسے  
 اور کیونکر جائز قرار دے لیا اور اقتدار یزید کے خلاف اقدام خروج فرما کر  
 حضرت حسینؑ کے اتباع میں لا تعلقوا ایذیکم الی القتلۃ کی پروا کئے  
 بغیر (بقول مضمون نگار) اپنی جانیں لڑا دیں اسی طریق پر حضرت عبداللہ بن ابی  
 و دیگر ساکنان بیت اللہ صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؓ حضرات جنہوں نے یزیدی  
 فوجوں کے مقابلہ مکہ مکرمہ کے محاصرہ میں یزیدی لشکریوں کے نفوس ہاتھوں ہر  
 تکلیف کو گوارہ کیا حتیٰ کہ بیت اللہ پر سنگباری جیسا قابل لعنت فعل بھی گوارہ کیا  
 لیکن برضار و رغبت اقتدار یزید کو قبول کرنا بدداشت زکیا کے متعلق کیا کہا  
 جائے گا کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضرات بیت اللہ کی بے حرمتی خود کر رہے تھے



اگر سیدنا امام حسینؑ کے صحیح اقدام کو ہلاکت پر مہمول کر کے لایق تقوا ایہ حکیم  
 الی القلہ صحت کی خلاف ورزی کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر اہل مکہ کے  
 مذکورہ فعل کو ومن یعظم شتاتہا فقد فتنہا من لقدی القلوب کے خلاف  
 کیوں پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ان حضرات کے صحیح وجاہت انہال کو احکام اسلامی  
 کی خلاف ورزی کا نتیجہ قرار دیا جائے لگا تو پھر اسلام کہاں رہا نہ مدینہ والے اور  
 نہ ہی مکہ والے صحیح معنی میں مسلمان کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے توسط سے پہنچا  
 ہوا دین صحیح ہو سکتا ہے ایذا باللہ

ہاں مداحین یزید کی تحقیق کے پیش نظر اگر صحیح معنی میں عامل بالحدیث و القرآن  
 ہو سکتے ہیں تو وہ اہل کوفہ ہیں جنہوں نے حضرت حسینؑ سے بے وفائی کر کے  
 چودھویں صدی کے یزیدوں کے امیر المومنین یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کر کے  
 احکام اسلامی کی بجا آوری کا مکمل نقشہ پیش کیا۔

اہل نظر خواہ مکہ مکرمہ کے ہوں اور یا مدینہ منورہ کے امام معینؑ کو تو اقدام  
 خروج سے روکیں نتیجہ کریں ساتھ دینے سے کاؤں پہ ہاتھ دھریں لیکن خود  
 لم یقلدوا حالاً تقصیرات کی پرواہ کئے بغیر خود اسی اقدام کا مظاہرہ کریں  
 اگر یہ احکام اسلامی کی تفصیل نہیں تو اور کیا ہے یہ چودھویں صدی کے سفہاء زمانہ  
 کی تحقیق کا نثر ہے ورنہ حقیقت بالکل واضح ہے آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ اگر  
 واقعی امام حسینؑ کا اقدام قابلِ مذمت ہے تو پھر اہل مدینہ و اہل مکہ کیوں قابلِ  
 ستائش ہیں۔ کیونکہ اقدام خروج میں سب شریک ہیں فرق صرف زمانہ کے  
 تقدم و تاخر کا ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے اقدام کو غلط کہنے والے اگر وہ پیش

اور اس کے نتائج و مضمرات پر قطعاً قہر نہیں کرتے کیسا کریں جبکہ قرآن  
کا فیصلہ ذلک مبلغہم من العلم ان جیسے افراد کے لئے موجود ہے۔  
اگر سیدنا امام حسین کے اقدام کو خروج حرام و ناجائز پر حمل کیا جائے  
تو اس صورت میں آپ کو شہید کی بجائے مقتول تسلیم کرنا پڑے گا۔  
العیاذ باللہ !

اس لئے کہ خلیفہ وقت کے خلاف عملی اقدام بغاوت ہی شمار کیا جائیگا  
تا وہ تیکہ علماء اس کی بیعت کا اظہار نہ کرے۔

کسی شخص کو میدان عمل سے نکالنے کے لئے عمل ہی کارآمد ہو سکتا ہے  
محض زبانی اقرار اہل نظر جانتے ہیں ہرگز مفید نہیں ہو سکتا۔ لہذا مداحین  
یزید کی تحقیق کے مطابق جب حضرت امام حسینؑ اقدام خروج کے ناجائز  
و حرام فعل کے مرتکب ہو کر میدان عمل میں کود پڑے تو اس وقت تک وہ باغی  
ہی شمار کئے جائیں گے جب تک یزید یا اس کے نائبہ کے ہاتھ میں ہاتھ  
دے کر بیعت یزید کا عملی ثبوت پیش نہ کریں۔ لیکن وہ بجلتے بیعت کے اہل  
کردہ کی بے وفائی کے پیش نظر کردہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ جاسنے کا راستہ  
مانگتے ہیں لیکن یزید کے لشکر کی بجائے راستہ دینے کے نائبہ یزید  
کے ہاتھ پر بیعت کا مطالبہ کرتے ہیں اگر تین شرائط کے پیش فرمانے کو اپنے  
موقف سے رجوع پر حمل کرنا صحیح ہے تو پھر حضرت امام حسینؑ کا نائبہ  
یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری و لازمی تھا اس لئے کہ اس کے نائبہ  
کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے نہ اکت وقت

کے پیش نظر آپ کا روزی بیعت ہونا ضروری تھا لیکن آپ کا بیعت سے  
انکار فرمانا اس چیز کا بین ثروت نہیں تو اور کیا ہے کہ آپ بیعت یزید کے انتہائی  
درجہ کے مخالف تھے۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر امام عالی مقام کا یہ اقدام  
بغاوت تھا جیسا کہ مداحین یزید کا دعویٰ ہے کہ آپ کی موت حالت جہاد  
ہی میں واقع ہوئی ہے تو پھر آپ شہید کیسے اور کیز کر تسلیم کئے جا سکتے ہیں،  
یہ مداحین یزید کی غلط تفسیر کا اثر ہے۔ ورنہ حقیقت غمروزی کی طرح واضح  
ہے کہ امام عالی مقام کا اقدام بالکل جائز و درست تھا جہاں کسی قسم کا شک  
و شبہ کرنا آپ کے بارے میں ارشادات نبوت کی تعاطی کے مترادف ہے جس  
سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور یہ گناہ کہ یہ آپ کی اجتہادی غلطی تھی  
جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلاف میدان میں نکلی  
پڑے تھے بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے اس لئے کہ وہاں خلافت میں نزاع  
نہ تھا محض حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ اس قدر الجھا کہ نسبت جنگ  
و جدال تک جا پہنچی اور جو امور ان حضرات کو حضرت علی المرتضیٰ کے برعکس  
کھڑا کرنے کا سبب بنے وہ ابتدا کتاب میں ذکر کئے جا چکے ہیں لیکن  
یہاں حضرت امام حسینؓ کے بارے میں اجتہادی غلطی کا دعویٰ اسی صورت  
تسلیم کیا جا سکتا ہے جب ایسے دلائل موجود ہوں جن کو بنا سنے اجتہاد  
قرار دے کر خطا اجتہادی پر محمول کیا جائے۔ لیکن یہاں تو مداحین یزید نے  
جس قدر دلائل فراہم کئے ہیں ان تمام دلائل کا مسلسل یہ ہے کہ آپ کا  
اقدام خروج احکام اسلامی کے صریح خلاف جبکہ تمام امت خلافت یزید

پر متفق ہو چکی ہو اور کردار یزید بھی ہر حیثیت سے بے دخل ہو محض طلب  
حکومت و خاندانی وراثت کے حصول کی خاطر قدم اٹھانا عبادت نہیں تو اور  
کیا ہے۔ طلب دنیا کی خاطر احکام اسلامی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے متفق  
علیہ عقیقہ کے خلاف قدم اٹھانا کبیرہ خطائے اجتہادی پر حل کیا جاسکتا ہے  
تو اسکا لازم ایسا ہی نتیجہ نکلے گا کہ اس تحقیق کے پیش نظر امام حسینؑ کی شہادت  
کا اثبات ناممکن ہے اس لئے کہ امام عالمی مقام کے استدام خروج کے ناجائز  
و حرام ہونے کی صورت میں آپ کی شہادت کا اثبات بیعت یزید کے ثابت  
کئے بغیر اہل بصیرت حضرات کے نزدیک اپنی سیفہانہ و رنگی چال کا ثبوت  
دینے کے مترادف ہے جو عقلاء کی شان سے بعید ہے ورنہ یہ کیسے تسلیم کیا جا  
سکتا ہے کہ احکام اسلامی کی صریح خلاف ورزی بھی ہو اور صحابہ کرامؓ و تابعین  
عظامؓ کی مخالفت بھی ہو اور پھر خطائے اجتہادی کا لغو بھی بلند کیا جائے  
کیونکہ خطا اجتہادی میں احکام الہی کی مخالفت کا دعویٰ کرنا ہی اپنی جہالت کی سند  
پیش کرنے کے مترادف ہے جیسا کہ اہل علم حضرات سے یہ چیز پوشیدہ  
نہیں ہے۔ !!

رہی یہ بات کہ جب عباسی رہبرِ حج کے مطابق امام عالمی مقام کی شہادت  
کا اثبات ناممکن ہے اس کے باوجود مداحین یزید اس مثال کا مصداق

فعل میں چھری منہ میں رام رام

اپنے آپ کو بنا کر کس خوف سے امام حسینؑ کی شہادت کا اقرار کر رہے  
ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ



عباسی نظریہ کے پیش نظر حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا اقرار محض قوم کو قریب و دھوکہ دے کر احکام اسلامی کی تضحیک و رقابت خاندانی کے خبیث شجرہ کی آبیاری کرنا کس قدر بدترین فعل ہے جو شرافت انسانی کے حسین چہرہ پر بدنام دھبہ ہے۔

باقی رہا ہمارے ہاں کے فاضل موصوف کا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان معذور اہم سے زید کے ولی اللہ ہونے کا استدلال اس کا مفصل جواب کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائے یہاں صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت یا مغفرت وغیرہ کے جو الفاظ حدیث میں وارد ہیں اس کا کیا مہنوم ہے اس کے متعلق ہم اپنی رائے پیش نہیں کرتے بلکہ ائمہ تحقیق کی نظر دقیق کا مشرہ پیش کرتے ہیں تاکہ نابینوں کی آنکھیں کھل جائیں اور سبے بصیرت افراد بالبعیرت ہو جائیں اور غلط پروپیگنڈہ کرنے والے حضرات اپنی دورنگی چال پر نظر ثانی کریں۔ اس کی تحقیق ملاحظہ کریں

## (بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت)

اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی نے جو تحقیق پیش فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی احادیث جنہیں بعض اعمال صالحہ پر وجوب جنت یا مغفرت وغیرہ کے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں انکی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی نے ابو کریب سے نقل کیا ہے کہ یہ حضرت امام حسنؑ



امام حسین کے لئے ہے اور اہل بیت میں ان کے لئے ہے جو خدا کی اطاعت کریں۔ اور اسی قسم کی حدیثیں جو اہل بیت کے فضائل میں وارد ہیں ان کی نظیر صحاح ستہ وغیرہ کی بہت سی حدیثیں میں مروی ہے جن میں خاص خاص عمل صالح کرنے والے پر وجوب جنت یا حرمت نار یا دخول جنت یا برأت مذاب نار وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حدیث کی کتابوں کے دیکھئے و اسے پر یہ بات پرشیدہ نہیں ہے پس لازم آتا ہے کہ ان اعمال صالحہ کے اصحاب بھی اگرچہ بیکڑوں کی بات کریں کبھی جہنم میں داخل نہ ہوں یا وہ لوگ سو خاتمہ سے آمن ہو جائیں اور اس عمل صالح کی برکت سے جو ان سے صادر ہوا ہے یہ سمجھ لیں کہ ہم کو خوف نہیں ہے ہمارا خاتمہ خواہ مخواہ بخیر ہی ہو جائیگا اور اس حدیث کے حکم کے مطابق ہم کو نجات ضرور حاصل ہوگی۔ حاشا و کما فقہاء و محدثین و علمائے معتبرین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ تلمذی عبدلی جلد سوم - ! صفحہ نمبر ۲۱۳ - !

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ وضاحت فرمادی کہ وجوب جنت یا حرمت نار وغیرہ کے الفاظ جو بعض اعمال صالحہ پر استعمال ہوتے ہیں وہ اطاعت خداوندی کے ساتھ مشروط ہیں کہ ان اعمال صالحہ کے ہموار کے لئے جنت ضروری اسی صورت میں ہے جبکہ ان کی تمام زندگی اطاعت خداوندی میں گذری ہو نہ یہ کہ ادب و آدب کا مربی اور مسیت جیسے حرام امور کے یزید جیسے سرپرست و میاکش شخص کے لئے ہیں اگر کہیں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہوں وہ بھی حدیث کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے

مزدِ جنتی شمار کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرقہ یزیدیہ کا دعویٰ ہے ورنہ ہر شخص کو جنتی تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ کتاب میں دوسری جگہ گزر چکا ہے۔  
لیکن یزید جیسے رسوائے زماں شخص کے بارے میں وجوب جنت و بشارت مغفرت کا پرہیزگندہ کرنا جبکہ اس کے دورِ اقدار کی مکروہ یادگاریں تاریخی صفات پر ثبت ہوں۔ مثلاً خاندانِ نبوت کا قتل عام۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی اور ساکنانِ مدینہ الرسول کے خون کو پانی سے زیادہ ارزاں کرنا جن کو خوفِ زورہ کریم اسے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید بلکہ لعنت فرمائی ہے۔

ایسے مکروہ کارنامے ہیں جن کی موجودگی میں مغفرتِ یزید کا پرہیزگندہ درحقیقت مشارِ اللہ کی عظمتِ شانے کے مترادف ہے جس کا تصور بھی اہل بصیرت کے نزدیک جرم سے کم نہیں۔

## برائتِ یزیدیہ کا دعویٰ

اس کے بعد فاضل موصوف کے اس دعویٰ کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں جس میں یزید جیسے رسوائے زماں شخص کو تمام عیوب و افعال غیر شرعیہ سے بڑی قرار دینے کو ضروری کہا گیا ہے اس کی برائت کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان افعال غیر شرعیہ کے ارتکاب کا ہی انکار کر دیا جائے۔ کہ یزید نے ایسا کیا ہی نہیں لیکن یہ صورت تو مشکل ہے اس لئے کہ واقعات کا انکار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خصوصاً اس وقت

بلکہ خود عباسی صاحب یزید کے معلق حرام دنا جائز امور کی سرپرستی کا اقرار کر رہے ہوں۔

برأت کی دوسری صورت یہ ہے کہ ان امور کے جو از کافتوی دیا جائے جن کا یزید نے ارتکاب کیا ہے اب دیکھئے ہمارے ہاں کے مفتی کون سی صورت اختیار فرما کر برأت یزید کے فرائض کی سرانجام دہی فرماتے ہیں۔ عباسی صاحب کے اقرار کے ہوتے ہوئے کہ وہ خود شاعر تھا موسیقی کا ذوق رکھتا تھا اہل ہنر اور شعر کا قدردان اور ادب و آدب کا مربی اور سرپرست تھا۔ خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۳۶۵ اسکا انکار کرنا قہرے لاگ ریسرچ کی عظمت کا انکار تصور کیا جائے گا اس لئے اقرار ہی کرنا پڑے گا اب برأت یزید کی یہی صورت ہے کہ موسیقی جیسے حرام امور کے جو از کافتوی دیا جائے یا پھر اہل حق کے مسلک کو اختیار فرما کر اپنے غلط نظریات سے رجوع فرمانے کا اعلان کیا جائے۔

## چیلنج مباہلہ

ناضل موصوف نے جو چیلنج مباہلہ دیا ہے وہ صرف ہم کو ہی چیلنج نہیں بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کو چیلنج ہے اس لئے کہ یزید کے بارے میں میرا نظریہ اپنا خود ساتھ نہیں بلکہ راقم الحروف ہر اسلامی نظریہ میں اپنے اسلاف کے اتباع کو ہی نجات کی واحد صورت سمجھتا ہے لہذا میرا دعویٰ تو اسلاف کے نظریہ کو برحق سمجھتے ہوئے اس کی ترجمانی ہے۔ مجھ کو چیلنج کرنا گویا

تمام اسلاف کے نظریہ کو پہنچا ہے۔ جیسا کہ خود علماء دیوبند حضرات کے بلے  
 میں یہ کہہ کر کہ ان کا تہذیبی تاریخی معاملہ میں ہم پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے مسلک کو  
 تاریخی حیثیت دے کر اس کی تغلیط کر رہے ہیں یہ ہیں چودہویں صدی کے  
 محققین ہے علم کی قابلیت کا حال کہ یزید پلیدی کی مغفرت اور اس پر لعنت نہ  
 کرنے بلکہ مدد رحمت کرنے کے بارے میں خود تو قرآن و حدیث پیش کریں  
 لیکن جب اسلاف کے نظریہ کو قبول کرنے کے متعلق دیانت کیا جائے تو اس  
 وقت اسی نظریہ کو محض تاریخی حیثیت دے کر کہ اس کا قرآن و حدیث سے کوئی  
 تعلق ہی نہیں اس کی تردید کریں کیا یہ اذا مدح الفاسق امتر اعرش الرحمن  
 کہ جب فاسق آدمی کی تفریق کی جاتی ہے تو عرش الہی کا نپ جاتا ہے یزید جیسے  
 رسائے زمانہ شخص کی تفریق کا نتیجہ نہیں ہے کہ خود مجتہد مطلق کی طرح اتقائے  
 یزید کا اثبات قرآن و حدیث سے پیش کریں لیکن اتباع سلف سے آزادی  
 حاصل کرنے کیلئے اس کو تاریخ پر محمول کر کے نظریہ اسلاف کو غلط ثابت کیا جائے  
 فاضل موصوف نے یزید کے بارے میں جو طرز اختیار کیا ہے اس کا نتیجہ بھی  
 نکالے گا کہ یزید کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا مسلک بالکل غلط اور خلاف  
 حقیقت ہے جس کو ہم ایک لمحہ کے واسطے قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں اس لئے  
 کہ یہ ایک تاریخی معاملہ ہے جس کی حقیقت بجائے سلف کے خلف زیادہ  
 پہچان سکتے ہیں جیسا کہ عباسی صاحب کی ریسرچ اس کا بین ثبوت ہے۔  
 گویا کہ تمام سلف اس مسئلہ میں غلط راستہ پر چلتے رہے کاحول  
 لا ادری الا باللہ العلی العظیم۔ اگر فاضل موصوف اہلسنت

والجماعت کے نظریہ کو صحیح و قابل عمل سمجھتے تو اس صورت طرز تحریر یوں  
 ہونا چاہیے تھا کہ یزید کے متعلق اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے اور ان کے  
 دلائل اس بارے میں یہ ہیں اور تمہارا نظریہ یزید کے فاسق بالاتفاق اور کافر  
 مختلف نہ ہونے کا غلط ہے اور مجھے اس کے ثبوت کا مطالبہ کر سکتے تھے کہ  
 اگر واقعی تمہارا نظریہ صحیح ہے کہ اہل سنت کا مسلک یزید کے متعلق یہی ہے کہ وہ  
 فاسق بالاتفاق اور کافر مختلف فیہ ہے تو اس کا ثبوت پیش کریں لیکن بجائے طلب  
 ثبوت کے اس اصل متفق علیہ فسق یزید کے نظریہ کو لایحی دلائل سے غلط ثابت  
 کرنے کی کوشش کرنا اس کا ثبوت نہیں کہ جناب والا کو اہل سنت والجماعت  
 کا متفق علیہ نظریہ ناقابل برداشت ہے اور جو شخص اہل سنت والجماعت کے  
 متفق علیہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے وہ ملاحظہ کیجئے

## متفق علیہ عقیدہ کی مخالفت کا ثمرہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کا  
 اس بارے میں فتویٰ ملاحظہ کیجئے مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت  
 کے عقائد کی دو قسمیں ہیں (الف) متفق علیہ یعنی جن پر تمام اہل سنت متفق ہیں  
 اس قسم کے عقائد میں جو شخص خلاف عقیدہ رکھیں گا وہ فاسق (فی العقیدہ) اور  
 متبدع کہا جائے گا۔ جیسا کہ شیعہ، خوارج، نوحیہ معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ  
 ماخوذ از رسالہ تذکرہ دیوبند اکتوبر ۱۳۵۷ھ۔ حضرت مولانا کے اس فتویٰ  
 کے مطابق جو شخص بھی اہل سنت کے متفق علیہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے



وہ شیعہ و خوارج و فواجب وغیرہ کی طرح اہل سنت سے خارج سمجھا جائے گا  
اب ہمارے ہاں کے فاضل موصوف ہوں یا دوسری جگہ کے مداحین زید ہوں  
اس فترتی کے پیش نظر سب اہل سنت و الجماعت سے خارج سمجھے جائیں گے خصوصاً  
ہمارے ہاں کے فاضل موصوف جبریزید کی شان میں تعہدے لکھ کر اس کو دنیا میں سب  
سے زیادہ مظلوم انسان ثابت کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور جن کا یہ دعویٰ  
ہے کہ یزید کے امیر المومنین ہونیکا اسٹیج پر بیان کرنا فرمن ہے اس کے باوجود بھی اگر  
ایسا نظریہ رکھنے والا شخص اہل سنت سے خارج نہیں تو پھر دوسرے فرقوں کا کیا تصور  
کسی نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کا مدار محض اسی پر نہیں کہ یہ نظریہ دلائل کے کمزور  
یا نہ ہونے کی بناء پر غلط یا دلائل کے پائے جانے کی بناء پر صحیح ہے بلکہ کسی نظریہ کے  
داخلی دلائل کے علاوہ اس کی صحت کے لئے ایک خارجی دلیل کا پایا جانا ضروری  
ہے بلکہ اس خارجی دلیل کو ان تمام دلائل کے پرکھنے کی کسوٹی لگ کر کہا جائے تو کہا ہے کہ  
کسی نظریہ کی صحت کے دلائل خواہ کتنی کثرت سے دیے جائیں ان تمام کے  
پرکھنے کی کسوٹی صرف ایک ہے۔ جس کے نظر انداز کرنے کی وجہ سے فرق باطلہ  
کا آغاز ہوا۔ قبل ازیں کہ معیار حق کا تذکرہ کیا جائے اور ہم فرق باطلہ پیدا ہونے  
کے اسباب ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ عوام  
انسان فرق باطلہ کی معرفت حاصل ہونے پر اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھ سکیں۔

## فرق باطلہ کا نقطہ آغاز

کثرت فرق کی پیش گوئی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی تھی کہ

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ایک جماعت کے ہوا تمام دوزخ میں جائیں گے اس میں تو کثرت فرق کا ذکر ہے کہ فرق باطلہ کثرت سے پیدا ہوں گے لیکن ان کے پیدا ہونے کا نقطہ آغاز کہ جس کی وجہ سے وہ جماعت اہل حق سے کٹ کر الگ ایک گروہ کی شکل میں ظاہر ہوا تمام فرق باطلہ میں جو چیز بقدر مشترک پائی جاتی ہے وہ آزادیِ رائے ہے جو ہر باطل پرست گروہ کا نقطہ آغاز ہے۔ جس قدر گروہ و فرقے اہل اسلام میں پائے جاتے ہیں ان تمام کی ابتداء اسی نقطہ سے شروع ہوتی ہے۔ آزادیِ رائے سے تخرین معنوی و تفسیرِ بارائے کا دروازہ کھلتا ہے جس کے کھولنے سے شارعِ علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے

یہی وہ چیز تھی کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خلافت کے وقت خوارج کا قتلہ اٹھا۔ ان الحکم الا للہ کی تفسیر بارائے کر کے بارہ ہزار افراد ان کی اطاعت سے نکل کر خارج بن گئے ان کے علاوہ اور جس قدر فرق باطلہ پائے جاتے ہیں مثلاً معتزلہ مرجیہ نواصب، قادیانیہ، اہل قرآن، شیعو، یزیدیہ، بہائیہ، مودودیہ وغیرہ، ان تمام فرقوں کے ظہور کا یہی آزادیِ رائے کا بنیادی اصول ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے ہلک ترین سبب ہے۔

آزادیِ رائے کے غلط نظریہ نے ہی ہر کس و نا کس کو احکامِ اسلامی اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق ڈھالنے پر مجبور کیا اسی وجہ سے ہر پرست

جس طرح چاہتا ہے اسلامی نظریہ کو غیر اسلامی یا غیر اسلامی نظریہ کو اسلامی صورت میں پیش کرنے کی جرات کرتا ہے۔ جس سے عادت المسئین نہایت ہی مایوس کے عالم میں سخت پریشان نظر آتے ہیں اسی بناء پر بعض حضرات تمام مذہبی فرقوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور پھر ایسے حضرات ہی ان لوگوں کی مدح سرائی کر کے حوصلہ افزائی کرنے میں مصروف رہتے ہیں جو آزاد رائے کار حجام پیدا کر کے فرقہ بندی کے سربراہ کہلاتے ہیں اس لئے کہ جدت پسند حضرات کل جدید لٹرمینڈ کے مطابق ہر جدید نظریات کے داعی کی آواز پر لبیک کہنے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور اسی کو اسلام کا واحد نمائندہ سمجھ کر اصل اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں لیکن اسلام نے آزادی رائے کے دروازہ کو قفل لگا کر جس طریقہ سے اسناد فرقہ کے اصول پیش فرمائے ہیں وہ اپنی نظیر آپ میں یہاں صرف ایک اصول درج کیا جاتا ہے جس سے تمام فرقہ باطلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

## اسنادِ فتن کی بحث

اسلام نے اس سلسلہ میں جس قدر وضاحت فرمائی ہے اس کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں اور نہ ہی اسنادِ فرقہ کے بارے میں تمام گوشوں کو یہاں ذکر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک وضاحت طلب طویل بحث ہے۔ جس کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

یہاں ہم صرف اس مسئلہ کا تعارف کرانے کے سبب "بقدر ضرورت

دلائل ذکر کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے ان ہذا احصاء علی مستقیماً  
فاتبعوا ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم من سبیل اور یہ ہے میرا  
سیدھا راستہ اس پر چلو دوسرے اور منحرف راستوں پر مت چلو کہ وہ  
تہیں اس بڑی شاہرہ سے جدا کر دیں گے۔

اس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے  
عن عبد اللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم خطاً ثم قال هذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً  
عن یمنیہ وعن شمالہ وقال ہذا سبیل علی کل سبیل  
منہا شیطان یدعو الیہ وفتراء فان ہذا اصراطی مستقیم  
فاتبعوا الا یتبعوا مشکوٰۃ شریف۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ کھینچا حضور علیہ السلام نے  
ایک سیدھا خط پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر کھینچیں اس کے  
دائیں اور بائیں بہت سی لکیریں اور فرمایا یہ راستے ہیں ان میں سے  
ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتے ہے اور یہ آیت  
پڑھی ان ہذا اصراطی مستقیم فاتبعوا

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انداز میں صراط مستقیم  
اور سبل متفرقہ یعنی شیطانی راستوں کی وضاحت فرمائی ہے اس سے  
سبل متفرقہ کی حقیقت قیام روز کی مانند سامنے آگئی کہ ایک روحانی راستہ  
کے علاوہ سب شیطانی راستے ہیں لیکن اس پر فتن دور ہیں جبکہ ہر

مشرقاہل حق ہونے کا دعویٰ اور ہر اس رعمانی راستہ کے پیچانے کی  
آفر کیا شکل ہے اس کی معرفت کا جو طریقہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش  
فرمایا ہے وہ ملاحظہ کیجئے۔

وان بنی اسرائیل تفرقت فی ثلثین و سبعین ملة و تفرقت  
امتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی الناس الا ملة واحدة  
قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی ۔

اور تحقیق بنی اسرائیل تقسیم ہوئے بہتر فرقوں میں اور میری امت بہتر  
فرقوں میں منقسم ہوگی ایک جماعت کے سوا تمام دوسرے میں جائیں  
گئے صحابہ نے عرض کیا وہ کون سا گروہ ہے آپ نے فرمایا کہ جس راستہ  
پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ ناجی  
کی تعین کی بجائے جبکہ سوال میں بھی اس کی تعین مقصود ہے ما انا علیہ  
و اصحابی سے جواب عنایت فرما کر جس فتنہ عظیم سے ملت اسلامیہ  
کو خبردار کیا ہے وہ اہل بصیرت حضرات سے پرکشیدہ نہیں جس کا حاصل  
یہ ہے کہ اگر جواب یوں دیا جاتا۔

کہ فرقہ ناجی وہ ہے جو قرآن و حدیث سے اپنی زندگی کا نصب العین  
پیش کرے بظاہر اگرچہ یہ جواب صحیح و درست تھا لیکن حقیقت میں  
اس سے کٹر لیت معنوی کا دروازہ کھلتا تھا اس لئے کہ اس صورت میں  
ہر وہ شخص جو اپنی عقل سے اسلامی نظریات پیش کر کے اہل حق ہونے کا



مدعی ہو کر سامنے آئے جواب مذکور کے پیش نظر اس کے ناجی و ہدایت  
 یافتہ ہونے کا یقین کرنا لازمی تھا تو اس صورت میں نہ تو اسلام تحریت  
 معنوی سے محفوظ رہ سکتا تھا اور نہ ہی فرقہ ناجی کی تعین حاصل ہو سکتی تھی  
 اور اگر فرقہ ناجی کی تعین اپنی ذات و صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ سے  
 فرماتے تو لازم آتا کہ صحابہ کرامؓ کے بعد کسی کو اہل حق ہی نہ سمجھا جائے  
 بخلاف بالکل غلط اور خلافِ حقیقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا  
 چھوڑا اسرارِ حجاب منایت فرمایا جس سے نہ تو تحریت معنوی کا دروازہ کھل  
 سکتا ہے اور نہ ہی فرقہ ناجی کی تعین و تشخیص میں کوئی اشتباہ پیدا ہو سکتا  
 ہے کہ کسی کے ناجی و ہدایت یافتہ ہونے کے لئے معنی اس کے اپنے عقائد  
 و نظریات کافی ہیں **بب** تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشین  
 صحابہ کرام کی جماعت کے تعامل سے اس کی تصدیق نہ کرائی جائے گی  
 حق کی علامت اہل حق کا تعامل ہے محض کسی کا کوئی نظریہ خواہ اس کی صحت  
 پر کتنے ہی دلائل پیش کئے جائیں ہرگز قابلِ قبول نہیں تاوقتیکہ تعاملِ اہل  
 حق سے اس کی تائید نہ کرائی جائے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ما  
 انا علیہ و ا صحابی سے تعبیر فرمایا ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی کوئی  
 پیش کرے وہ سب گمراہی و ضلالت ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
 تعاملِ اہل حق کی اتباع کو لازم قرار دے کر جب طرح آزادی دے گئے  
 و جہان کو ختم کئے السند و فرق باطلہ کا اصول بیٹن فرمایا ہے اگر اس کو نظر  
 انداز نہ کیا جاتا تو آج ملتِ اسلامیہ میں جماعتِ اہل حق کے سوا اور کوئی

فرقہ نظر آتا تعامل اہل حق کے اتباع کو مدسری احادیث میں جس طرح لازم و ضروری قرار دیا گیا ہے اس کو ملاحظہ کیجئے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ان الله لا يجمع امة او قال امة محمد على ضلالة  
وميد الله على الجماعة ومن شذ شذ في النار وحنه  
قل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبوا السواء  
الا عظم فانه من شذ شذ في النار.

ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پہنچ نہیں کریگا اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے جماعت پر اور جو الگ داخل کیا جائیگا دوزخ میں اور انہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اتباع کرو سوا اعظم کی پس جو شخص الگ ہو اڑا جائے گا۔ دوزخ میں ان کے علاوہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جن میں اہل حق کے تعامل کو ضروری و لازمی قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اسی چیز کو اس پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے

اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم. کہ دکھائیں کہ  
سیدھا راستہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا نعام ہوا۔ یعنی منعم علیہ حضرات  
کے راستہ کی درخواست کی گئی ہے لیکن منعم علیہ میں کون کون صاحب  
او صاف شامل ہیں اس کی وضاحت قرآن کریم میں دوسری جگہ یوں بیان  
کی گئی ہے۔

فادلك الذين الغم الله عليهم من النبيين والصديقين  
والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا۔

یعنی منع علیہ حضرات کے راستہ کی اتباع ہی اجزوی نجات کا واحد  
سبب ہے۔ ایت کریمہ میں چار گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب  
یہ نکلیگا کہ ہم کو ان تمام حضرات کے راستہ کی رہنمائی فرما لیکن اگر کسی چیز کی  
وضاحت پیغمبر کی جانب سے نہیں ملتی تو صدیقین کے اسودہ حسنہ کو دیکھا جائیگا  
اس کے بعد شہداء اور صالحین کے تعامل کو بطور رحمت تسلیم کیا جائیگا جس میں  
تمام علماء اہل حق من حیث الجماعت شامل سمجھے جائیں گے اسی کی وضاحت  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے کی ہے

ما انا علیہ واصحابی اتباعوا السواء الا معظمہم ید اللہ علی الجماعتہ  
صحابہ کرام کی برگزیدہ جماعت کے بعد قیامت تک جماعت اہل حق کا  
ہر زمانہ میں باقی رہنا ضروری ہے جو انہی کے نصب العین کے مطابق  
اصول اسلامی کی وضاحت کرتے رہیں گے جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اس کی پیش گوئی فرمائی ہے

لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرم من  
خذلہم حتی یاتی امر اللہ وہم کذا لک۔ (مسلم شریف)

یعنی میری امت سے ایک جماعت قیامت تک حق کے ساتھ غائب  
رہے گی۔ نہیں نقصان پہنچائے گا ان کو جو ان کی مخالفت کرے گا قیامت  
تک یہ خدمت دین میں مشغول رہے گی۔

اس حدیث میں جماعتِ اہل حق کے قیامت تک موجود رہنے کی پیش گوئی کے ساتھ ساتھ ہر راستہ لائی میدان میں ان کے غالب رہنے کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ وہ باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ غالب رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو زیر نہیں کرسکے گی۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علماء اہل حق کی اتباع کو لازمی قرار دے کر آزادی رائے کے دروازے کو ہمیشہ یکھ بند فرمادیا اسی کو ہم اتباعِ سلف سے تعبیر کرتے ہیں جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتبعوا السواد الاعظم وید الله علی الجماعت من شد مشد فی الناس کے الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ بلکہ اسی سلسلہ میں ہم امام رازی کا قول پیش کرتے ہیں۔

اولاً اس آیت کریمہ کو سمجھ لیجئے جس کی تفسیر کے تحت امام فخر الدین رازی اپنی تحقیق پیش فرماتے ہیں۔

حقیقی اولی الامر علماء حقانی ہیں۔

آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے

یا ایہا الذین امنوا اطعوا اللہ واطعوا الرسول واولی

الامر منکم۔

اے ایمان والے تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر اور اولی الامر

جو تم میں سے ہو۔

کتب تفسیر میں اولی الامر کی تفسیر دو طرح سے آئی ہے دنیاوی حکام

یعنی بادشاہان اسلام باعتبار سیاست مدنیہ اور دینی حکام یعنی علماء کرام و مجتہدین عظام باعتبار علم ظاہری اور شیوخ طریقت باعتبار علم باطنی مگر یہاں علماء کرام و مجتہدین عظام مراد لیتا زیادہ راجح ہے کیونکہ دنیوی حکام دینی احکام میں خود نہیں بلکہ علماء شریعت کے فتوؤں کی طرف محتاج ہیں لہذا علمائے شریعت دنیوی حکام کے بھی حاکم ہوتے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مصری کے صفحہ ۳۳۲ میں فرماتے ہیں  
 وخامسها ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفۃ  
 علی فتاویٰ العلماء والعلماء فی الحقیقت احرار الامراء  
 فكان حمل لفظ اولی الامر علیہم اولی۔

یعنی حکام اور سلاطین کے امور و نینیہ علماء کے فتوؤں پر موقوف ہیں اور علماء درحقیقت حکام کے بھی حاکم ہیں لہذا (بقاعدہ علماء اصولی المطلق اذا میطلق یراد بہ الفر والکامل) لفظ اولی الامر سے علماء مراد لیتا زیادہ راجح ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازیؒ کی تحقیق کے مطابق علماء ربانی کی مخالفت درحقیقت احکام اسلامی کی مخالفت ہے اب مذکورہ بالا احکام اسلامی کو پیش نظر رکھ کر مداحین یزید کے طرز عمل کو دیکھ کر یزید کے بارے میں علماء اہل حق کے خلاف نظریہ پیش کرنا ایک لمحہ کے لئے صحیح تسلیم نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ مذکورہ احکام اسلامی سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) آزادی راستے کی وجہ سے اس امت میں بہت سے



فرقے پیدا ہوں گے۔ ایک جماعت کے ماسوا تمام دوزخ میں جائیں گے  
 ۱۲۱ جماعت اہل حق اسی شاہراہ پر سفر کر نیوالی جس کی حدود اربعہ نبی  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
 اجمعین کے تعامل سے معین ہو چکی ہیں ہر زمانہ میں قیامت کے قائم ہونے  
 تک موجود رہے گی۔

۱۲۲ جماعت اہل حق ہر نظریہ میں مصیب و برحق سمجھی جائے گی کیونکہ  
 اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہر غلطی و لغزش سے اس کی حفاظت فرماتی ہے  
 اس لئے گمراہی پر اس کا اجتماع محال ہے

۱۲۳ ہر شخص پر لازم ہے کہ ہر معاملہ میں جماعت کی اتباع کرے کسی ایک  
 نظریہ میں بھی جماعت کی رفاقت کو ترک کرنا جہنم میں جانے کے مترادف ہے  
 اور حقیقی اولی الامر بھی حضرات ہیں۔

ان نتائج کے پیش نظر کوئی ایسا نظریہ جو جماعت اہل حق کے خلاف ہو  
 سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔ ایسا نظریہ پیش کرنے والا ضال و مضل  
 ہے جو ارشادات نبوی کے مطابق جہنم کی طرف جا رہا ہے۔

کسی نظریہ کی صحت و عدم صحت کو پرکھنے کے لئے جماعت اہل حق  
 کے تعامل کی کسوٹی ہے جو ہر زمانہ میں تمام عقائد و نظریات کے اتحاد و  
 اتفاق کی لڑی میں منسلک ہو کر سفر کرتی ہوتی آرہی ہے۔

لہذا جماعت اہل حق کی مخالفت کی صورت میں کوئی نظریہ صحیح تسلیم  
 نہیں کیا جاسکتا۔ خواہ اس کی صحت پر کتنے دلائل پیش کئے جائیں

یہ ہے السنادِ فتن کا اصولِ اسلامی جس سے ملتِ اسلامیہ بے پردہ  
 ہونے کی وجہ سے افتراق و انتشار کا شکار ہوئی اگر السنادِ فتن کے  
 اصول کو اپنایا جاتا تو آج ملتِ اسلامیہ میں کوئی فتنہ نظر نہ آتا جو نظریہ برحق  
 و اسلامی ہو گا وہ ہر زمانہ کے علما و قائل سے تصدیق ہوتا ہوا نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر منتهی ہو گا جو ایسا نہیں وہ نظریہ غیر اسلامی  
 ہو گا۔ جماعتِ اہل حق جو حقیقی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح جانِ  
 ہے وہ اہل سنت و الجماعت ہے جس کے حقیقی ترجمان اس وقت حضرات  
 علماء و دیوبند ہیں جو ہر جگہ خدمتِ اسلام میں مصروف ہیں اب اس بحث کے  
 پیش نظر اہل سنت و الجماعت کا یزید کے بارے میں نقطہ نظر صحیح قرار دیا  
 جائے گا۔

یزید کے بارے میں اہل سنت و الجماعت کا نظریہ پہلے ذکر کیا جا  
 چکا ہے کہ فتنی یزید پر تمام اہل سنت و الجماعت کا اتفاق ہے اب یہ کہ  
 اس کے خلاف نظریہ پیش کرنے والے کی مذکورہ بحث کے پیش نظر کیا  
 پوزیشن ہے اور اس کے نظریہ کا کیا مقام ہے اس کا فیصلہ ناظرین  
 کرام خود کریں۔

اتفاقے یزید کے اثبات میں ہمارے ہاں کے فاضل موصوف  
 بہت پیش پیش ہیں جو اس پر جلیغ مبادلہ بھی دے چکے ہیں۔ مداحین یزید  
 کی خدمتِ عالیہ میں گزارش ہے کہ وہ اہل سنت کے بارے میں اپنی  
 پوزیشن کی وضاحت کریں کہ آپ ان حضرات کو اس نظریہ میں گمراہ سمجھتے

ہیں یا کہ برحق اگر وہ برحق ہیں یقیناً برحق ہیں پھر آپ کون ہوئے اگر وہ  
گمراہ ہیں پھر آپ اپنا روحانی نسب نامہ صحیح ثابت کریں تاکہ عوام الناس  
دھوکہ میں نہ رہیں۔

## عباسی علم کی کذب بیانی

اس سلسلہ میں ہم نے جب دارالعلوم دیوبند سے ان کے متعلق فتویٰ  
منگوا یا تو فاضل موصوف کو بھی جوش آیا کہ ان کے خلاف فتویٰ منگوا کر اپنی  
پوزیشن کو بحال کیا جائے کیونکہ ہمارا فتویٰ آنے پر فاضل موصوف کا یروینگڈہ  
یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے متعلق سوالات غلط دیئے ہیں حالانکہ اس  
وقت ہمارے پاس انکی کوئی تحریر نہ ہونے کی بناء پر ہم نے بہت نرم  
سوالات لکھ کر فتویٰ منگوا یا تھا۔ جس کا اندازہ ان کے مذکورہ نظریات  
و فتویٰ کے سوالات کا مقابلہ کرنے سے باسانی ہو سکتا ہے۔ اب ان  
کے اپنے دست مبارک سے تحریر شدہ یزید پلید کے بارے میں نظریات  
ہم نے فریضہ اسلامی سمجھتے ہوئے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیئے  
ہیں اگر کسی نے ان کی اصلی تحریر ملاحظہ کرنی ہو وہ ہمارے پاس موجود  
ہے ہم نے اس وقت جو سوالات لکھ کر فتویٰ منگوا یا وہ آخر کتاب میں منسلک  
ہے لیکن ان کے بعد کے تحریر شدہ نظریات کے پیش نظر ان کی پوزیشن  
کے متعلق حکم شرعی صحت ہو جائیگا اس کی اگر کسی کو ضرورت ہو تو وہ مذکورہ  
نظریات کے حامل کے بارے میں علمائے کرام کی جانب رجوع کرے

لیکن فاضل موصوف نے فتویٰ حاصل کرنے کے واسطے جو سوالات مفتی دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں روانہ کئے وہ مندرجہ ذیل مکتوب میں ملاحظہ کیجئے

## ایک خط اور اس کا جواب

(اذ حضرت مفتی اعظم مولانا سید مہدی حسن صاحب دارالعلوم دیوبند)

حضرت مفتی صاحب دامت معالیہم السامیہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
مزاج گرامی - پس از سلام الوفاء احترام - عرض رسائے خدمت سامی  
ہے کہ یہاں چونکہ میں سال بسال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جناب میں  
اسات ادب کی جاتی تھی میں ہر سال مسجد میں مذاقت کرتا تھا اور وہ کوئی  
وقت نہیں رکھتی تھی لہذا میں نے مجبور ہو کر ان مشائخ کے مذکورہ بالا عبارتوں  
کو (جو سائل کی دوسری تحریر میں ہے) سامنے رکھ کر بڑید کی بھرے مجمع میں  
مدافعت کرنی شروع کر دی اور بقول امام غزالی بحوالہ کتاب رحمۃ اللہ  
کی اجابت کا بیان لا تسب الاموات وغیرہ احادیث اور لا تجعل فی قلبنا طاعا  
وغیرہ آیات سے استناد و استشہاد شروع کر دیا اس طرح روافض سے  
انتقام لیا کہ ملک بھر میں شیعوں میں کھرام مچ گیا۔ مگر جو..... مجھ سے  
خطابت پہلے سے جتنا چاہتے تھے انہوں نے میرے خلاف فتویٰ حکا کر  
نشر و اشاعت شروع کر دی..... اب آپ کی خدمت میں عرض ہے  
کہ جہاں تاریخ الخلفاء میں یہ موجود ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے ابی المونیہ  
کہنے والے کو بیس کوڑے لگوائے کیا یہ راوی حدیث ہے کیا وہ معتبر رجال

میں ہے اتنی بہت سی قدماء کی عبادت ہوتے ہوئے کیا ایسی سدا قابل استاد ہے..... اب انہیں زریں موقع مل گیا ہے میرے خلاف ہر جگہ فتویٰ دکھاتے پھر رہے ہیں کیا این تمیہ امام غزالیؒ کا بن کثیر اکابر نے جھوٹ بولا ہے مغفّر ائم حدیث شیخ البحر اور بخاری کے اور جو امیں یزید کا استثناء ہے براہ کرم لازمی جواب تفصیل سے مرحمت فرمائیں۔

و السلام مع الود الاحترام ..... خطیب ..... ٹوبہ میک سنگھ

الجواب :-

و علیکم السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت کا طالب و دعا گو۔ یاد فرمائی کا شکر گزار۔ جن امور کے متعلق تحقیق منظور ہے۔ ان کی تحقیق کا اہل نہیں۔ عدم الفرستی دوسرا عذر رنگ۔ مطالعہ کتب سے عاجز پھر یہ امور وہ ہیں جن کی تحقیق و تشریح اجمال و تفصیل حق و صدا ب غلط باطل کی تمیز یہ سالہا سال پہلے ہو چکی ہے متقدمین و متاخرین۔ محدثین و فقہاء۔ مورخین و مصنفین اور متولفین طبقات رجال و غیر ہم رحیم اللہ تعالیٰ سب کچھ بیان کر چکے ہیں اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے، ہم سب پہلوؤں کے خوشہ چیں مقلد ہیں آپکی تحریر کی وجہ سے کچھ عرض کرتا ہوں۔ اقل بخل اللہ و قوتہ و هو الملمہ لصدق و الصواب غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب۔ تاریخ الخلفاء میں جو واقعہ



مذکور ہے آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں کیا راوی حدیث ہے کیا وہ معتبر رجال میں ہے کیا ایسی روایت قابل استناد ہے تو گزارش ہے کہ نیند کی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور اہل سنت اسے کافر نہیں کہتے اس کے فسق پر تقریباً سب متفق ہیں۔ حافظ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں کوڑے لگوانے کا جو واقعہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا نقل کیا ہے۔ ان سے پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تہذیب التہذیب کے جلد ۱ صفحہ ۳۶۱ میں اسی واقعہ کو نقل کیا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

وقال عجل بن عبد الملك بن ابي غنيم احد الثقات حدثنا

قل بن ابي عقرب لثقة قال كنت عند عمر بن عبد العزيز

فذاك رجل يزي بن معاوية فقال قال امير المؤمنين يزي بن معاوية

عمر ليقول امير المؤمنين يزي بن معاوية فضرب عشرين سوطا

انتحلي۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سیوطی سے مقدم ہیں اور حافظ ابن حجر سے پہلے صاحب تہذیب الکمال محدث منری ہیں تہذیب الکمال میں یہ واقعہ مذکور ہے اسی سے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ تہذیب الکمال کا یہ خلاصہ تہذیب التہذیب ہے حافظ ابن حجر کی عادت ہے کہ کچھ اپنی طرف سے زیادہ کرتے ہیں تو اس کو لفظ قلت سے تعبیر کرتے ہیں جس کا علم دیا بچہ تہذیب التہذیب سے ہو سکتا ہے۔ یہاں ایسا نہیں کیا۔

جس سے ثابت ہے کہ واقعہ ہتذیب الکمال میں مذکور سبے محدث بھی  
 بن عبد الملک بن ابی غنیۃ النکونی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ  
 کے رجال میں داخل ہیں ثقہ صالح الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن معین، محدث  
 علی، امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، دارقطنی وغیرہ محدثین  
 نے انکے ثقہ ہونے کی شہادت دی ہے جو ہتذیب التہذیب کے جلد  
 گیارہ صفحہ ۲۵۲ میں موجود ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجر نے ان کے نام  
 کے ساتھ ان کی صفت بیان کر دی اور اعد الثقات کہہ دیا کہ ثقہ راویوں  
 میں سے یحییٰ بن عبد الملک ایک ثقہ راوی حدیث ہیں ان کے شیخ نوفل بن  
 ابی عقرب ہیں وہ بھی ثقہ ہیں جس کی تصریح خود حافظ ابن حجر نے کر دی ہے  
 نوفل نے یحییٰ بن عبد الملک سے بیان کیا کہ میں عمر بن عبد العزیز کے پاس بیٹھا  
 تھا کہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امیر المؤمنین یزید نے  
 کہا تو فرما خلیفہ نے کہا تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے۔ پس خلیفہ نے بیس  
 کوڑے مار دیئے کا حکم کیا اس کو بیس کوڑے مار دیئے گئے اگر واقعہ  
 غلط ہوتا تو اپنی عادت کی مطابق حافظ ابن حجر ضرور اس پر ہمارک کرتے  
 حافظ ابن حجر کی توثیق کے مقابلہ میں کوئی دوسرا مخالف موجود نہیں ہے  
 تو پھر ثبوت میں تردد کیا ہے پس معلوم ہوا کہ یحییٰ بن عبد الملک اور نوفل  
 دونوں ثقہ ہیں۔ راویان حدیث میں داخل ہیں اور روایت قابل اسناد  
 ہے اصول المجتہدین فزون تسلیم شدہ ہونے کی بنا پر ایک بات یاد آگئی  
 اسے بھی یہاں ذکر کروں کتاب خلافت معاویہ و یزید کے متعلق عباسی

صاحب نے اس واقعہ کو تو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا لیکن کمال دجلہ  
 فریب سے کام لے کر حافظ ابن حجر اور محدث یحییٰ بن عبد الملک پر افتراء  
 کیا کہ محدث یحییٰ نے یزید کو ثقہ کہا ہے اور حافظ نے تہذیب میں ان کا  
 یہ قول نقل کیا ہے۔ سچ ہے.....

باندھی ہے سب نے زیر نلک جھوٹ پر کر  
 شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نیل کا

دیکھئے کتاب خلافت معاویہؓ و یرید جس کی یہ عبارت ہے۔ امام  
 ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر روایات احادیث میں کرتے ہوئے  
 محدث یحییٰ بن عبد الملک بن عقبہ الکوہی متوفی ۳۷۷ھ کا یہ قول نقل کیا  
 ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویان حدیث میں شمار کرتے  
 تھے انتہی بلفظہ ع سخن شناس نئی دلبر باخطار ایں جا است،

یہ کس عبارت کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ہے (قال یحییٰ بن عبد الملک ابی  
 غنیۃ احد الثقات) کا صرت (قال یحییٰ بن عبد الملک احد الثقات) کا  
 ترجمہ نقل کر کے عباسی صاحب نے امام ابن حجر اور محدث یحییٰ دونوں پر  
 اخترا کر دیا اور کسی دلیری سے آفتاب نیمروز میں یہ کہہ دیا کہ محدث یحییٰ  
 نے یزید کو ثقہ کہا ہے ہائے کم بخت تو نے پی سی نہیں۔ میزان الاعتدال  
 میں یزید کے بارے میں حافظ ذہبیؒ کا یہ قول موجود ہے مقدوح فی

عدالتہ عدالت کے اعتبار سے یزید مجروح ہے.....  
 احد الثقات حافظ ابن حجر کا قول محدث یحییٰ کے بارے میں ہے کہ محدث

یحییٰ بن عبد الملک ثقہ راویان حدیث میں سے ایک راوی ثقہ ہیں۔ یہ یحییٰ کا قول نہیں ہے لفظ قال اور احدثات کا ترجمہ کر کے لا تقر لواء الصلوة کی نظیر پیش کر دی نہیں بلکہ عکس برع شید گفت بار اں است۔ کہ اُٹھئے حافظ ابن حجر محدث یحییٰ کے واسطے سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں اس لئے ان کی توثیق کر دی کہ بیان کرنے والے ثقہ ہیں۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ محدث یحییٰ بن عبد الملک نے کہا جو ثقہ راوی ہیں کہ ہم نے نزل بن ابی عقرب سے بیان کیا جو ثقہ ہیں الحضر دیکھا آپ نے کس دیانت سے کام لیا اور کتنی حقانیت کی داد دی کیا اسی کا نام ریسرچ اور حقیقت سے پردہ اٹھانا ہے۔ سطور بالا میں تہذیب کی پوری عبارت منقول ہے جس کو عربی زبان اور اصطلاح محدثین سے کچھ بھی لگاؤ اور ادنیٰ تعلق ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ عباسی صاحب نے دانستہ دھوکہ دیا ہے اور ریسرچ کے پردہ میں حافظ ابن حجر اور محدث یحییٰ بن عبد الملک دونوں پر اخترا کیا ہے کیا حقیقت سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے۔ ہے کوئی مرد میدان جو اس کمال ریسرچ کی داد دے آفتاب نیروز کی روشنی میں یہ ظلمت عبوسیت کیسی چھا گئی، مخلوق کی آنکھوں پر یہ کیسا پردہ (باقی آئندہ)

منقولہ ماہنامہ تذکرہ صفحہ ۵ تا ۷ مارچ ۱۹۶۶ء شمارہ ۳۰

جلد نمبر ۲ دیوبند۔

ناظرین کرام خطیبِ لوطیہ کے مکتوبِ گرامی کو عذر سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ اپنے مطلب کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے کس طرح واقعہ کو غلط



رنگ دیکھ اپنی صداقت کا یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے اگر جناب الہ کی مدافعت بقول آنجناب کوئی وقت نہیں رکھتی تھی پھر آپ یزید پلید کی مدافعت کے لئے کیوں مجبور ہوئے کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدافعت کرنے سے حضرت عثمان غنیؓ کی جناب میں بے ادبی کر نیوالے خوش ہوتے ہیں۔ اگر حضرت عثمان غنیؓ کی مدافعت کرنا کوئی وقت نہیں رکھتا تھا تو یزید پلید کی مدافعت کیسے با وقعت ہوئی جناب والائے مدافعت یزید کے غلط رویہ کو محض مقامی حالات کا نتیجہ قرار دینے کی کوشش کی ہے جناب محمود احمد صاحب عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید پر رقابت خاندانی کی سیاسی تحریک کی گئی ہے کا اشارہ تک اپنے مکتوب گرامی میں نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اصل وجہ مدافعت یزید سے عباسی صاحب کے عزائم ہمسہ کی تکمیل ہے۔

باقی رہی ہمارے متعلق خطابات حاصل کرنے کی کذب بیانی ہم اس پر لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہی ہم کو اس پر کوئی طلال سہے کیونکہ جب ان کا بڑے سے بڑا فوجوانان جنت کے سردار سیدنا امام حسینؓ کے شرعی اقدام کو طلب خلافت پر محمول کر کے ان کی عظیم ترین شخصیت کو مجروح کرنے کی خاطر احکام اسلامی کی خلاف ورزی جیسے قبیح فعل کا غلط الزام لگانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا تو پھر ہم کون ہیں کہ ان کے الزامات باطلہ سے محفوظ رہ سکیں۔

مجدد اول حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے واقعہ کے روایت



کہنے والے کے متعلق خطیب صاحب نے جو سوالیہ تحریر کیا یہ راوی حدیث ہے  
 تاکہ ان کا بیان کردہ واقعہ کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؓ نے یزید کو امیر المومنین کہنے  
 والے پر مہم کوڑے لگواتے تھے کو صحیح تسلیم کیا جاسکے اسکا جواب جو مفتی  
 اعظم دارالعلوم نے دیا ہے وہ ہدیہ ناظرین ہے اب اس جواب کے پیش نظر  
 یزید کو امیر المومنین کہنے والے کی شرعی پوزیشن خود بخود سامنے آ جاتی ہے اب  
 فاضل موصوف اپنے اس سوال کے جواب کے پیش نظر اپنے لئے خواہ وہ کوئی  
 مقام معین کریں ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے، ہماری غرض صرف اس  
 قدر ہے کہ اب مفتی اعظم دارالعلوم کا فتویٰ حجاب و اٹاکہ تسلیم کئے بغیر چارہ  
 نہیں کیونکہ ان کے پاس سوال بھیج کر ان کو اس بارے میں ثالث التسلیم کو لیا ہے  
 کسی کو ثالث تسلیم کر لینے کے بعد اس کے فیصلہ کو قبول نہ کرنا عالم انسانی میں نہایت  
 ہی بدترین جرم ہے جس کی جرأت میرے خیال میں ہر انسان نہیں کر سکتا۔

## ناظرین کرم کی خدمت میں آخری التماس

تمام حضرات کی خدمت اقدس میں گزارش ہے کہ راقم الحروف کی کتاب کا  
 مطالعہ کرنے کے بعد جو تاثر آپکا ہماری کتاب کے بارے میں ہو وہ پیش کریں  
 اور عبارت کے ادبی اغلاط کو نظر انداز کرتے ہوئے نفس مسئلہ میں اگر کسی  
 صاحب کو کوئی خامی نظر آئے اس سے ہمیں مطلع کرے بعض چیزیں وضاحت

طلب رہ گئی ہیں انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اگر ضرورت ہوئی۔ تو  
وضاحت کر دیجائیگی آخر میں کراچی و دیوبندہ سے جو فتویٰ اس سلسلہ میں  
منگوایا تھا کریزید کے بارے میں مذکورہ نظریہ رکھنے والا کیسا ہے کہ ملاحظہ کر  
لیا جائے۔ فقط

راقم خاکپائے علماء دیوبند

محمد یوسف لدھیانوی

ڈیرہ سیک سنگھ ضلع لاہل پور رجسٹرڈ شجر، ۱۳/۲۶

بلوچ الحظ فی القوطاس دھوا و کتابہ حیم فی التراب

## (کتاب خلافت معاویہ و یزید)

کے سلسلہ میں آج دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ و علماء اور تمام کارکنانِ دفترا کا ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں مقتد اساتذہ کرام نے تقریریں فرمائی اور حسب ذیل تجویز باتفاق رائے پاس کی گئی تجویز کا متن حسب ذیل ہے دارالعلوم دیوبند کا یہ عظیم الشان اجلاس کتاب خلافت معاویہ و یزید سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور اس کے مدعا و مقاصد بحث کو غلط اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف جانتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء دیوبند حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو جو یزیدی حکومت کے مقابلہ میں کیا گیا عقیدہ کے طور پر حقیقی بجانب سمجھتے ہیں اور یزید کو فاسق اور قابلِ ملامت جانتے ہیں علماء دیوبند کا یہ مسلک آج کا بہنیں مکہ قدیم اور تمام اسلافِ دیوبند کے مسلک کی ترجمانی ہے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت محمدت السلام مولانا محمد قاسم قدس سرہ نے اپنی ایک مستقل تصنیف میں حضرت سیدنا امام حسین کی وفات کو شہادتِ غلطی قرار دیا ہے جو تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یزید کو جا بجا یزید پلید کے عنوان سے ظاہر کیا ہے علماء دیوبند اسی مسلک کو بارہا اپنی تقریروں اور تصنیفوں میں صاف صاف ظاہر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا یہ شاندار اجلاس جہاں اس کتاب سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہیں وہ ان مفتریوں کے خلاف بھی نفرت اور بیزاری کا

اعلان کرتا ہے جنہوں نے اپنی کذب بیانی سے اس کتاب کی تصنیف و اشاعت میں علماء دیوبند کا ہاتھ دکھلا کر اور اسے علماء دیوبند کی تصنیف و اشاعت کے سہ سے انتہائی دیدہ و دلیر سے دروغ گویم بروئے تو کا ثبوت دیا ہے اور اسی جیلہ سے علماء دیوبند کی پوزیشن کو مجروح کرنے کی ناپاک سعی کی ہے (۴ نومبر ۱۹۵۹ء پیشکار دارالعلوم دیوبند) ماخوذ ہفتہ روزہ خدام الدین ۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء

### کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین زید کے حسب ذیل نظریات

میں۔ (۱) زید کا دعویٰ ہے کہ یزید بن معاویہ امیر المومنین و خلیفہ برحق تھا اس لئے کہ اکثر اصحاب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ (۲) کہ حضرت حسینؑ کی روانگی ابتداً اگرچہ بجانب کوفہ تھی لیکن راستہ میں ارادہ تبدیل ہونے کی وجہ سے بجانب دمشق سفر شروع کر دیا تھا تا کہ وہاں پہنچ کر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں لیکن راستہ میں لقادم کی وجہ سے شہید ہو گئے جنگ کی ابتدا بھی حضرت حسنؑ کی جانب سے ہوئی تھی (۳) زید ان نظریات کا حامل ہوتے ہوئے اہلسنت و الجماعت کا فرد سمجھا جائیگا یا کہ نہیں کسی مسجد کا امام یا خطیب ہو سکتا ہے یا نہیں (۴) نیز اہلسنت و الجماعت اور علماء دیوبند جو کہ اہلسنت و الجماعت کے ترجمان ہیں ان کا یزید کے بارے میں کیا نظریہ ہے (۵) قرآن کریم کے متعلق زید کا دعویٰ ہے کہ ہر شے قرآن کریم میں موجود ہے عام ہے دینی ہو یا دنیاوی بلکہ زید کا دعویٰ ہے کہ جس کتاب میں (یعنی قرآن کریم) میں اعجاز و آئندہ کے حالات و عجائبات نہیں ہیں اس کو ہرگز کتاب اللہ ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ زید جو چیزیں آیات قرآنی سے نکال لے ان کا نمونہ

حسب ذیل ہے (۱) قائد اعظم کا نام، الکرکی بادشاہت، حقہ کی مذمت  
 قرآن کریم سے اور ہرنچ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم محمدی لفظ محمد کے  
 ہم شکل ہو کر پیدا ہوتا ہے (۲) کیا یہ چیزیں یا مثل ان کی قرآن کریم سے نکالنا اور  
 تمام اشیاء کا قرآن کریم میں لازمی ہونے کا دعویٰ کرنا اور ہرنچ کا لفظ محمد کے  
 ہم شکل ہو کر پیدا ہونے کا دعویٰ قرآن کریم کی تحریف و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 نام مبارک کی توہین تصور کیا جاتیگا یا کہ نہیں۔ بیذاوہ جردا  
 سائل حکیم سید عبدالرحمان شاہ چک نمبر ۲۸۶ منقل رجاء تحصیل ثوبہ ریسٹ  
 منقل لائل پور ۱۵۹

## فتویٰ از دارالعلوم دیوبند

الجواب :- حافظ جلال الدین سیوطیؒ تدریج الخلفاء ص ۱۲۱ میں تحریر  
 فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے یزید کو  
 امیر المومنین کہا تو حضرت عمر نے اس کو ڈانٹا اور میں دوسرے اس کے  
 لگے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خامس الخلفاء الراشدين تھے، اور  
 سادات تابعین میں سے تھے اور ان کا زمانہ یزید کے زمانے سے بہت ہی منقل  
 تھا وہ اس کے حالات سے کما حقہ واقف تھے اس لئے ان کا یزید کو امیر المومنین  
 کہنے پر سخت نکیر کرنا اور کہنے والے پر تعزیر جاری کرنا مسئلہ کی شرعی نوعیت  
 پر کافی روشنی طالع رہا ہے اور اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آئمہ اہلسنت  
 کے نزدیک اس بد بخت کو امیر المومنین جیسے دقیق خطاب سے یاد کرنا کس



درج مذکور اور قابل زجر و توہین ہے اور صحابہ کرام رضوان علیہم کی بیعت  
 جبری طور پر تھی نیز اس لئے تھی کہ ان کے خیال میں اس جابر کے تسلط  
 کو رفع کرنا دشوار نہ تھا لیکن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ  
 اہل کوفہ کی یقین دہانیوں کی بوجہ اس رفع کو ممکن خیال فرماتے تھے اور اس  
 بناء پر مکہ معظمہ سے ان کا سفر اہل عراق کی امداد سے اس کے استیصال  
 اور رفع تسلط کی غرض سے ہوا تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ حضرت امام عالی  
 مقام نے کسی وقت بھی یزید کی بیعت پر آمالی ظاہر فرمائی چنانچہ حافظ ابن کثیر  
 البیہرہ والہایہ صفحہ ۱۱۱ میں نقل کرتے ہیں قد روی ابو مخنف حدیثی  
 ابو عبد الرحمن بن حنبل عن عقبہ بن سمان قال لقد صحبت الحسن  
 من مکہ الی حی قتلہ واللہ ما من کلّیہ قالہا فی موطن الا قد سمعنا  
 و انہ لم یسأل یزید ان یضع یدہ الی یدہ الخ یعنی عقبہ بن سمان  
 کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مقتل حسین یعنی کربلا تک حضرت حسین کے ہمراہ رہا اور  
 ہر موقع پر ہر گفتگو میں نے سنی لیکن حضرت حسین نے یہ مطالبہ کبھی پیش نہیں کیا کہ  
 وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیں اور حضرت امام کی اس ہی رائے کی بناء پر  
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ ایک سوال کا جواب دیتے  
 ہوئے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں (از حجاز) خروج حضرت  
 امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوی خلافت دا شدہ سی تا سیر  
 کہ بعد درسی سال منقضی گشت بنود بیکہ بنا بر تخلص دعایا  
 از دست ظالم بود و اعانتہ المظلوم علی الظالم من الواجبات

والخبر در مشہور است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از  
خروج ببادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمود پس در  
آن وقت است کہ آن بادشاہ ظالم بلا متنازع و متراحم  
تسلط نام پیدا کردہ باشد و هنوز اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل  
حکوفہ بہ تسلط یزید میلید و ارضی نشدہ بودند و مثل حضرت  
امام حسین و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن الزبیر و عبداللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہم بیعت نکرد با جملہ خروج حضرت  
امام حسین رضی اللہ عنہ بدست دفع تسلط او بود و بدست  
دفع تسلط و ایچہ و حدیث ممنوع است آن خروج است  
کہ بدست دفع تسلط سلطان جائز باشد و الفرق بین الدفع  
و المرفع مشہور فی المسائل الفقہیہ . خلاصہ اس کا یہ ہے کہ امام  
حسین کا قصد دفع ظالم اور اعانت مظلم کے طور پر تھا اور حدیث میں  
سلطان کے خلاف اگرچہ وہ جائز و ظالم ہو خروج کو جو منع فرمایا گیا ہے تو  
اس وقت ہے جب کہ اس کا تسلط جم چکا ہو لیکن یزید کا اس وقت تک  
تسلط جانا نہیں تھا بلکہ اس کے متراحم و منازع موجود تھے چنانچہ اہل مدینہ  
اہل مکہ اہل کوفہ اس وقت تک اس کے تسلط سے راضی نہیں تھے اس لئے  
حضرت امام نے جسے ہرے تسلط کے خلاف اقدام نہیں فرمایا بلکہ تسلط  
کے نہ بچنے یا تسلط کے دفع کے لئے سعی کا ارادہ فرمایا تھا اور دفع یعنی  
نہ بچنے دینا اور دفع یعنی قائم شدہ کو ہٹانے میں جو فرق ہے و کتب فقہ میں

مشہور ہے اور بالفرض اگر اس کی امارت تمام بھی ہو چکی تھی تب بھی اگر اس کے ظلم و جور کے آشکارا ہونے یا اس کے فسق و فجور کے ظاہر و باہر ہونے کی بنا پر اہل حل و عقد خود کو اس کے معزول کرنے پر قادر پاتے تھے تو ایسا کرنے کا جنگ یا بغیر جنگ کے ہر طرح ان کو اختیار حاصل تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے جواب میں اس جانب بھی اشارہ ہے اور اس ہی طرف امام الحرمین کا یہ ملک مشہور ہے۔ وقال الحرمین لو ظہر ظلمہ و غشہ و لم یذجر عن سوء صنعہ فلا حل الحل والعقد التواطوعی دفعہ و عزله و لو شہر السلاح و لضمہ الحروب (انکحات السادة شرح احیاء ص ۲۳۲) ۲۔ جو شخص قتل امام عالی مقام کو عیاذ باللہ جائز قرار دیتا ہے وہ خاطی اور گمراہ ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ نامزد اطلاق لعنت میں تو بعض ائمہ کو اختلاف ہے لیکن بلا تخصیص کا ناسا من کا ن قاتل اور قتل کا حکم دینے والوں پر جو از لعن میں اہلسنت متفق ہیں علامہ تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں اتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ و اعدیہ و اجازہ و رضی بہ الحزب۔ اس اتفاق میں اس شخص پر بھی جو از لعن مذکور ہے جو اس قتل عظیم سے راضی ہے۔ لیکن اگر یہ قتل کسی امام برحق کے خلاف خردج کے نتیجے میں ہوا ہو تا تو قانون شرع پر عمل کی بناء پر بجائے لعن کے قاتلین مبارکباد کے مستحق قرار پاتے والعیاذ باللہ العظیم نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ دہلیہ ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں۔ اکثر الائمة قدیماء و حدیثا کا دہا و وقع من قتلہ و قتل اصحابہ سوی شروئہ قلیلہ و من

اہل الحکومتہ تجہم اللہ۔ اس لئے شخص مذکور کا یہ عقیدہ ناسد ہے اور وہ قابل امامت نہیں ہے۔

فقط واللہ اعلم محمد جمیل الرحمن غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۳/۴۹  
الجواب صحیح سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند ۳/۹۳ = ہذا الجواب  
حق موافق لہذہب اہل سنت والجماعت وخلافہ باطل فقط محمد اکمل غفرلہ

.....

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
دار الافتاء الجامعة الاسلامیہ  
۱۳۴۸ھ  
فی دارالعلوم دیوبند الہند

## قوی علماء کر اچھی

الجواب ۲۸۶۔ زید کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینچ میں مبتلا ہے ایسے شخص کو امام بنانا مناسب نہیں اس کو ہٹا کر کسی ایسے شخص کو جو صحیح العقیدہ ہو اور صالح ہو امام بنایا جائے

یزید کے متعلق معتدل نقطہ نظریہ ہے کہ وہ عبدالملک، منصور —  
ہارون الرشید کی طرح ایک بادشاہ تھا نہ وہ کافر تھا جیسا کہ بعض کا خیال ہے نہ وہ خلفاء راشدین کی طرح تھا جیسا کہ بعض زائغین کا خیال ہے

یزید کے مطلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی رائے سب سے زیادہ قابل قبول  
ہے۔ شیخ الاسلام نے منہاج السنہ میں اس پر بحث کی ہے۔ منہاج السنہ  
کی تلخیص سے چند ٹکڑے نقل کئے جاتے ہیں ومع هذا فيقال غاية يزيد  
وامثاله من الملوك ان يكونوا فساقاً.... لم نعتقد انه من  
المخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة من الاكرء و  
نبي..... وإن غبت باعتقاد امامة يزيد انه كان ملك  
وقته وصاحب السيف كما مثاله من المروانية والعباسية  
ط ۲۸۴ و ص ۲۸۴

۲۔ قرآن کریم میں ہدایت اور سعادت انسانی کے متعلق اجمالاً اور  
بعض جگہ تفصیلاً سب کچھ موجود ہے لیکن ہر چیز کو قرآن کریم سے نکالنے  
کی کوشش سراسر حماقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی ولی حسن غفرلہ مدظلہ عربیہ اسلامیہ  
کراچی نمبر ۵  
بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ  
الحجاب صحیح  
۱۷ صفر ۱۳۷۹ھ  
۷۹ھ ۲-۱۷

دالافاء  
للمدرسة العربية الاسلامية  
نيو ٹاؤن کراچی



# مختصر سوانح حیات حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

شجرہ نسب: محمد یوسف بن ولی محمد بن الہی بخش بن جمال دین بن غلام محمد

1925ء کو لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال سکول میں زیر تعلیم رہے پھر 12 سال درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔ اس میں 2 سال قیام پاکستان سے پہلے لکھنؤ (گورنمنٹ) میں مولانا سر فراز احمد صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد دینیؒ کے شاگرد خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا اور قاری طیب صاحب سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبید اللہ انور آپ کے ہم سبق ساتھی تھے۔ 1947ء کو ہجرت کر کے نوبلکھ میں مقیم ہوئے۔ یہاں مدرسہ عربیہ حنفیہ میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 1981ء بمطابق 1966ء کو مدرسہ جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ حسین ویزید کے نام سے ایک کتاب کی تصنیف کی۔

آپ کے 6 بیٹے اور 1 بیٹی ہیں، سب حافظ قرآن ہیں۔ بڑے بیٹے حضرت مولانا قاری حافظ محمد یونس صاحب (قاری سجدہ عشرہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی، خودی عرب، فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اپنے والد صاحب کی وفات سے مدرسہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمد یعقوب صاحب کانس کاٹی نوبلکھ میں پروفیسر ہیں۔ ایک بیٹے حافظ محمود الحسن مفتی اور سکول لیچر ہیں۔ 14/8/1408ھ بمطابق 03-06-1988ء بروز جمعہ المبارک وفات پائی اور قریب ہی گوبند پورہ والے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

## حسینؑ اور یزید

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔ صفحات: ۴۹۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، غلہ منڈی، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

حضرت مؤلف راقم الحروف کے ہم نام و ہم وطن ہیں، مگر طبقہ میں متقدم! موصوف کی زیر نظر کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ عباسی صاحب کے ایک عزیز ٹوبہ میں تھے، عباسی صاحب کی کتاب شائع ہوئی تو اُس سے بہت متاثر ہوئے اور اُنہوں نے کتاب میں درج شدہ نظریات کی تبلیغ شروع کر دی، اس طرح ایک چھوٹے سے شہر میں عباسی افکار گرما گرم بحث کا موضوع بن گئے۔ اسی ضرورت کی بنا پر جناب مؤلف کو عباسی صاحب کے خیالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ کتاب میں نہایت متانت و سنجیدگی سے عباسی نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)